تالیف
مفتی ابو لبابہ شاہ منصور

مسلمان ماؤں بہنوں کی دینی تعلیم و تربیت کا عوامی نصاب

اکابر کی مستند کتب سے دلنشیں انداز میں مرتب شدہ عام فہم مجموعہ

❀ تجوید ❀ عقائد ❀ مسنون اعمال

❀ مسائل ❀ تربیتِ اولاد

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

السعید

خواتین کا دینی معلّم

کتاب...خواتین کا دینی معلّم

مصنف...مفتی ابولبابہ شاہ منصور

طبع اوّل:...1428ھ - 2007ء

طبع دوم:...1429ھ - 2008ء

طبع سوم:...1430ھ - 2009ء

طبع چہارم:...1430ھ - 2009ء

طبع پنجم :...1430ھ - 2009ء

ناشر...السعید

ملنے کے پتے

پاکستان کے تمام مشہور کتب خانوں سے دستیاب ہے

رابطہ:0313-9264214

فہرست

پہلا باب: تجوید

دوسرا باب: عقائد

تیسرا باب: مسنون اعمال

مسنون دُعائیں

چوتھا باب: مسائل

نماز

زکوٰۃ

روزہ

حج

قسم اور منّت

حلال وحرام

لباس اور پردہ

خاتمہ بالخیر

پانچواں باب: تربیتِ اولاد

اِنتساب

اس مشفق ہستی☆ کے نام

جس کے قدموں تلے میری جنت ہے

اور

ان عظیم ماؤں بہنوں کے نام جن کی

مقدس گودوں میں

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے

جانباز تربیت پاکر اسلام کو پوری دنیا

میں غالب کریں گے

☆ محترمہ والدہ صاحبہ بارک اللہ فی حیاتھا

چوتھی اشاعت کا مُقدمہ

اللہ کی شان

''خواتین کا دینی معلم'' لکھنے کا پس منظر یہ تھا کہ جب مساجد میں فہم دین کے لیے ''تسہیل بہشتی زیور'' تیار ہوئی تو ذہن میں یہ خیال آیا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرّہٗ نے تو بہشتی زیور اصل میں خواتین کے لیے لکھی تھی۔ اس کا مخاطب بھی خواتین تھیں اور اس میں مسائل بھی خواتین کو درپیش گھریلو زندگی اور ان کی مخصوص نفسیات کو سامنے رکھ کر ان کی ضروریات کے مطابق مرتب کیے گئے تھے۔ تسہیل بہشتی زیور میں مؤنث کے صیغے مذکر میں بدل دیے گئے اور وہ خواتین کے حلقے سے نکل کر مردوں کے درس کے لیے نئے لبادے میں سامنے آئی ہے۔ اگرچہ خواتین بھی اس سے استفادہ کرسکتی ہیں لیکن جو بات کسی طبقے کو خصوصیت سے سامنے رکھ کر کہی جاتی ہے اور اس کی نفسیات، ذہنی سطح اور اسے درپیش مخصوص ماحول کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے، اس کی تاثیر ہی اور ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ خواتین کے لئے الگ سے کام کرنے کی ضرورت بہرحال بحالہ موجود ہے۔

اس کے لیے یہ تدبیر کی گئی کہ بہشتی زیور کے مسائل کو سوال و جواب کی شکل میں مرتب کرلیا گیا۔ سنتوں، آداب و دعاؤں کے لیے دوسری کتابوں مثلاً: ''علیکم بسنتی'' اور ''مسنون دعائیں'' سے بھی استفادہ کیا گیا اور یوں اس مجموعے کا پہلا ایڈیشن چھپ کر قارئین تک پہنچ گیا۔ اللہ کی شان کہ پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکلا اور دوسرا ایڈیشن جلد ہی چھاپنا پڑ گیا۔ اکثر حضرات نے اسے خواتین کے دینی کورس کے طور پر اپنے اپنے مدارس اور حلقوں میں شامل درس کیا۔ بعض

احباب نے اس کے کئی کئی سو نسخے خرید کر ''درس قرآن'' میں آنے والی خواتین میں فی سبیل اللہ تقسیم کیے۔ اس طرح کی اطلاعات ملک بھر سے آئیں اور ساتھ میں کئی تجاویز بھی۔ ان میں سے دو تجویزیں اہم تھیں: ایک یہ کہ پہلے باب میں سورتوں کا محض ترجمہ کافی نہیں، تجوید کے کچھ اصول بھی بیان ہونے چاہییں۔ دوسری یہ کہ ''تربیتِ اولاد'' کا موضوع اس میں ضرور ہونا چاہیے کہ خواتین کی دینی تعلیم وتربیت کا حصہ ہے کہ ان کو ''تربیتِ اولاد'' کے شرعی اصولوں اور طریق کار سے آگاہ کیا جائے۔ ان دونوں مشوروں پر عمل کرتے ہوئے قواعد تجوید کا آسان خلاصہ تیار کیا گیا۔ نیز استاد محترم حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''اسلام اور تربیتِ اولاد'' میں سے ان ابواب کا انتخاب کیا گیا جو خواتین کی تربیتی ذمہ داریوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی زبان آسان کر کے انہیں بھی اس کتاب کا حصہ بنا لیا گیا ہے۔ حضرت الاستاد کی اس مفید کتاب کی مکمل تلخیص و تسہیل بھی ان شاء اللہ الگ سے شائع کی جائے گی۔ زیر نظر ایڈیشن میں شروع میں دی گئی سورتوں اور کتاب کے بیچ میں آنے والی آیات کا ترجمہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے ''آسان ترجمۂ قرآن'' سے لیا گیا ہے۔

قارئین سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ کتاب کی قبولیت کے لیے بھی اور اس کی نافعیت کے لیے بھی۔ اکرمکم اللہ تعالیٰ۔

شاہ منصور

جمادی الاولیٰ: ۳۰ھ

پہلی اشاعت کا مقدّمہ

پس منظر و پیش منظر

اُمت مسلمہ کا نصف سے زیادہ حصہ خواتین پر مشتمل ہے۔ ان کی دینی تعلیم و تربیت کے بغیر صالح معاشرے کی تشکیل ممکن نہیں۔ ہمارے ہاں ماشاء اللہ دینی مدارس کی شکل میں علوم دینیہ کی تعلیم و تعلم کا جو معیاری اور مثالی نظام مروج ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کا دائرہ اب بنات تک پھیل گیا ہے بلکہ مدارس البنات میں زیرِ تعلیم طالبات کی روز افزوں تعداد بنین سے بڑھ گئی ہے...... لیکن جس طرح عوام الناس اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کے لیے دینی تعلیم کے مختلف المیعاد کورسز کی ترتیب و تدوین کا کام تا حال تشنۂ تکمیل ہے اسی طرح خواتین کے لیے ''تعلیمِ بالغات'' طرز کے مختصر یا طویل المیعاد کورس تیار کیے جانے بھی از حد ضروری ہیں۔ ان کے بغیر یہ خلا پُر نہ ہوگا اور نیم تعلیم یافتہ روشنی زدہ خواتین میدان خالی پا کر دین سکھانے کے عنوان سے عقائد و نظریات کی تخریب کا کام پوری سہولت سے انجام دیتی رہیں گی۔

جس زمانے میں عوام الناس کے لیے عام فہم دینی کورس کی تیاری کے لیے ''تسہیل بہشتی زیور'' کا کام ہو رہا تھا، یہ خیال بار بار آتا رہا کہ بہشتی زیور دراصل خواتین کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس میں سے مونث کا صیغہ ختم کر کے مذکر کے صیغوں میں ڈھالنے سے مردوں کے لیے تو نصاب تیار ہو جائے گا مگر خواتین کے لیے عوامی نصاب کی ضرورت پھر بھی باقی رہے گی۔ اب ایک صورت یہ تھی کہ متوازی حجم کے دو کورس تیار کیے جائیں۔ ایک مردوں کے لیے دوسرا خواتین کے لیے۔ دونوں میں صرف صیغے اور چند مخصوص ابواب کے حذف و اضافے کا فرق ہو۔ دوسری صورت یہ تھی کہ خواتین کے لیے مختصر نصاب تیار کیا جائے جو

ہمارے مدارس البنات کی فاضلات اپنے اپنے گھروں میں علاقے، محلے کی مستورات کو پڑھائیں اور عامۃ المسلمات کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے اپنا فرض ادا کریں۔ دوسری صورت سہل اور قابل عمل محسوس ہوئی جس کے نتیجے میں یہ کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔

اس میں درج عقائد اور مسائل بہشتی زیور ہی سے ماخوذ ہیں۔ البتہ آسانی اور دلچسپی کے لیے انہیں سوال و جواب کی شکل میں مرتب کر لیا گیا ہے۔ کہیں کوئی مسئلہ کسی اور مستند کتاب سے لیا ہے تو اس کا حوالہ حاشیہ میں درج ہے۔ مسنون اعمال کے لیے مشہور کتاب ''علیکم بسنتی'' سے مراجعت کی گئی ہے۔ حتمی ترتیب کے بعد کتاب کی شکل کچھ یوں بنی ہے کہ اس میں کل چار ابواب ہیں:

(1) پہلا باب تجوید کے عنوان سے سورۂ فاتحہ، دس سورتوں اور آیت الکرسی پر مشتمل ہے۔

(2) دوسرے باب میں ضروری عقائد دیے گئے ہیں۔

(3) تیسرے میں مسنون اعمال اور چالیس مسنون دُعائیں ہیں۔

(4) چوتھے میں وضو سے لے کر تجہیز و تکفین تک کے اہم مسائل ترتیب سے دیے گئے ہیں۔ اس میں نماز، زکوٰۃ، حج، قربانی اور پردہ وغیرہ روزمرہ کے مسائل ہیں۔

کورس کی ترتیب کے وقت یہ بات مدنظر رہی ہے کہ محض مسائل کی تعلیم پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ عقائد و نظریات کی تصحیح اور مسنون اعمال کے ذریعے دینی تربیت کو بھی متوازی طور پر ملحوظ رکھا جائے۔ اس طرح سے کسی حد تک اسے ایک جامع کورس کہا جا سکتا ہے۔ اختصار اور تسہیل کو مد نظر رکھنے کی وجہ سے معلمین و معلمات اسے مختصر وقت میں بسہولت مکمل پڑھا سکتے ہیں۔

مشاہدہ ہے کہ نوجوان طالبات کی بنسبت معمر خواتین اپنے گھرانے کی اصلاح اور گھریلو ماحول کی تبدیلی میں زیادہ مؤثر کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ کتاب بنیادی طور پر انہی خواتین کے لیے لکھی گئی ہے اور یہ ان بلند حوصلہ لوگوں کی نذر ہے جو مسلمان ماؤں بہنوں کی تربیت کے ذریعے معاشرے کی اصلاح کے لیے کردار ادا کرنا چاہتے ہیں۔

اب کچھ باتیں اس کتاب کے طریقۂ تدریس کے بارے میں:

کورس کا طریقۂ تدریس

وقت:

خواتین گھر کے کام کاج میں مصروفیت کی بنا پر زیادہ وقت نہیں دے پاتیں۔ اس لیے ان سے یومیہ دو گھنٹے سے زیادہ کی قربانی نہ طلب کی جائے۔ ان دو گھنٹوں میں یہ کورس شہری علاقوں میں چالیس دن اور دیہاتی علاقوں میں زیادہ سے زیادہ چار مہینوں میں بآسانی کروایا جاسکتا ہے۔

یہ دو گھنٹے کس وقت لیے جائیں؟ اس کا فیصلہ تو ہر معلّم و معلّمہ اپنے علاقے کے حالات کے مطابق بہتر طور پر کرسکتی ہے البتہ ایک آسان ترتیب عرض کی جاتی ہے۔ شہری علاقوں میں خواتین صبح دس بجے تک بچوں کو مدارس واسکول اور بڑوں کو کام کاج کے لیے بھیجنے کے بعد عموماً فارغ ہوتی ہیں۔ ان کی گھریلو ڈیوٹی دوبارہ بارہ ساڑھے بارہ بجے شروع ہوتی ہے۔ اس درمیان کا وقت اس کورس کے لیے بہت خوبی اور سہولت سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بعض علاقوں میں دوپہر دو بجے سے چار ساڑھے چار بجے تک یہی صورتِ حال ہوتی ہے۔ گرمیوں میں جب اسکول کالج کی چھٹیاں ہوتی ہیں تو چالیس دن کا کورس وسیع پیمانے پر کروایا جاسکتا ہے۔

معلّمہ کو چاہیے کہ روزانہ دو پیریڈ لے۔ پہلا تجوید کے عنوان سے جن میں دس سورتیں، چھ کلمے اور چالیس مسنون دُعائیں، باری باری تلفظ کی تصحیح کے ساتھ یاد کروائی جائیں۔ دوسرا پیریڈ درسی مواد کے لیے ہو۔ اس میں عقائد و مسائل پڑھائے اور مسنون اعمال سکھائے جائیں۔

اسلوبِ تربیت:

معلّمہ اگر روز اس طرح کے سوالات کرے کہ گزشتہ روز طالبات نے مسنون اعمال میں سے کیا کیا عمل کیا؟ کون کون سی دُعا پڑھی؟ کون سے وقت کی دُعا بھول گئی؟ نماز کی

پابندی اور ذکر و تلاوت کی کیا صورتحال رہی؟ گھر والوں کی خدمت کا کتنا اہتمام کیا؟ شرعی پردہ کے اہتمام میں کس طالبہ کو کیا مشکل ہے اور اس کا کیا حل ممکن ہے؟ تو بہت جلد بہترین نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے۔

یاد رکھیے! آپ کی محنت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی ایک امتی کا اعمال پر آجانا آپ کی نجات کے لیے کافی ہے، بحیثیت معلّمہ یہ آپ کی ذمہ داری بھی ہے لہٰذا پوری جانفشانی سے طالبات کی ذہن سازی اور اصلاح احوال کی موقع کی مناسبت سے کوشش کیجیے اور کرتی رہیے۔

معلمات و طالبات:

اس کتاب کے معلّم دینی مدارس کے وہ تمام فضلاء و فاضلات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم دین کی نعمت سے نوازا ہے اور اس کتاب کی طالبہ ہر وہ مسلم خاتون ہے جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی ہے۔ دینی مدارس کی فاضلات کو چاہیے کہ وہ اپنے گھروں میں محلے کی خواتین کے لیے یہ (یا اس طرح کے) کورس کروائیں تاکہ شکر نعمت اور ادائے فرض دونوں مل کر ذریعۂ نجات بن جائیں۔

کمی بیشی:

حسبِ ضرورت و حسبِ موقع اس کورس میں کمی بیشی، حذف و اضافہ بھی ہوسکتا ہے۔ یہ وقت، حالات اور اس ماحول پر منحصر ہے جس سے معلّمہ کو سابقہ پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس محنت کو قبول فرمائے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اہلِ علم توجہ فرمائیں اور اس طرح کے دو چار کورس مرتب کر لیے جائیں تو بالآخر ایسی کوئی شکل سامنے آ ہی جائے گی جس کے ذریعے عامۃ المسلمین کے ایک بڑے طبقے کی یہ اہم ضرورت پوری ہو جائے۔

ناصحانہ مشوروں اور ناقدانہ تجاویز کا محتاج و منتظر

ابولبابہ شاہ منصور

ربیع الاول 1428ھ

پہلا باب

پہلا باب: تجوید

سبق: ۱

تجوید وحروف تہجی

سوال: علم تجوید سے کیا مراد ہے؟

جواب: قرآن مجید کے علوم دو طرح کے ہیں: (۱) علوم الالفاظ (۲) علوم المعانی۔
علم تجوید ''علوم الالفاظ'' کا سب سے پہلا حصہ ہے۔

سوال: تجوید کی تعریف کیا ہے؟

جواب: حروف کو قواعد کے مطابق خوبصورتی سے ادا کرنا۔

سوال: حروفِ تہجی سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''الف'' سے ''ی'' تک درج ذیل ''۲۹'' حروف ''حروف تہجی'' کہلاتے ہیں۔

ا، ب، ت، ث، ج، ح، خ، د، ذ، ر، ز، س، ش، ص، ض، ط،

ظ، ع، غ، ف، ق، ك، ل، م، ن، و، ہ، ء، ی، ے۔

سوال: حروفِ تہجی کی ادائیگی کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب: دو قسم کے حروف کی مشق کرنے سے ادائیگی صحیح ہو جائے گی:

(۱) حروف مشتبہہ۔ (۲) حروف مفخمہ ومرققہ۔

نوٹ: قرآن مجید کا ایک بھی حرف ''۲۹'' حروفِ تہجی سے باہر نہیں ہے۔ قرآن مجید صحیح پڑھنا حروفِ تہجی کی صحیح ادائیگی پر موقوف ہے۔ لہٰذا معلّمہ صاحبہ کو چاہیے کہ حروفِ تہجی کی صحیح ادائیگی کے ساتھ طالبات کو خوب مشق کروائیں۔

سبق: ٢

حروفِ مشتبہہ (ملتے جلتے حروف)

سوال: حروفِ مشتبہہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایک دوسرے سے ملتے جلتے حروف ''حروفِ مشتبہہ'' کہلاتے ہیں۔ اگر ان میں فرق نہ کیا جائے تو حروف ایک دوسرے سے تبدیل ہو جائیں گے اور قرآن ''قرآن'' نہیں رہے گا۔ مثلاً: ''ذ، ز'' اور ''ظ ض'' میں دیکھیے: ''ذَلَّ (وہ ذلیل ہوا) زَلَّ (وہ پھسلا)..... ظَلَّ (سایہ حاصل کیا) اور ضَلَّ (گمراہ ہوا)''۔

اگر ان حروف میں فرق نہ کریں تو کیا سے کیا بن جائے گا!

سوال: حروفِ مشتبہہ کی پہچان کا طریقہ کیا ہے؟

جواب دو طریقے ہیں: (١) نقطوں کے ذریعے (٢) کسی ماہرِ فن کے ذریعے۔

سوال: ''نقطوں کے ذریعے'' پہچان سے کیا مراد ہے؟

جواب: مثلاً: ا، ح، د، ر، س، ص، ط، ع، ل، م، و، ہ، ء، ی خالی اور بغیر نقطے کے ہیں۔ ب، ج کے نیچے ایک نقطہ؛ خ، ذ، ز، ض، ظ، غ، ف، ن کے اوپر ایک نقطہ؛ ت، ق، کے اوپر دو نقطے؛ ث، ش، کے اوپر تین نقطے۔ ک کے اوپر علامت ''ک'' کو ''مرکز'' کہتے ہیں۔ اگر ''ی'' کو کسی دوسرے حروف سے ملا کر لکھا جائے تو پھر ''ی'' کے نیچے دو نقطے لگائے جائیں گے۔

سوال: کسی ''ماہرِ فن'' کے ذریعے پہچان سے کیا مراد ہے؟

جواب: متعدد بار اپنی معلّمہ سے سنا جائے اور انہیں سنا کر مشق کی جائے کہ ''ت ط''؛ ''ث س ص''؛ ''ح ہ''؛ ''ذ ز''؛ ''ظ ض''؛ ''ع ء'' اور ''ق ک'' میں کیا فرق ہے؟

سبق: ۳

حروفِ مُفَخَّمَه ومُرَقَّقَه (پُر اور باریک حروف)

سوال: حروفِ مفخمہ ومرققہ سے کیا مراد ہے؟ اور وہ کون سے ہیں؟

جواب: ''مفخم'' سے موٹے اور ''مرقق'' سے باریک حروف مراد ہیں۔

— سات حروف ہر حال میں موٹے ہوتے ہیں: ''خ، ص، ض، غ، ط، ق، ظ''۔ ان کا مجموعہ یہ ہے: ''خُصَّ، ضَغْطٍ، قِظْ۔''

— تین حروف کبھی موٹے اور کبھی باریک ہوتے ہیں: ''ا، ل، ر''.

— باقی انیس حروف ہمیشہ باریک ادا ہوتے ہیں۔

سوال: ''ا، ل، ر'' کب موٹے اور کب باریک ہوتے ہیں؟

جواب: - ''ا'' سے پہلے اگر سات موٹے حروف میں سے کوئی حرف آ جائے تو الف پُر ہوگا۔ جیسے: ''قَالَ''، ورنہ باریک جیسے: ''كِتَابٌ''۔

— ''ل'' سب باریک ہوتے ہیں۔ صرف ''اللہ'' کا لام اس وقت پُر ہوتا ہے جب اس سے پہلے زبر (َ) یا پیش (ُ) ہو۔ جیسے: ''هُوَ اللّٰه، نصرُ اللّٰه''۔ اگر اس سے پہلے زیر ہو تو اسے بھی باریک پڑھیں گے۔ جیسے: بسمِ اللّٰه.

—''ر'' کی دو حالتیں ہوتی ہیں: (۱) متحرک (زبر، زیر، پیش والی) (۲) ساکن۔

— اگر ''ر'' متحرک ہو تو اس کی اپنی حرکت کا اعتبار ہوگا۔ زبر یا پیش کی صورت میں پُر اور زیر کی صورت میں باریک ادا کریں گے۔ جیسے: ''الرَّحْمٰنُ، نَصْرُ اللّٰهِ''، ''رِحْلَةً''۔

—''ر'' اگر ساکن ہو تو ''ر'' سے پہلے والے حرف کو دیکھیں گے:

اگر اس پر زبر یا پیش ہو تو پُر پڑھیں گے، جیسے: "وَانْحَرْ، زُرْتُمُ"۔

اگر زیر ہو تو "رِ" باریک ادا ہوگی، جیسے: "فَذَكِّرْ"۔

نوٹ: معلّمہ صاحبہ کو چاہیے پُر حروف کو ادا کرواتے وقت دو باتوں کا دھیان رکھیں:

(۱) طالبات ان حروف کو منہ بھر کے ادا کریں۔

(۲) ہونٹوں کو اپنی حالت پر رکھیں۔ گول نہ کریں۔

سبق: ٤

حرکات (ـَ ـِ ـُ)

سوال: حرکات کتنی ہیں؟ اور ان سے کیا مراد ہے؟

جواب: حروف کے اوپر نیچے تین علامات (زبر، زیر، پیش) مخصوص انداز سے لگائی جاتی ہیں۔ انہیں حرکات کہتے ہیں۔

سوال: حرکات کی ادائیگی کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: ان کی ادائیگی میں تین چیزوں سے بچنا ضروری ہے: (۱) رُک کر اور جھٹکے سے پڑھنا۔ (۲) مد یعنی کھینچ کر پڑھنا۔ (۳) مجہول پڑھنا۔

سوال: ان تین باتوں کا مطلب سمجھا دیجیے؟

جواب: رُک کر اور جھٹکے سے اگر پڑھے تو ہر حرف کے آخر میں ہمزہ کی بو آئے گی، جیسے: "جَ ءْ، جِ ءْ، جُ ءْ"۔

اگر مد سے پڑھے تو حرف کے آخر میں "ا، و، ی" کی بو آئے گی، جیسے: "لَ ا، لِ ی، لُ و"۔

ان دونوں سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سانس میں بغیر ٹھہرے جلدی ادا کرے، جیسے: "بَ، بِ، بُ"، تَ، تِ، تُ"

سوال: مجہول پڑھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: صحیح طریقے سے ہٹ کر کسی دوسرے طریقے سے ادا کرنا۔ مثلاً: "اَلْحَمْدُ" میں "د" کی پیش کو اردو میں "دو" کے عدد کی طرح ادا کرنا، جبکہ صحیح تلفظ اردو میں "دنیا" کی "د" کے پیش کی طرح ہے۔ اسی طرح "لِلّٰہِ" میں "ل" کی زیر "پڑھ لے" کے لام کی طرح ادا کرنا،

جبکہ صحیح تلفظ اردو میں ''لیجیے'' کے لام کی طرح ہے۔

وضاحت: مجہول، زیر اور پیش میں ہوتا ہے زبر میں نہیں۔

نوٹ: ہمیشہ یاد رکھیں کہ ''الف'' جب حرکت اور جزم سے خالی ہو تو "الف" ہے۔ اگر اس پر کوئی حرکت یا جزم آ جائے تو یہ ہمزہ کہلائے گا۔

مشق

معلّمہ صاحبہ کو چاہیے کہ (بورڈ پر لکھ کر یا نورانی قاعدہ کے ذریعے) حروف تہجی پر زبر، زیر، پیش لگا کر رُک کے بغیر معروف طریقے سے خوب دہروائیں، جیسے:

"اَ، اِ، اُ"، "بَ، بِ، بُ"، "تَ، تِ، تُ......"

سبق:۵

جزم (ْ)

سوال: جزم یا سکون سے کیا مراد ہے؟

جواب: حرف کے اوپر چھوٹی "د" جزم و سکون کی علامت ہوتی ہے۔ جزم حرکات کی ضد ہے۔ حرکت کے مقابلے میں اسے ذرا ٹھہر کر ادا کرتے ہیں۔

سوال: جزم و سکون کی ادائیگی میں آواز ہلانا کیسا ہے؟

جواب: غلط ہے۔ صرف پانچ حروف ایسے جنہیں ادا کرتے وقت آواز ہلاتے ہیں۔ آواز ہلانے کو "قَلْقَلَہ" کہتے ہیں۔ "حروفِ قلقلہ" پانچ ہیں۔ جن کا مجموعہ "قُطْبُ جَدٍّ" ہے۔ سب سے زیادہ "قلقلہ" "ق" میں، "ط" میں اس سے کم اور "ب" میں "ط" سے کم ہے۔

مشق

معلّمہ صاحبہ حروف تہجی کے شروع میں ہمزہ لگا کر کہلوائیں، جیسے:

"اَ اِ اُ، اَاْ"، "اَبْ، اِبْ، اُبْ" "اَتْ، اِتْ، اُتْ......"۔

سبق: ٦

تشدید (ّ)

سوال: ''تشدید'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''تشدید'' کے معنی ''سختی'' کرنے کے ہیں۔ تشدید والے حرف کو سختی سے ادا کرتے ہیں۔

سوال: ''تشدید'' کی علامت کیا ہے؟

جواب: لفظ ''تشدید'' میں موجود ''ش'' کی مناسبت سے اس کی علامت تین دندانے (ّ) رکھی گئی ہے۔

سوال: مشدد حرف کتنی مرتبہ پڑھا جاتا ہے؟

جواب: دو مرتبہ، ایک مرتبہ پچھلے حرف سے مل کر اور دوسری بار اپنی حرکت کے مطابق۔

مشق

تمام طالبات معلّمہ صاحبہ کی نگرانی میں حروفِ تہجی کے شروع میں ہمزہ اور ہر حرف پر تشدید لگا کر دہرائیں، جیسے:

"اَبَّ اِبَّ اُبَّ، "اَتَّ اِتَّ اُتَّ......".

سبق: ۷

مد

سوال: ''مد'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''مد'' کا معنی کھینچنا' اور ''لمبا کرنا'' ہے۔ ''مد'' کو حرکات کے برخلاف کھینچ کر پڑھتے ہیں۔

سوال: ''مد'' والے حروف کون سے ہیں۔

جواب: "ا، و، ی" حروفِ مدہ ہیں۔ شرط یہ ہے کہ "الف" سے پہلے زبر، "و" سے پہلے پیش اور "ی" سے پہلے زیر ہو، جیسے: "بَا، بُوْ، بِیْ"۔

سوال: ''مد'' کی مقدار کیا ہے؟

جواب: ''مد'' کی مقدار ایک "الف" سے لے کر پانچ "الف" تک ہے۔

سوال: ''مد'' کی مقدار کہاں کہاں کتنی ہوگی؟

مد کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ''مد ذاتی'' یعنی حروف مدہ "ا، و، ی" کی مد۔ یہ مد بغیر کسی سبب کے ہوتی ہے۔ اس میں مد کی مقدار ایک "الف" کے برابر ہوگی۔

(۲) ''مد سببی''۔ یہ مد تین میں سے کسی ایک سبب سے ہوتی ہے۔ وہ تین سبب یہ ہیں: ہمزہ، سکون اور تشدید۔ یعنی اگر ''حروفِ مدہ'' (ا، و، ی) کے بعد ہمزہ، سکون یا تشدید میں سے کوئی ایک چیز آ جائے تو ''مدِ سببی'' ہوگا، جیسے:

(۱) جَآءَ (الف کے بعد ہمزہ)

(۲) وَلَا الضَّآلِّیْنَ (الف کے بعد تشدید)

(۳) حٰمٓ (میم میں ی کے بعد سکون)

اس میں مد کی مقدار تین "الف" سے پانچ "الف" تک ہے۔

سوال: مد کی مقدار کا اندازہ کس طرح کیا جائے گا؟

جواب: ہاتھ کی انگلی درمیانی چال سے ایک مرتبہ کھولنا یا بند کرنا ایک "الفی مد" کہلاتا ہے۔ جتنے الفی مد ہو اتنی انگلیاں درمیانی چال سے کھولیں یا بند کریں۔

مشق

حروف تہجی کے آخر میں حروفِ مدہ (ا، و، ی) کا اضافہ کر کے تمام حروف دہرائیں، جیسے:

"بَا بُو، بِی"، "تَا تُو تِی"، "ثَا ثُو ثِی......".

سبق: ٨

تنوین (ً ٍ ٌ)

سوال: تنوین سے کیا مراد ہے؟

جواب: "ن" جیسی آواز ناک میں لے جانے کو "غُنّہ" اور "تنوین" کہتے ہیں۔

سوال: غُنّہ کہاں ہوتا ہے؟

جواب: غُنّہ والے حروف دو ہیں: ن اور م

سوال: ان حروف میں غنہ کب ہوتا ہے؟

١ - اگر "ن" اور "م" مشدد ہوں تو ان میں ہمیشہ غُنّہ ہوگا، جیسے: "اِنَّ، ثُمَّ".

٢ - اگر یہ ساکن ہوں تو:

— میم ساکن کے بعد اگر "ب" یا "م" آ جائے تو غُنّہ ہوگا، جیسے: "یَعْتَصِمْ بِاللّٰہِ، وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ"۔ اس کے علاوہ کوئی بھی حرف آ جائے تو غُنّہ نہیں ہوگا۔

— نون ساکن کے بعد ان آٹھ حروف میں سے کوئی آ جائے تو غُنّہ نہیں ہوگا: "ء، ہ، ع، ح، غ، خ، ل، ر". (یعنی چھ حروف حلقی اور ل، ر) ورنہ غُنّہ ضروری ہوگا۔

نوٹ: تنوین کا بھی وہی حکم ہے جو نون ساکن کا ہے۔

سوال: "غُنّہ نہیں ہوگا" کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ناک میں آواز لے جائے بغیر حرف کو ظاہر کر کے پڑھیں گے۔

مشق

معلّمہ صاحبہ تمام طالبات کو حروف تہجی پر (بورڈ پر لکھ کر یا نورانی قاعدہ کے ذریعے) دو زبر (ً) دو زیر (ٍ) دو پیش (ٌ) لگا کر غنّے کے ساتھ کہلوائیں، جیسے:

"بًا، بٍ، بٌ، تًا، تٍ، تٌ، ثًا، ثٍ، ثٌ......".

سبق: ۹

تلاوت شروع کرنے کا طریقہ

سوال: تلاوت شروع کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: تلاوت شروع کرنے سے پہلے "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم" پڑھنا ضروری ہے۔ "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم" پڑھنے کی چند صورتیں ہیں:

۱-تلاوت سورت کے شروع سے ہو تو "بِسْمِ اللّٰہِ ..." پڑھے۔

۲-تلاوت درمیانِ سورت سے ہو تو "بِسْمِ اللّٰہِ ..." پڑھنا بہتر ہے۔

۳-تلاوت کرتے کرتے نئی سورت شروع ہو تب بھی "بِسْمِ اللّٰہِ ..." پڑھے۔ لیکن اگر "سورۃ براءۃ" آجائے تو "بِسْمِ اللّٰہِ ..." نہ پڑھے۔

سوال: تلاوت کے درمیان اگر بات کر لی تو دوبارہ کیسے تلاوت شروع کرے؟

جواب: "اَعُوْذُ..." پڑھ کر تلاوت شروع کرے۔ "بِسْمِ اللّٰہِ ..." پڑھنا بہتر ہے۔ ہاں! اگر استاد شاگرد سیکھنے سکھانے کی کوئی بات کریں تب "اَعُوْذُ، بِسْمِ اللّٰہِ" پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

سوال: "اَعُوْذُ، بِسْمِ اللّٰہِ" پڑھتے وقت کس چیز کا خیال رکھنا چاہیے؟

جواب: "اَعُوْذُ" کو "اللہ" کے ذاتی وصفاتی نام سے جدا کر کے پڑھے اور "بِسْمِ اللّٰہِ" کو شیطان اور نامناسب کلمات سے جدا کر کے پڑھے، جیسے:

- ☆"اَعُوْذُ..... ۞ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ"۔ ☆"اَعُوْذُ..... اَلرَّحْمٰنُ ۞ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۞
- ☆"بِسْمِ اللّٰہِ... ۞ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔" ☆"بِسْمِ اللّٰہِ.... ۞ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا"۔

سبق: ۱۰

تلاوت ختم کرنے کا طریقہ

سوال: تلاوت ختم کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: جس لفظ پر تلاوت مکمل کرنی ہو وہاں وقف کرے۔

سوال: وقف سے کیا مراد ہے؟ اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: سانس اور آواز دونوں بند کرنے کا نام "وقف" ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ:

— اگر حرف کے آخر میں گول تا ہو تو اسے ہا سے بدل دیں، جیسے: نعمةٌ سے نِعْمَہْ.

— اگر دو زبر ہوں تو "الف" سے بدل دیں، جیسے: اَحَدًا سے اَحَدَا.

— اس کے علاوہ تمام کلمات کے آخری حرف کو ساکن کر کے پڑھیں، جیسے: "کَسَبَ سے کَسَبْ"، "اَحَدٌ سے اَحَدْ".

سوال: وقف کہاں ہوتا ہے؟

جواب: وقف ہمیشہ لفظ کے آخر میں ہوتا ہے۔ جیسے: "یُقِیْمُوْنَ" میں "نَ" پر.....
اور لوٹاتے ہمیشہ پہلے حرف سے ہیں، جیسے: "رَزَقْنَاهُمْ" میں "رَ" سے لوٹایا جائے گا۔

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ۝	الرَّحْمٰنِ
تمام تعریفیں	اللہ کے لیے	ربّ	تمام جہان	جو بہت مہربان
تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے جو سب پر مہربان،				

الرَّحِيْمِ ۝	مٰلِكِ	يَوْمِ	الدِّيْنِ ۝	اِيَّاكَ	نَعْبُدُ
رحم کرنے والا	مالک	دن	بدلہ	صرف تیری ہی	عبادت کرتے ہیں
بہت مہربان ہے، جو روزِ جزا کا مالک ہے، (اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں					

وَ	اِيَّاكَ	نَسْتَعِيْنُ ۝	اِهْدِنَا	الصِّرَاطَ	الْمُسْتَقِيْمَ ۝
اور	صرف تجھ ہی سے	ہم مدد چاہتے ہیں	ہمیں ہدایت دے	راستہ	سیدھا
اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں، ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما،					

صِرَاطَ	الَّذِيْنَ	اَنْعَمْتَ	عَلَيْهِمْ	غَيْرِ	الْمَغْضُوْبِ
راستہ	اُن لوگوں کا	تو نے انعام کیا	اُن پر	نہ	غضب کیا گیا
اُن لوگوں کے راستے کی جن پر تو نے انعام کیا ہے، نہ کہ اُن لوگوں کے راستے کی جن پر غضب نازل ہوا ہے،					

عَلَيْهِمْ	وَلَا	الضَّآلِّيْنَ ۝
ان پر	اور نہ	جو گمراہ ہوئے
اور نہ اُن کے راستے کی جو بھٹکے ہوئے ہیں		

سُورَةُ الْفِيلِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

أَلَمْ تَرَ	كَيْفَ	فَعَلَ	رَبُّكَ	بِأَصْحٰبِ الْفِيلِ ﴿١﴾
کیا تم نے نہیں دیکھا	کیسا	کیا	تمہارا ربّ	ہاتھی والوں کے ساتھ
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پرودگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟				

أَلَمْ	يَجْعَلْ	كَيْدَهُمْ	فِي تَضْلِيلٍ ﴿٢﴾	وَأَرْسَلَ	عَلَيْهِمْ
کیا نہیں	کر دیا اس نے	اُن کا داؤ	گمراہی میں (بیکار)	اور بھیجے	اُن پر
کیا اُس نے ان لوگوں کی ساری چالیں بے کار نہیں کردی تھیں؟ اور اُن پر					

طَيْرًا	أَبَابِيلَ ﴿٣﴾	تَرْمِيهِمْ	بِحِجَارَةٍ	مِّنْ	سِجِّيلٍ ﴿٤﴾
پرندے	جُھنڈ کے جُھنڈ	پھینکتے تھے	کنکریاں	سے	سخت مٹی
غول کے غول پرندے چھوڑ دیے تھے، جو اُن پر پکی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے،					

فَجَعَلَهُمْ	كَعَصْفٍ	مَّأْكُولٍ ﴿٥﴾
پس ان کو کر دیا	بھوسہ کی طرح	کھائے ہوئے
چنانچہ اُنہیں ایسا کر ڈالا جیسے کھایا ہوا بھوسا!		

سُورَةُ قُرَيْشٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

لِإِيلٰفِ	قُرَيْشٍ ﴿١﴾	إِيلٰفِهِمْ	رِحْلَةَ	الشِّتَاءِ
مانوس کرنے کے سبب	قریش	ان کا مانوس کرنا	سفر	سردی
چونکہ قریش کے لوگ عادی ہیں، یعنی وہ سردی اور گرمی کے موسموں میں (یمن اور شام کے)				

وَالصَّيْفِ ۝٢	فَلْيَعْبُدُوا	رَبَّ	هٰذَا	الْبَيْتِ ۝٣
اور گرمی	پس چاہیے وہ عبادت کریں	ربّ	اس	گھر
سفر کرنے کے عادی ہیں، اس لیے اُنہیں چاہیے کہ وہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں،				

الَّذِي	أَطْعَمَهُم	مِّن	جُوعٍ	وَءَامَنَهُم	مِّنْ	خَوْفٍ ۝٤
جو-جس	انہیں کھانا دیا	سے	بھوک	اور انہیں امن دیا	سے-میں	خوف
جس نے بھوک کی حالت میں اُنہیں کھانے کو دیا، اور بدامنی سے اُنہیں محفوظ رکھا۔						

سُورَةُ المَاعُون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَرَءَيْتَ	الَّذِي	يُكَذِّبُ	بِالدِّينِ ۝١	فَذَٰلِكَ	الَّذِي
کیا تم نے دیکھا	وہ جو	جھٹلاتا ہے	روزِ جزا و سزا	یہی ہے وہ	وہ جو
کیا تم نے اُسے دیکھا جو جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟ وہی تو ہے جو					

يَدُعُّ	الْيَتِيمَ ۝٢	وَلَا	يَحُضُّ	عَلَىٰ	طَعَامِ
دھکّے دیتا ہے	یتیم	اور نہیں	رغبت دلاتا	پر	کھانا
یتیم کو دھکّے دیتا ہے، اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا،					

الْمِسْكِينِ ۝٣	فَوَيْلٌ	لِّلْمُصَلِّينَ ۝٤	الَّذِينَ	هُمْ	عَن
مسکین	پس خرابی	نمازیوں کے لیے	جو کہ	وہ	سے
پھر بڑی خرابی ہے اُن نماز پڑھنے والوں کی جو اپنی نماز سے					

صَلَاتِهِمْ	سَاهُونَ ۝٥	الَّذِينَ	هُمْ	يُرَاءُونَ ۝٦
اپنی نماز	غافل (جمع)	جو کہ	وہ	دکھاوا کرتے ہیں
غفلت برتتے ہیں، جو دِکھاوا کرتے ہیں،				

اَلْمَاعُوْنَ ﴿۷﴾	وَيَمْنَعُوْنَ
عام ضرورت کی چیز	روکتے ہیں (نہیں دیتے)
اور دوسروں کو معمولی چیز دینے سے بھی انکار کرتے ہیں	

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِرَبِّكَ	فَصَلِّ	اَلْكَوْثَرَ ﴿۱﴾	أَعْطَيْنٰكَ	إِنَّآ
اپنے ربّ کیلئے	پس نماز پڑھ	کوثر	ہم نے آپ ﷺ کو عطا کیا	بیشک ہم
(اے پیغمبر!) یقین جانو ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دی ہے، لہٰذا تم اپنے پروردگار (کی خوشنودی) کے لیے نماز پڑھو				

اَلْأَبْتَرُ ﴿۳﴾	هُوَ	شَانِئَكَ	إِنَّ	وَانْحَرْ ﴿۲﴾
دُم کٹا، نامراد، بے نسل	وہ	آپ ﷺ کا دشمن	بیشک	اور قربانی دے
اور قربانی کرو، یقین جانو تمہارا دشمن ہی وہ ہے جس کی جڑ کٹی ہوئی ہے۔				

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ

لَآ أَعْبُدُ	اَلْكٰفِرُوْنَ ﴿۱﴾	يٰٓأَيُّهَا	قُلْ
میں عبادت نہیں کرتا	کافرو!	اے	کہہ دیجیے
تم کہہ دو کہ: "اے حق کا اِنکار کرنے والو! میں اُن چیزوں کی عبادت نہیں کرتا			

مَآ أَعْبُدُ ﴿۳﴾	عٰبِدُوْنَ	أَنْتُمْ	وَلَآ	مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲﴾
جس کی میں عبادت کرتا ہوں	عبادت کرنے والے	تم	اور نہ	جس کی تم عبادت کرتے ہو
جن کی تم عبادت کرتے ہو، اور تم اُس کی عبادت نہیں کرتے جس کی میں عبادت کرتا ہوں،				

وَلَآ	أَنَا عَابِدٌ	مَا عَبَدتُّمْ ۝٤	وَلَآ أَنتُمْ	عَـٰبِدُونَ
اور نہ	میں عبادت کرنے والا	جس کی تم عبادت کرتے ہو	اور نہ تم	عبادت کرنیوالے
اور نہ میں (آئندہ) اُس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم کرتے ہو، اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو				

مَآ أَعْبُدُ ۝٥	لَكُمْ	دِينُكُمْ	وَلِىَ	دِينِ ۝٦
جس کی میں عبادت کرتا ہوں	تمہارے لیے	تمہارا دین	اور میرے لیے	میرا دین
جس کی میں عبادت کرتا ہوں، تمہارے لیے تمہارا دین ہے، اور میرے لیے میرا دین۔				

سُورَةُ النَّصْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا	جَآءَ	نَصْرُ ٱللَّهِ	وَ	ٱلْفَتْحُ ۝١	وَرَأَيْتَ
جب	آجائے	اللہ کی مدد	اور	فتح	اور آپ ﷺ دیکھیں
جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے، اور تم لوگوں کو دیکھ لو کہ					

ٱلنَّاسَ	يَدْخُلُونَ	فِى	دِينِ ٱللَّهِ	أَفْوَاجًا ۝٢	فَسَبِّحْ
لوگ	داخل ہو رہے ہیں	میں	اللہ کا دین	فوج در فوج	پس پاکی بیان کریں
وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں، تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ					

بِحَمْدِ	رَبِّكَ	وَٱسْتَغْفِرْهُ
تعریف کے ساتھ	اپنا ربّ	اور بخشش طلب کیجیے اس سے
اُس کی تسبیح کرو، اور اُس سے مغفرت مانگو،		

إِنَّهُۥ	كَانَ	تَوَّابًۢا ۝٣
بیشک وہ	ہے	بڑا توبہ قبول کرنے والا
یقین جانو وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔		

سُورَةُ المَسَد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَنْهُ	أَغْنَىٰ	مَآ	وَتَبَّ ۝١	أَبِي لَهَبٍ	يَدَآ	تَبَّتْ
اس کے	کام آیا	نہ	اور وہ ہلاک ہوا	ابولہب	دونوں ہاتھ	ٹوٹ گئے
ہاتھ ابولہب کے برباد ہوں، اور وہ خود برباد ہوچکا ہے، اُس کی دولت اور						

ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣	نَارًا	سَيَصْلَىٰ	كَسَبَ ۝٢	وَمَا	مَالُهُ
شعلے مارتی	آگ	عنقریب داخل ہوگا	اس نے کمایا	اور جو	اس کا مال
اُس نے جو کمائی کی تھی، وہ اُس کے کچھ کام نہیں آئی، وہ بھڑکتے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا،					

جِيدِهَا	فِي	الْحَطَبِ ۝٤	حَمَّالَةَ	وَامْرَأَتُهُ
اس کی گردن	میں	لکڑی (ایندھن)	لادنے والی	اور اس کی بیوی
اور اُس کی بیوی بھی، لکڑیاں ڈھوتی ہوئی، اپنی گردن میں				

مَّسَدٍ ۝٥	مِّن	حَبْلٌ
کھجور	سے	رسّی
مونجھ کی رسّی لیے ہوئے		

سُورَةُ الإخلاص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّمَدُ ۝٢	اَللّٰهُ	أَحَدٌ ۝١	اَللّٰهُ	هُوَ	قُلْ
بے نیاز	اللہ	ایک	اللہ	وہ	کہہ دیجیے
کہہ دو: "بات یہ ہے کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے، اللہ ہی ایسا ہے کہ سب اُس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں،					

لَمْ يَلِدْ	وَ	لَمْ يُولَدْ ﴿٣﴾	وَلَمْ	يَكُن	لَّهُۥ	كُفُوًا	أَحَدٌۢ ﴿٤﴾
نہ اس نے جنا	اور	نہ وہ جنا گیا	اور نہیں	ہے	اس کا	ہمسر	کوئی

نہ اُس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور اُس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں

سُورَةُ الفَلَقِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ	أَعُوذُ	بِرَبِّ	ٱلْفَلَقِ ﴿١﴾	مِن	شَرِّ	مَا خَلَقَ ﴿٢﴾
کہہ دیجیے	میں پناہ میں آتا ہوں	ربّ کی	صبح	سے	شر	جو اس نے پیدا کیا

کہو کہ: ”میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں، ہر اُس چیز کے شر سے جو اُس نے پیدا کی ہے،

وَمِن	شَرِّ	غَاسِقٍ	إِذَا	وَقَبَ ﴿٣﴾	وَ	مِن	شَرِّ	ٱلنَّفَّٰثَٰتِ
اور سے	شر	اندھیرا	جب	چھا جائے	اور	سے	شر	پھونکیں مارنے والیاں

اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ پھیل جائے، اور اُن جانوں کے شر سے جو (گنڈے کی)

فِى	ٱلْعُقَدِ ﴿٤﴾	وَ	مِن شَرِّ	حَاسِدٍ	إِذَا	حَسَدَ ﴿٥﴾
میں	گرہیں	اور	شر سے	حسد کرنے والا	جب	وہ حسد کرے

گرہوں میں پھونک مارتی ہیں، اور حسد کرنے والے شر سے جب وہ حسد کرے۔

سُورَةُ النَّاسِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ	أَعُوذُ	بِرَبِّ	ٱلنَّاسِ ﴿١﴾	مَلِكِ	ٱلنَّاسِ ﴿٢﴾
کہہ دیجیے	میں پناہ میں آتا ہوں	رب کی	لوگ	بادشاہ	لوگ

کہو کہ: ”میں پناہ مانگتا ہوں سب لوگوں کے پروردگار کی، سب لوگوں کے بادشاہ کی،

إِلٰهِ	ٱلنَّاسِ ۝٣	مِن	شَرِّ	ٱلْوَسْوَاسِ	ٱلْخَنَّاسِ ۝٤
معبود	لوگ	سے	شر	وسوسہ ڈالنے والے	چھپ کر حملہ کرنیوالے
سب لوگوں کے معبود کی، اُس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے کو چھپ جاتا ہے					

ٱلَّذِی	یُوَسْوِسُ	فِی	صُدُورِ	ٱلنَّاسِ ۝٥
جو	وسوسہ ڈالتا ہے	میں	سینے (دل)	لوگ
جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے،				

مِنَ	ٱلْجِنَّةِ	وَٱلنَّاسِ ۝٦
سے	جن (جمع)	اور انسان
چاہے وہ جنات میں سے ہو، یا انسانوں میں سے۔		

آیۃ الکرسی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ٱللّٰهُ	لَآ إِلٰهَ	إِلَّا هُوَ	ٱلْحَیُّ	ٱلْقَیُّومُ	لَا تَأْخُذُهُ	سِنَةٌ
اللہ	نہیں معبود	سوائے اس کے	زندہ	تھامنے والا	نہ اُسے آتی ہے	اونگھ
اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو سدا زندہ ہے، جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے؛ جس کو نہ کبھی اُونگھ لگتی ہے						

وَلَا	نَوْمٌ	لَهُ	مَا	فِی ٱلسَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِی ٱلْأَرْضِ	مَن ذَا
اور نہ	نیند	اسی کا ہے	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	کون+جو
نہ نیند، آسمانوں میں جو کچھ ہے (وہ بھی) اور زمین میں جو کچھ ہے (وہ بھی)، سب اُسی کا ہے، کون ہے جو							

اَلَّذِی	یَشْفَعُ	عِنْدَهٗٓ	اِلَّا	بِاِذْنِهٖ	یَعْلَمُ
وہ جو	سفارش کرے	اس کے پاس	مگر (بغیر)	اس کی اجازت سے	وہ جانتا ہے
اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے؟ وہ سارے بندوں کے تمام					

مَا	بَیْنَ اَیْدِیهِمْ	وَمَا	خَلْفَهُمْ	وَلَا	یُحِیطُونَ	بِشَیْءٍ
جو	ان کے سامنے	اور جو	ان کے پیچھے	اور نہیں	وہ احاطہ کرتے ہیں	کس چیز کا
آگے پیچھے کے حالات کو خوب جانتا ہے، اور لوگ اُس کے علم کی کوئی بات اپنے						

مِّنْ	عِلْمِهٖٓ	اِلَّا	بِمَا شَآءَ	وَسِعَ	كُرْسِیُّهُ	السَّمٰوٰتِ
سے	اس کا علم	مگر	جتنا وہ چاہے	سمالیا	اس کی کرسی	آسمان (جمع)
علم کے دائرے میں نہیں لا سکتے، سوائے اُس بات کے جسے وہ خود چاہے، اس کی کرسی نے سارے آسمانوں						

وَ	الْاَرْضَ	وَلَا	یَئُودُهٗ	حِفْظُهُمَا	وَهُوَ	الْعَلِیُّ	الْعَظِیمُ ﴿٢٥٥﴾
اور	زمین	اور نہیں	تھکاتی اس کو	ان کی حفاظت	اور وہ	بلند مرتبہ	عظمت والا
اور زمین کو گھیرا ہوا ہے؛ اور ان دونوں کی نگہبانی سے اسے ذرا بھی بوجھ نہیں ہوتا، اور وہ بڑا اعالی مقام، صاحبِ عظمت ہے۔							

دوسرا باب

دوسراباب: عقائد

عقائد کا بیان

اللہ تعالیٰ:

عقیدہ: ساری دنیا پہلے بالکل نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا تو یہ وجود میں آئی۔

عقیدہ: اللہ ایک ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے، یعنی کوئی اس کے برابر کا نہیں ہے۔

عقیدہ: اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

عقیدہ: کوئی چیز بھی اس جیسی نہیں ہے، وہ سب سے الگ اور منفرد ہے۔

عقیدہ: وہ زندہ ہے۔ ہر چیز پر اس کی قدرت ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔ سنتا ہے۔ باتیں فرماتا ہے، لیکن اس کی گفتگو ہم لوگوں کی گفتگو کی طرح نہیں۔ جو چاہتا ہے اپنی مرضی سے کرتا ہے، اس کو روک ٹوک کرنے والا کوئی نہیں۔ وہ ہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ کسی چیز میں اس کا حصہ دار کوئی نہیں۔ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ بادشاہ ہے۔ سب عیبوں سے پاک ہے۔ وہی اپنے بندوں کو سب مصیبتوں اور آفتوں سے بچاتا ہے۔ وہی عزت والا ہے۔ بڑائی والا ہے۔ ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ بہت دینے والا ہے۔ روزی پہنچانے والا ہے۔ جس کی روزی چاہے تنگ کردے اور جس کی چاہے زیادہ کردے۔ جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کردے۔ انصاف والا ہے۔ بڑے تحمل اور برداشت والا ہے۔ خدمت اور عبادت کی قدر کرنے والا ہے، یعنی اس پر استحقاق سے زیادہ ثواب دے گا۔ وہ سب پر حاکم ہے، اس پر کوئی حاکم نہیں۔ اس کے تمام کام حکمت سے پُر ہیں، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

وہ سب کے کام بنانے والا ہے۔ پہلے بھی اسی نے سب کو پیدا کیا ہے اور مرنے کے بعد قیامت میں بھی پھر وہی پیدا کرے گا۔

عقیدہ: اس کو نشانیوں اور صفات سے سب جانتے ہیں، اس کی ذات کی حقیقت کو کوئی نہیں جان سکتا۔ گناہ گاروں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ جو سزا کے قابل ہیں ان کو سزا دیتا ہے۔ وہی جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے۔

عقیدہ: دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے، اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس کے حکم کے بغیر ذرہ تک نہیں ہل سکتا۔ نہ وہ سوتا ہے اور نہ اس کو اونگھ آتی ہے۔ وہ تمام جہانوں کی حفاظت سے تھکتا نہیں، وہ سب چیزوں کو اپنے قبضہ میں لیے ہوئے ہے۔

عقیدہ: تمام اچھی اور کمال والی صفات اس کو حاصل ہیں، بری اور نقصان کی کوئی صفت اس میں نہیں اور نہ ہی کوئی عیب اس میں ہے۔

عقیدہ: دنیا میں جو کچھ اچھا برا ہوتا ہے، سب کو خدا تعالیٰ اس کے ہونے سے پہلے ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنے علم کے مطابق اس کو پیدا کرتا ہے۔ تقدیر اسی کا نام ہے اور بری چیزوں کے پیدا کرنے میں بہت سے راز ہیں، ان رازوں کو ہر کوئی نہیں جانتا۔

عقیدہ: بندوں کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ اور ارادہ دیا ہے، جس سے وہ گناہ اور ثواب کے کام اپنے اختیار سے کرتے ہیں، لیکن بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ گناہ کے کام سے اللہ تبارک وتعالیٰ ناراض اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کسی ایسے کام کا حکم نہیں دیا جو ان سے نہ ہو سکے۔

انبیائے کرام:

عقیدہ: بہت سے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندوں کو سیدھی راہ بتانے آئے۔ وہ سب گناہوں سے پاک ہیں۔ پیغمبروں کی مکمل اور صحیح صحیح تعداد اللہ تعالیٰ نے نہیں بتائی۔ پس یوں عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے جتنے پیغمبر ہیں، ان سب پر ہم ایمان رکھتے ہیں، جو ہمیں معلوم ہیں ان پر بھی اور جو معلوم نہیں ان پر بھی۔

آسمانی کتابیں:

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں آسمان سے حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے اپنے بہت سے پیغمبروں پر نازل فرمائیں تاکہ وہ اپنی اپنی امتوں کو دین کی باتیں سکھائیں۔ ان سب کتابوں پر ایمان رکھنا چاہیے کہ وہ سب کتابیں حق تھیں، مگر قرآن کریم نازل ہونے کے بعد ان کے احکام منسوخ ہو گئے۔ اب قیامت تک قرآن کے احکام چلیں گے۔ قرآن کریم کے علاوہ دوسری آسمانی کتابوں کو گمراہ لوگوں نے بہت کچھ بدل دیا۔ قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لے رکھا ہے، اس کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

فرشتے اور جنات:

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات نور سے پیدا کر کے ان کو ہماری نظروں سے چھپا دیا ہے۔ ان کو فرشتے کہتے ہیں۔ بہت سے کام ان کے حوالے ہیں۔ وہ کبھی اللہ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔ جس کام میں اللہ نے انہیں لگا دیا ہے اسی میں لگے ہوئے ہیں۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوق آگ سے بنائی ہے، وہ بھی ہمیں دکھائی نہیں دیتی، ان کو جن کہتے ہیں۔ ان میں نیک و بد ہر طرح کے ہوتے ہیں، ان کی اولاد بھی ہوتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

عقیدہ: ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جن جن مسلمانوں نے دیکھا اور ان کا خاتمہ ایمان کی حالت میں ہوا، ان کو ''صحابی'' کہتے ہیں اور جس نے مسلمان ہونے کی حالت میں صحابی کو دیکھا اور مسلمان ہونے کی حالت میں ہی اس کا انتقال ہوا، اس کو ''تابعی'' کہتے ہیں اور جس نے تابعی کو اسی طرح دیکھا وہ ''تبع تابعی'' کہلاتا ہے۔

عقیدہ: صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بہت زیادہ فضائل اور تعریفیں قرآن و حدیث میں آئی ہیں۔ ان سب سے اچھا گمان اور عقیدت رکھنی چاہیے۔ اگر ان کے بارے

میں کسی واقعہ یا کسی موقع پر کسی اختلاف یا لڑائی کے بارے میں سنے تو اسے ان کی بھول چوک سمجھنا چاہیے۔ ان کی برائی ہرگز نہ کرنا چاہیے، ورنہ ایمان سے ہاتھ دھونے کا خطرہ ہے۔ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین میں چار صحابہ بڑے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ان کے نائب ہوئے اور دین کا انتظام سنبھالا۔ اس لیے یہ ''خلیفۂ اول'' کہلاتے ہیں۔ تمام امت میں آپ سب سے بہتر ہیں۔ آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ دوسرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ تیسرے خلیفہ ہیں اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ چوتھے خلیفہ ہیں۔

عقیدہ: صحابی کا اتنا بڑا رتبہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی ادنیٰ درجہ کے صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

تابعی اور تبع تابعی کی خصوصیات بھی احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہیں۔

اولیائے کرام:

عقیدہ: مسلمان جب خوب عبادت کرتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح سے فرمانبرداری کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا دوست اور پیارا بن جاتا ہے۔ ایسے شخص کو ''ولی'' کہتے ہیں۔ اس شخص سے کبھی ایسی باتیں ہونے لگتی ہیں، جو اور لوگوں سے نہیں ہوسکتیں، ان باتوں کو ''کرامت'' کہتے ہیں۔

عقیدہ: ولی کتنے ہی بڑے درجہ کو پہنچ جائے مگر نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔

عقیدہ: کوئی بھی شخص خدا کا کیسا ہی پیارا ہو جائے، مگر جب تک ہوش وحواس باقی ہوں، شریعت کا پابند رہنا فرض ہے۔ نماز، روزہ اور کوئی عبادت معاف نہیں ہوتی۔ جو گناہ کی باتیں ہیں وہ اس کے لیے درست نہیں ہو جاتیں۔

عقیدہ: جو شخص شریعت کے خلاف کام کرتا ہو، وہ کبھی بھی خدا کا دوست نہیں ہوسکتا۔

اگر اس کے ہاتھ سے کوئی حیرت انگیز بات دکھائی دے یا تو وہ جادو ہے یا نفسانی اور شیطانی دھنداا اور شعبدہ ہے۔اس سے عقیدت ہرگز نہ رکھنی چاہیے۔

عقیدہ: ولی لوگوں کو بعض راز کی باتیں سوتے یا جاگتے میں معلوم ہو جاتی ہیں۔ان باتوں کو "کشف" اور "الہام" کہتے ہیں۔اگر وہ باتیں شریعت کے مطابق ہیں تب تو قبول ہیں لیکن اگر شریعت کے خلاف ہوں تو ہرگز قبول نہیں بلکہ مردود ہیں۔

چند کفریہ باتیں:

عقیدہ: ایمان اس وقت درست ہوتا ہے جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سب باتوں کو سچا سمجھے اور ان سب کو مان لے۔اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات میں شک کرنا یا اس کو جھٹلانا یا اس میں عیب نکالنا یا اس کا نداق اڑانا، ان سب باتوں سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔

عقیدہ: قرآن وحدیث کے کھلے واضح مطلب کو نہ ماننا اور اس میں اپنے مطلب کے معانی گھڑنا بددینی کی علامت ہے۔

عقیدہ: گناہ کو حلال سمجھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے۔اول تو گناہ کے قریب بھی نہ جانا چاہیے،لیکن اگر بدبختی سے اس میں مبتلا ہیں تو اس گناہ کو گناہ ضرور سمجھیں اور اس کی برائی اور اس کا حرام ہونا دل سے نہ نکالیں، ورنہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

عقیدہ: گناہ چاہے جتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو جب تک اس کو برا سمجھتا رہے، ایمان نہیں جاتا، البتہ کمزور ہو جاتا ہے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو جانا یا ناامید ہو جانا کفر ہے۔مطلب یہ ہے کہ یہ سمجھ لینا کہ آخرت میں ہر حال میں مجھے بڑے درجات ملیں گے، کوئی پکڑ نہ ہوگی یا یہ سمجھنا کہ میری ہرگز کسی طرح بخشش نہ ہوگی، کفریہ غلطی ہے۔مسلمان کو چاہیے کہ خوف اور اُمید کے درمیان میں رہے۔

عقیدہ: کسی سے غیب کی باتیں پوچھنا اوران پر یقین کر لینا کفر ہے۔

عقیدہ: یہ عقیدہ رکھیں کہ غیب کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، البتہ انبیائے کرام علیہم السلام کو وحی سے اور اولیاء اللہ کو ''کشف'' اور ''الہام'' سے اور عام لوگوں کو نشانیوں سے بعض باتیں معلوم ہو جاتی ہیں لیکن یہ باتیں ''علم الغیب'' نہیں بلکہ ''انباء الغیب'' (غیب کی خبریں) کہلاتی ہیں۔[1]

عقیدہ: کسی کا نام لے کر کافر کہنا یا لعنت کرنا بڑا گناہ ہے، ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظالموں پر لعنت، جھوٹوں پر لعنت۔ ہاں جن لوگوں کا نام لے کر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے یا ان کے کافر ہونے کی اطلاع دی ہے، ان کو کافر یا ملعون کہنا گناہ نہیں ہے۔

سنت و بدعت:

عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے جو چیزیں ثابت ہیں ان کو ''سنت'' کہتے ہیں۔ اسی طرح جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا، اس کو بھی ''سنت'' کہتے ہیں۔

عقیدہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی سب باتیں قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں بندوں کو بتادی ہیں، اب ان باتوں کے علاوہ دین میں کوئی نئی بات ایجاد کرنا درست نہیں۔ ایسی نئی بات کو ''بدعت'' کہتے ہیں۔ بدعت بہت بڑا گناہ ہے۔

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

عقیدہ: جب آدمی مر جاتا ہے اگر قبر میں دفن کیا جائے تو دفن کے بعد اور اگر دفن نہ کیا جائے تو جس حال میں بھی ہو، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرشتہ کا نام منکر اور دوسرے کا نکیر ہوتا ہے۔ یہ آکر مردہ سے پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟

۱- انباء الغیب کا معنی ہے غیب کی کچھ خبریں۔ ان چند باتوں کے جان لینے سے کوئی عالم الغیب نہیں ہو جاتا۔ عالم الغیب غیب کی اول وآخر تمام باتیں جاننے والے کو کہتے ہیں۔ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی وحدہ لاشریک ذات میں ہے۔

تیرا دین کیا ہے؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بتا کر یا صورت دکھا کر پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ اگر مردہ ایماندار ہو تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے، پھر اس کے لیے ہر طرح کا سکون مہیا کر دیا جاتا ہے، جنت کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے، جس سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتی ہیں اور وہ مزے سے سوتا رہتا ہے۔ اور اگر مردہ ایماندار نہ ہو تو سب سوالوں کے جواب میں کہتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم، پھر اس پر بڑی سختی اور عذاب قیامت تک ہوتا رہتا ہے۔ کچھ لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ اس امتحان سے معاف بھی فرما دیتا ہے۔ یہ سب باتیں مردہ کو معلوم ہوتی ہیں، ہم لوگ نہیں دیکھ سکتے، جیسے سوتا آدمی خواب میں بہت کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اس کے سرہانے بے خبر بیٹھا رہتا ہے۔

عقیدہ: مرنے کے بعد جو مردہ کا ٹھکانا ہوتا ہے، وہ ہر دن صبح وشام مردہ کو دکھلایا جاتا ہے۔ جنتی کو جنت دکھا کر خوشخبری دی جاتی ہے اور دوزخی کو دوزخ دکھا کر اس کا غم اور حسرت بڑھایا جاتا ہے۔

ایصالِ ثواب:

عقیدہ: مردے کے لیے دعا واستغفار، شریعت کے مطابق ایصالِ ثواب اور خیر خیرات کرنے سے اس کو فائدہ پہنچتا ہے اور سنت کے مطابق کیے گئے اعمال کا ثواب پہنچ جاتا ہے۔

علاماتِ قیامت اور قیامت:

عقیدہ: اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی جتنی علامتیں بتائی ہیں وہ سب ضرور ہونے والی ہیں۔ حضرت مہدی ظاہر ہوں گے اور خوب انصاف سے شرعی حکومت جسے ''خلافت'' کہتے ہیں، قائم کریں گے۔ کانا دجال جو کہ یہود کی قوم کا ایک شخص ہے، نکلے گا اور دنیا میں فساد مچا دے گا۔ اس کے مارنے اور قتل کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام آسمان سے اتریں گے اور اس مردود کو قتل کر ڈالیں گے۔ یاجوج ماجوج بڑی فسادی قوم ہے، وہ تمام زمین پر پھیل پڑیں گے اور بڑا ہی اودھم مچائیں گے۔ پھر خدا تعالیٰ کے قہر سے ہلاک

ہوں گے۔ ایک عجیب قسم کا جانور زمین سے نکلے گا اور آدمیوں سے باتیں کرے گا۔ مغرب کی جانب سے سورج طلوع ہوگا، اس وقت توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ قرآن مجید اوراق سے اٹھ جائے گا اور تھوڑے ہی دنوں میں سارے مسلمان مر جائیں گے اور تمام دنیا کافروں سے بھر جائے گی۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہوں گی۔

عقیدہ: جب تمام نشانیاں پوری ہو جائیں گی تو قیامت شروع ہوگی۔ حضرت اسرافیل علیہ الصلاۃ والسلام خدا تعالیٰ کے حکم سے صور پھونکیں گے۔ صور ایک بہت بڑی چیز ہے، جو سینگ کی طرح ہے۔ اس صور کے پھونکنے سے تمام زمین و آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ تمام مخلوقات مر جائے گی اور جو مر چکے ہیں، ان کی روحیں بے ہوش ہو جائیں گی، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ جن کو بچانا چاہیں گے، وہ اپنے حال پر رہیں گے۔ ایک مدت اسی کیفیت وحالت پر گزر جائے گی۔

عقیدہ: پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ سب کو دوبارہ پیدا کرے تو دوسری بار صور پھونکا جائے گا۔ اس سے پھر سارا عالم پیدا ہو جائے گا، مردے زندہ ہو جائیں گے اور سب قیامت کے میدان میں اکٹھے ہو جائیں گے اور وہاں کی تکالیف سے گھبرا کر سب پیغمبروں کے پاس سفارش کرانے جائیں گے کہ ہمارا حساب شروع کیا جائے۔ کوئی اس کی ہمت نہ کرے گا۔ آخر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کریں گے۔ ترازو لا کر رکھی جائے گی۔ اچھے برے اعمال تولے جائیں گے۔ ان کا حساب ہوگا۔ بعض لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ نیک لوگوں کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں اور بروں کا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو حوضِ کوثر کا پانی پلائیں گے، جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ پل صراط پر چلنا ہوگا۔ جو لوگ نیک ہوں گے وہ اس سے پار ہو کر جنت میں پہنچ جائیں گے، جو برے ہوں گے وہ اس پر سے دوزخ میں گر پڑیں گے۔

جنت اور جہنم:

عقیدہ: جنت بھی پیدا ہو چکی ہے اور اس میں چین، سکون، راحت اور طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی۔ جنتیوں کو کسی طرح کا ڈر اور غم نہ ہوگا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ نہ اس سے نکلیں گے اور نہ وہاں مریں گے۔

عقیدہ: دوزخ پیدا ہو چکی ہے۔ اس میں سانپ، بچھو اور طرح طرح کا عذاب ہے۔ دوزخیوں میں سے جن میں ذرا بھی ایمان ہوگا، وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر رسولوں اور نبیوں کی سفارش سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے، چاہے کتنے ہی بڑے گناہ گار ہوں۔ اور جو کافر اور مشرک ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ان کو موت بھی نہ آئے گی۔

عقیدہ: اللہ کو اختیار ہے کہ چھوٹے گناہ پر سزا دیدے یا بڑے گناہ کو اپنی مہربانی سے معاف فرمادے اور اس پر بالکل سزا نہ دے۔

عقیدہ: جنت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو جنتیوں کو نصیب ہوگا۔ اس کی لذت کے مقابلے میں تمام نعمتیں بے حیثیت معلوم ہوں گی۔

اعتبار خاتمے کا ہے:

عقیدہ: عمر بھر کوئی کیسا ہی بھلا ہو، مگر جس حالت پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے، اسی کے مطابق اس کو اچھا برا بدلہ ملتا ہے۔

عقیدہ: آدمی عمر بھر میں جب کبھی توبہ کرے یا مسلمان ہو، اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے، البتہ مرتے دم جب سانس ٹوٹنے لگے اور عذاب کے فرشتے دکھائی دینے لگیں، اس وقت نہ توبہ قبول ہوتی ہے اور نہ ایمان۔

تیسرا باب

مسنون اعمال

تیسرا باب: چوبیس گھنٹے کے مسنون اعمال

رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنتیں

چوبیس گھنٹے کے مسنون اعمال و آداب

صبح اُٹھتے وقت:

☆ ...... نیند سے اُٹھتے ہی دونوں ہاتھوں سے چہرے اور آنکھوں کو ملنا تاکہ نیند کا خمار دور ہو جائے۔

☆ ...... جاگنے کے بعد یہ دُعا پڑھنا: "اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ أَحْیَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا، وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ."

☆ ...... سوکر اُٹھنے کے بعد مسواک کرنا۔

فائدہ:

وضو میں دوبارہ مسواک کی جائے گی۔ وہ علیحدہ مسنون ہے۔ سوکر اُٹھتے ہی مسواک کر لینا علیحدہ سنت ہے۔

نیند سے بیدار ہونے کے بعد کپڑے پہننے ہوتے ہیں۔ کپڑے پہنتے وقت ان سنتوں کا خیال رکھیں:

☆ ...... کرتا یا قمیص پہنیں تو پہلے داہنی آستین دائیں ہاتھ میں پہنیے۔ پھر بائیں ہاتھ میں بائیں آستین پہنیے۔ پاجامہ یا شلوار پہنیں تو اوّل دائیں پاؤں میں پھر بائیں پاؤں میں پہنیے۔ ایسے ہی جوتا پہلے دائیں پاؤں میں پھر بائیں پاؤں میں پہنیے۔ اور جب اُتاریں تو پہلے بائیں طرف کا اُتاریے۔ پھر دائیں طرف کا اُتاریے۔ پہنی جانے والی ہر چیز کے لیے یہی طریقہ مسنون ہے۔

☆...... پانی لینے کے لیے پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈبوئیں بلکہ پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھولیں، تب پانی کے اندر ہاتھ ڈالیں۔

☆...... جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا میں تشریف لے جاتے تو جوتا پہن کر اور سر ڈھک کر جاتے تھے۔

☆...... بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے یہ دُعا پڑھیں:

"بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ."

☆...... بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں قدم اندر رکھیں۔

☆...... جب بدن ننگا کریں تو آسانی کے ساتھ جتنا نیچا ہوکر بدن کھول سکیں، اتنا ہی بہتر ہے۔

☆...... انگوٹھی یا کسی چیز پر قرآن پاک کی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک لکھا ہوا ہو اور وہ دکھائی دیتا ہو تو اس کو اُتار کر باہر ہی چھوڑ جانا چاہیے۔

☆...... وہ تعویذ جس کو پلاسٹک یا چمڑے میں بند کرلیا گیا ہو یا کپڑے میں سی لیا گیا ہو، اس کو پہن کر جانا جائز ہے۔

☆...... رفعِ حاجت کے وقت قبلہ کی طرف نہ چہرہ کریں نہ پیٹھ۔ جنوباً شمالاً یا ٹیڑھا ہوکر، قبلہ سے پھر کر بیٹھیں۔

☆...... رفعِ حاجت کرتے ہوئے (بغیر شدید ضرورت کے) بات نہ کریں، اسی طرح زبان سے اللہ کا ذکر بھی نہ کریں۔

☆...... پیشاب کرتے وقت یا استنجا کرتے وقت عضوِ خاص کو دایاں ہاتھ نہ لگائیں بلکہ بایاں ہاتھ لگائیں۔

☆...... پیشاب یا پاخانے کی چھینٹوں سے بہت بچیں کیونکہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے سے ہوتا ہے۔

☆...... غسل کرلینے کے بعد تولیہ سے بدن پونچھنا اور نہ پونچھنا دونوں حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، لہٰذا دونوں طریقے ہی مسنون ہوئے۔

☆...... بیت الخلا سے نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر نکالیں۔

☆...... بیت الخلا سے باہر آنے کے بعد یہ دُعا پڑھیں:

"غُفْرَانَکَ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّیَ الْاَذٰی وَعَافَانِیْ."

☆...... سنت کے مطابق اچھی طرح وضو کیجیے۔

مسواک کے متعلق سنتیں:

☆...... ہر وضو کے وقت مسواک کرنا سنت ہے۔[١]

☆...... مسواک ایک بالشت سے زیادہ لمبی نہ ہو اور اُنگلی سے زیادہ موٹی نہ ہو۔

وضو کے علاوہ دیگر اوقات جن میں مسواک کرنا سنت یا مستحب ہے، یہ ہیں:

(١) قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے لیے

(٢) حدیث شریف پڑھنے یا پڑھانے کے لیے

(٣) منہ میں بدبو ہو جانے کے وقت

(٤) علم دین پڑھنے یا پڑھانے کے وقت

(٥) ذکرِ الٰہی سے پہلے

(٦) اپنے گھر میں داخل ہونے کے بعد

(٧) کسی بھی اچھی محفل میں جانے سے پہلے

(٨) بھوک پیاس لگنے کے وقت

☆...... اذان کا جواب دینا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو کلمات مؤذن کہتا جائے، وہی کلمات سننے والا دُہراتا جائے، مگر جب مؤذن "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ" اور "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کہے، تو سننے والا "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" کہے اور فجر کی اذان میں "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ"

١- واضح رہے کہ مسواک مردوں کی طرح خواتین کے لیے بھی سنت ہے۔ دیکھیے: امداد الفتاوی: ١/٥

کے جواب میں "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ" کہے۔

☆......اذان ختم ہوجانے کے بعد درود شریف اور "دُعائے وسیلہ" پڑھیں۔ اس کا پڑھنے والا شفاعت کا مستحق ہوجاتا ہے۔ "دُعائے وسیلہ" یہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِيْ وَعَدْتَهٗ. اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ."

☆......فجر کے وقت دو رکعت سنتیں ہیں۔ ان کا ثواب دنیا و مافیہا سے بھی زیادہ ہے۔

مسئلہ: سورج کے طلوع، زوال اور غروب کے وقت ہر طرح کی نماز ممنوع ہے۔ ان تین اوقات میں سجدہ بھی نہ کریں۔

مسئلہ: صبح صادق سے لے کر سورج طلوع ہونے کے پندرہ بیس منٹ بعد تک نفل نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اس لیے اس وقت تحیۃ الوضو بھی نہ پڑھیں، البتہ قضا نماز اور سجدۂ تلاوت جائز ہے۔

☆......ہر نماز کو اس طرح خشوع وخضوع سے ادا کریں گویا کہ وہ زندگی کی آخری نماز ہے۔

☆......نماز میں دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھیں۔ تمام اعضا بھی پُرسکون ہونے چاہییں۔

☆......نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرش پر، چٹائی پر اور زمین پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد:

☆......فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" ایک مرتبہ "اَسْتَغْفِرُ اللّٰه" تین مرتبہ پڑھنا۔

☆......فجر وعصر کے فرضوں کے بعد تھوڑی دیر ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا۔

☆......پانچوں وقت نماز سے فارغ ہوکر کچھ دیر اپنی جگہ بیٹھے رہنا۔ جب تک نمازی اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے، اس کے لیے فرشتے برابر دُعائے مغفرت ودُعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔

☆......نمازِ فجر سے فارغ ہوکر اشراق کے وقت تک ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا۔

اشراق کی نماز:

☆......فجر کی نماز سے فارغ ہوکر اشراق تک ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا سنت ہے۔ اس میں اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ جس جگہ فرض پڑھے ہیں وہیں بیٹھی رہے۔ درمیانہ درجہ یہ ہے کہ کسی بھی جگہ بیٹھ کر تسبیحات پڑھتی رہے۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کوئی کام کرنا شروع کردے، زبان سے یا دل میں مسلسل اللہ کا ذکر کرتی رہے۔

☆......جب سورج نکلنے کے بعد اس میں چمک آجائے یعنی سورج نکلنے کے تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد، تو دو رکعت نفل پڑھیں۔ اس عمل پر پورے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ اس کو ''نمازِ اشراق'' کہتے ہیں۔ اشراق کے وقت چار رکعت نفل پڑھے تو اس کی کھال کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی۔

صبح کا ناشتہ:

☆......نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح شہد میں پانی ملا کر پیا کرتے تھے۔ ''نبیذِ تمر'' یعنی چھوہاروں کا پانی پینا بھی روایات میں آیا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ رات کو چھوہارے بھگوئے ہوں تو صبح پی لے اور صبح بھگوئے ہوں تو شام کو پی لے۔

چاشت کی نماز:

اشراق کے بعد گھر کے کام کاج میں لگ جائیں، پھر چاشت کے وقت چاشت کی نماز پڑھیں۔

☆......جب دھوپ میں تیزی آجائے، یعنی اندازاً آٹھ بجے کے بعد سے زوال سے ایک گھنٹہ قبل تک کے درمیان دو رکعت یا چار رکعت یا چھ رکعت یا آٹھ رکعت پڑھنا مسنون ہیں۔ اس کو ''چاشت'' کی نماز کہتے ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ چاشت کی صرف دو رکعت پڑھنے سے آدمی کے بدن میں

موجود تین سو ساٹھ جوڑوں کا صدقہ ادا ہو جاتا ہے اور تمام (صغیرہ) گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے، اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

چاشت کی چار رکعت پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دن بھر کے بڑے بڑے کام بآسانی پورے کروا دیتے ہیں۔اس کے کاموں کی کفالت فرما لیتے ہیں۔

چاشت سے فارغ ہو کر پھر گھر کے کام کاج میں لگ جایئے۔

کھانا کھانے کی سنتیں:

زوال کے قریب اکثر کھانا کھانے کی عادت ہوتی ہے، لہٰذا اب کھانا کھانے کی سنتیں لکھی جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر چلنے کی توفیق بخشے۔

مسنون کھانے:

کھانے کی بہت سی صورتیں اور قسمیں ایجاد ہوتی جارہی ہیں اور ہم ان کو اپناتے جارہے ہیں۔ضرورت ہے کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اپنالیا جائے۔اگر محبت سچی ہے تو ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں۔ہمیشہ کے تو کیا کہنے! کم از کم ایک دفعہ محض سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے وہ چیزیں کھالیجیے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمائی ہیں۔کھاتے وقت اگر یہ سوچ لیا جائے کہ اب تک تو ہم اپنی مرضی وخواہش سے کھاتے رہے ہیں مگر اب ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی نیت سے کھائیں گے تو اس میں برکت بھی ہوگی، نور بھی ہوگا اور راحت بھی ہوگی۔ان شاء اللہ!

جَو کی روٹی۔بغیر چھنے ہوئے (بھوسی والے) آٹے کی روٹی۔حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ساری عمر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھائی۔تمام قدیم وجدید اطباء کا اتفاق ہے کہ گندم میں موجود بھوسی میں فائدے ہی فائدے ہیں۔ہاضمہ درست رکھتی ہے۔شوگر کو کنٹرول کرتی ہے۔آج کل امت اس سنت کو چھوڑ کر اور سفید آٹے کی عادی ہو کر بہت سے امراض خصوصاً پیٹ کی بیماریوں میں مبتلا ہو رہی ہے۔اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ اور سنتوں بھرا فطری طرزِ زندگی نصیب فرمائے۔

اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، دنبہ، مرغ، خرگوش، نیل گائے اور پرندوں کا گوشت۔ مچھلی۔ کھجوریں۔ کچی، نیم پختہ، تر وخشک ہر قسم کی کھجوریں۔ خشک چھوارے۔ روٹی پر کھجوریں رکھ کر دونوں کو ملا کر کھانا۔ سرکہ اور روٹی۔ گوشت سکھایا ہوا، بھنا ہوا، شوربے کے ساتھ پکا ہوا، سبزی کے ساتھ پکا ہوا، دستی اور ران کا گوشت، پُٹھ کا گوشت، دل، کلیجی۔ زیتون کا تیل۔ کلونجی۔ لوکی، کدو۔ پنیر اور مکھن کے ساتھ چھوہارے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ، تربوز، کھیرا اور ککڑی کو کھجوروں کے ساتھ ملا کر کھایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھی چیزیں اور شہد مرغوب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھرچن اچھی لگتی تھی۔

اس کے علاوہ حدیث شریف میں ان پانچ کھانوں کا خصوصی تذکرہ ملتا ہے:

(۱) شوربے میں روٹی بھگو کر کھانا جس کو ''ثرید'' کہتے ہیں۔

(۲) ''حریرہ'': گیہوں یا جو کے آٹے میں زیتون کا تیل ڈال کر ایک ملیدہ سا بنتا تھا جس میں کالی مرچیں اور دیگر مصالحہ ڈالا جاتا تھا۔

(۳) ''تلبینہ'': یہ کوٹے ہوئے جو کو دودھ اور شہد میں ملا کر بنایا جاتا تھا۔

(٤) ''حیس'': یہ دیسی گھی میں پنیر اور کھجور ڈال کر بنایا جاتا تھا۔

(٥) جو کا آٹا اور چقندر ملا کر پکایا گیا دلیہ۔

کھانے کی سنتیں اور آداب:

☆...... کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔

☆...... یہ نیت کہ کھانا اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اس کی عبادت کے لیے درکار قوت حاصل کرنے کے لیے کھاتی ہوں۔

☆...... دسترخوان زمین پر بچھا کر کھانا کھانا۔

☆...... دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا، اسی طرح کسی دوسرے کو کھانا دینا، یا کسی سے کھانا لینا ہو تب بھی دایاں ہاتھ استعمال کرنا۔

☆...... اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانا۔ کھانے میں جتنے ہاتھ جمع ہوں گے اتنی ہی برکت

زیادہ ہوگی۔

مزید چند سنتیں یہ ہیں:

☆...... کھانے پر قناعت کرلینا، یعنی جتنا اور جیسا مل جائے اس پر راضی رہنا اور اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھ کر کھانا۔

☆...... جوتے اُتار کر کھانا کھانا۔

☆...... کھانے کی مجلس میں جو شخص بزرگ ہو اور بڑا ہو، پہلے اس سے شروع کرانا۔

☆...... کھانا تین اُنگلیوں سے آرام سے کھایا جاسکتا ہو تو چوتھی اُنگلی کو شامل نہ کرنا۔ غرضیکہ بقدرِ ضرورت ہاتھ کی اُنگلیاں استعمال کرنا۔

☆...... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کرنا۔

☆...... کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے اور درمیان میں یاد آجائے تو اس طرح پڑھیں: "بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَ آخِرَہٗ."

☆...... کھانا اپنی جانب والے کنارے سے شروع کرنا، برتن کے بیچ میں یا دوسرے آدمی کے آگے ہاتھ نہ ڈالنا۔

☆...... دسترخوان پر مختلف کھانے ہوں، تو مختلف جگہوں سے مختلف چیزیں اُٹھا کر لینا جائز ہے۔

☆...... کھانے میں پھونک نہ ماریں۔

☆...... گھر میں سرکہ اور شہد رکھنا سنت ہے۔ (سرکہ سے قدرتی سرکہ مراد ہے۔ آج کا کیمیکلز سے بنا ہوا مصنوعی سرکہ مراد نہیں)

☆...... گوشت کا ٹکڑا بڑا ہو تو اس کو چھری سے کاٹ کر چھوٹا کر کے کھانا درست ہے۔

☆...... گوشت کی بوٹی کو چھری سے کاٹ کر کھانے کے بجائے دانتوں سے نوچ کر کھائیں، زود ہضم اور مزیدار معلوم ہوتا ہے۔

☆...... تیز گرم کھانا نہ کھائیں۔ ذرا دم لیں۔ گرمائش کم ہونے دیں۔ سہار ہو جائے

تب کھائیں۔

☆......کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی کوئی چیز یا لقمہ نیچے گر جائے تو اس کو اُٹھا کر صاف کر کے کھالینا چاہیے، شیطان کے لیے نہ چھوڑیں۔

☆......آپ کے ساتھ کوئی کھانا کھا رہی ہے تو حتی الوسع اس کا ساتھ دیں تا کہ وہ پیٹ بھر کر کھالے۔ اس سے پہلے بس نہ کریں۔ البتہ مجبوری ہو تو عذر کر دیں۔

☆......جس خادمہ نے کھانا پکایا ہے، اس کو کھانے میں شریک کرنا یا دو چار لقمہ اس کو علیحدہ دے دینا۔

☆......کھانا کھانے کے بعد اُنگلیوں اور برتن کو چاٹ لینا، کیا معلوم کہ شاید اسی حصہ میں حق تعالیٰ شانہ نے برکت رکھی ہو جو برتن میں رہ گیا ہے۔

☆......جب اُنگلیاں چاٹیں تو پہلے درمیانی بڑی اُنگلی، اس کے بعد کلمہ والی اور پھر انگوٹھا چاٹیں۔

☆......کھانے سے فارغ ہو کر کوئی مسنون دُعا پڑھنا۔ درج ذیل دُعا کے پڑھنے سے گناہ (صغیرہ) معاف ہو جاتے ہیں:

"اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ، وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِنِّی وَلَا قُوَّۃٍ."

☆......کسی دوسرے کے دستر خوان پر کھانا کھائے تو اس کے لیے یہ دُعا کرنا۔

"اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنَا، وَاسْقِ مَنْ سَقَانَا."

یا یہ دُعا پڑھے:

"اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ، وَاغْفِرْلَھُمْ، وَارْحَمْھُمْ."

تنبیه: اس وقت دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھانا ثابت نہیں۔

☆......اس گھر میں بہت خیر ہوگی جہاں کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر کلی کرنے کی عادت ہو۔

پینے کی سنتیں:

☆...... دائیں ہاتھ سے پانی پییں، بائیں ہاتھ سے شیطان پانی پیتا ہے۔

☆...... پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہنا۔

☆...... تین سانس میں پانی پینا چاہیے اور برتن سے منہ الگ کر کے سانس لینا چاہیے۔

☆...... پہلی سانس میں تھوڑا پانی لے، دوسرے میں اس سے زیادہ اور تیسرے میں اس سے زیادہ۔

☆...... پینے کی چیز میں پھونک نہ مارنا۔

☆...... رات کو چھوارے یا کشمش یا منقی پانی میں بھگو کر رکھنا اور صبح کو ان کا پانی پینا، اگر گرمی کی وجہ سے یا دیر تک رکھا رہنے کی وجہ سے نشہ پیدا ہو جائے تو ہرگز نہ پییں، نشہ آور چیز حرام ہے۔

☆...... کوئی مشروب خود پی کر بچا ہوا دوسرے کو دینا ہو تو دائیں جانب والے کا حق ہوتا ہے۔

☆...... جو شخص دوسروں کو پلائے وہ خود سب سے آخر میں پیے۔

☆...... دودھ پینے کے بعد یہ دُعا پڑھنا: "اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ، وَزِدْنَا مِنْهُ"

☆...... دودھ کے علاوہ دوسری چیزیں پی کر یہ دُعا کرنا: "اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ، وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِّنْهُ."

☆...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس کے باہر لوہے کی پتی جڑی ہوئی تھی۔ ہر پینے کی چیز اس میں ڈال کر پی لیتے تھے۔ ایک روایت میں شیشے کا پیالہ بھی آیا ہے۔

شام کے وقت:

☆...... عصر کی نماز کے بعد سے مغرب کی نماز تک جو شخص ذکرِ الٰہی کرتا ہے، اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلاموں کے آزاد کرنے کا سا ثواب ہوتا ہے۔

☆......گھر کے کام کاج میں بھی مشغول ہو جائیں تو وقت بوقت ذکر کرتی رہیں اور جھوٹ، جھوٹی قسم اور دیگر گناہوں سے پرہیز کریں۔ ویسے ان باتوں کا تمام عمر ہی خیال رکھنا اور تمام گناہوں سے بچنا ضروری ہے۔ گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لینا چاہیے۔

☆......جب سورج غروب ہونے لگے تو چھوٹے بچوں کو گھر سے باہر نہ جانے دیں۔ اگر باہر ہوں تو ان کو گھر بلا لیں، اس وقت شیطانی لشکر پھیلتا ہے۔

گھر میں داخل ہوتے وقت کی سنتیں:

☆......گھر میں داخل ہوتے وقت کی دُعا پڑھیں۔

☆......گھر میں جو موجود ہو، بڑے ہوں یا بچے، ان کو سلام کرنا۔

☆......جب گھر والوں میں سے کسی کے بے پردہ ہونے کا وقت یا اندیشہ ہو تو اطلاع دے کر (کھنکار کر یا کواڑ بجا کر) اندر داخل ہونا۔

☆......گھر والوں کو کنڈی سے یا پیروں کی آہٹ سے یا کھنکھارنے سے خبردار کر دینا۔

فائدہ:

بعض مرتبہ والدہ، بیٹی، بہن بھی ایسی حالت میں بیٹھی ہوتی ہیں کہ اچانک پہنچ جانے سے ان کو حیاو شرم آئے گی، اس لیے گھر میں داخل ہوتے وقت اس کی عادت بنالیں۔

رات کی سنتیں:

☆......گھر کے دروازے "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم" پڑھ کر بند کر دیں اور "بِسْمِ اللّٰہ" پڑھ کر کنڈی لگائیں۔

☆......جن برتنوں میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں ان سب کو "بِسْمِ اللّٰہ" پڑھ کر ڈھانپ دیں۔ حتیٰ کہ اگر پانی کی بالٹی ہو تو اس پر بھی کوئی چیز چاہے لکڑی ہی سہی، "بِسْمِ اللّٰہ" پڑھ کر رکھ دیں۔

☆......آگ جلتی ہو یا سلگ رہی ہو تو اس کو بجھا دیں۔

☆......جس چیز سے آگ لگنے کا خطرہ ہو، اس کو بجھا دیں۔

☆......بچوں کو نصیحت آمیز کہانیاں سنائیں اور دل لگی کی باتیں کریں۔

☆......جب بچے نو دس سال کی عمر کے ہو جائیں تو بہن بھائیوں کے بستر بھی الگ الگ کر دیں۔

☆......سرمہ دانی رکھیں اور سوتے وقت خود بھی اور بچوں کے بھی تین تین سلائیاں دونوں آنکھوں میں سرمہ ڈالیں۔ پہلے تین مرتبہ دائیں آنکھ میں پھر بائیں آنکھ میں ڈالیں۔

سونے کے آداب:

☆......طہارت کے ساتھ سوئیں۔ پہلے سے وضو ہو تو کافی ہے، ورنہ وضو کر لیں۔

☆......سونے سے پہلے مسواک کر لیں۔

☆......بستر بچھا ہوا ہو یا لپٹا ہوا ہو تو لیٹنے سے پہلے اس کو جھاڑ لیں۔

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کپڑے کے بچھونے پر، چٹائی پر، چمڑے اور کھال پر سونا ثابت ہے۔

- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چارپائی پر اور زمین پر دونوں طرح سے سونا ثابت ہے۔

☆......داہنی کروٹ پر قبلہ کی طرف رُخ کر کے سونا۔

☆......داہنے ہاتھ پر گال رکھ کر سونا۔

☆......سونے سے قبل سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھ کر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں ملا کر ان پر پھونک ماریں۔ پھر دونوں ہاتھوں کو سر سے شروع کر کے پیروں تک، اس کے بعد کمر کی طرف پھیر لیں۔ اس طرح سے تین بار کریں۔

☆......لیٹ کر یہ دُعا پڑھنا: "اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی."

☆......تین بار یہ استغفار پڑھیں: "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ، وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ."

☆......33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھیں اور آخر میں کلمۂ طیبہ پڑھ کر سو جائیں۔

☆......رات کو سورۂ واقعہ کا ورد کر لینے سے فاقہ کی نوبت نہیں آتی۔

تہجد کی نماز:

☆......تہجد کی نماز کے لیے اُٹھنے کی نیت کر کے سونا۔

☆......تہجد کے لیے مصلّٰی سرہانے رکھ کر سونا۔

☆......وضو کا پانی اور مسواک پہلے سے تیار رکھنا۔

☆......عشا کی نماز کے بعد (بلاضرورت) دنیوی باتیں کرنا منع (یعنی مکروہ تنزیہی) ہے۔اس میں وقت لگانے سے تہجد کی نماز چھوٹ جاتی ہے اور کبھی تو فجر بھی قضا ہو جاتی ہے۔

☆......جس وقت بھی رات کو آنکھ کھل جائے، صبح صادق سے پہلے پہلے تہجد کی نماز پڑھنا۔

فائدہ:

(۱) جس کی تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلتی ہو تو عشا کے بعد چار رکعت تہجد کی نیت سے پڑھ لیا کرے، یہ رکعتیں تہجد میں شمار ہو جاتی ہیں۔ پھر اگر رات کو آنکھ کھل جائے تو اس وقت تہجد کی نماز پڑھ لیں، ورنہ یہ چار رکعت بھی کافی ہو جائیں گی۔

(۲) تہجد کی کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہوتی ہیں۔ باقی نوافل جس قدر چاہیں، پڑھیں۔ ذکرِ الٰہی کریں۔ تلاوت کریں۔ اگر چاہیں تو تہجد پڑھ کر پھر سو جائیں، درست ہے، مگر فجر کی نماز اپنے وقت پر ادا کریں۔

☆......رات کو اچھا خواب نظر آئے، طبیعت چاہے تو کسی مستند عالم یا سمجھدار اور ہمدرد خاتون سے ذکر کر دے تاکہ اچھی تعبیر دے اور اگر بُرا اور ڈراؤنا خواب دکھائی دے تو جس وقت آنکھ کھلے، اسی وقت ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ'' ایک بار پڑھ کر بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دے اور کروٹ بدل کر سو جائے۔ کسی سے ذکر نہ کرے۔ ان شاء اللہ کوئی نقصان نہ ہوگا۔

مختلف سنتیں

☆...... جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مزاج کے مطابق کوئی چیز پیش آتی تھی تو یوں شکر ادا کرتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ."

اور جب ناگواری کی حالت پیش آتی تو فرماتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ."

☆...... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کے متعلق بری بات معلوم ہوتی تو یوں نہیں فرماتے کہ فلاں شخص کو کیا ہوا ایسا ایسا کرتا ہے، بلکہ یوں فرماتے: "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا ایسا کرتے ہیں؟"

☆...... جب سردی کا موسم آتا تو جمعہ کی رات کو اندر سونا شروع فرماتے اور جب گرمی کا موسم آتا، جمعہ کی رات کو باہر سونا شروع فرماتے۔ جب نیا کپڑا پہنتے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا یعنی الحمدللہ یا اور کوئی شکر کا لفظ کہتے۔ شکرانے کے دو نفل پڑھتے اور پرانا کپڑا کسی ضرورت مند کو دے دیتے۔

☆...... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ ہنسی آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منہ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے۔

☆...... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھینک آتی تو ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے اور آواز کو دبا لیتے تھے۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کوئی آپ سے ملتا اور وہ ٹھہر جاتا تو اس کے ساتھ آپ بھی ٹھہر جاتے اور جب تک وہ نہ جاتا، آپ ٹھہرے ہی رہتے اور جب کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہاتھ میں ہاتھ دینا چاہتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ دے دیتے اور جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑے، آپ ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے آپ اپنا چہرہ کسی سے نہ پھیرتے جب تک وہ نہ پھیرتا اور کوئی چپکے سے بات کہنا چاہتا تو آپ کان اس کی طرف کردیتے تھے اور جب تک وہ فارغ نہ ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کان نہیں ہٹاتے تھے۔

☆......آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن سے قبل قرآن شریف ختم نہ کرتے تھے۔

☆......آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائز کام کو منع نہیں فرماتے تھے۔ کوئی آپ سے کچھ مانگتا تو اگر اس کی مانگ پورا کرنے کا ارادہ ہوتا تو ہاں کہہ دیتے، ورنہ خاموش ہوجاتے۔

☆......زیرِ ناف، بغل، ناک کے بال صاف کرلینا۔

☆......عورتوں کو ناخنوں پر مہندی لگانا۔

☆......بیمار کی دوا دارُو کرنا۔

☆......عورتوں کے پردہ کی چادر اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ایک بالشت بلکہ ایک ہاتھ زمین پر گھسٹتی چلتی تھی۔

☆......جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی لباس زیب تن فرماتے، حتیٰ کہ جوتیاں بھی تو پہلے داہنی طرف سے پہننا شروع فرماتے اور جب لباس یا جوتا اُتارتے تو پہلے بائیں طرف سے اُتارنا شروع فرماتے تھے۔

☆......کپڑا پرانا ہوجاتا تو اس کا استعمال فوراً ختم نہ کردیتے تھے۔ پیوند لگا کر استعمال فرما لیتے تھے۔

☆......جو لوگ دنیا کے اعتبار سے اپنے سے کمزور اور غریب ہیں، ان کی طرف دھیان رکھنے کی تلقین فرماتے تھے اور دین کے اعتبار سے جو لوگ اپنے سے زیادہ دین دار ہیں، ان کی طرف دھیان رکھنے کو فرماتے۔

☆......مرد کو پاجامہ، شلوار، تہبند وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رکھنا چاہیے اور خواتین کو نیچے۔

☆......جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہنا۔ یہ عمل بچہ اور بچی دونوں کے لیے مسنون ہے۔

☆......جب سات روز کا ہو جائے تو اس کا اچھا نام رکھنا۔

☆......ساتویں روز عقیقہ کرنا۔ ساتویں روز نہ ہو تو چودھویں ورنہ اکیسویں روز۔

☆......کسی بزرگ سے چھوارہ چبوا کر بچے کو چٹوانا اور بزرگ سے دُعا کرانا۔

☆......گھر پر مہمان آئے تو اس کی عزت و اکرام کرنا۔

☆......کسی شخص نے آپ کی مہمان نوازی نہ بھی کی ہو، لیکن وہ آپ کے گھر آئے تو اس کی خدمت خاطر کرنا۔

☆......مہمان جب رُخصت ہو تو گھر کے دروازے تک اس کو چھوڑنا۔

☆......پڑوسی کو اپنی جانب سے ہر تکلیف سے بچانا، اس کو اچھی بات کہنا، ورنہ خاموش رہنا، صلہ رحمی کرنا۔

☆......کوئی ہدیہ یا تحفہ لائے اور آپ کے ذہن میں اس کا خیال یا خواہش بھی نہ تھی تو اس کو قبول کر لینا۔

☆......جو مسلمان خاتون ملے، سلام کرنا۔ چھینک آئے تو الحمدللہ کہنا۔ سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا اور چھینک کا جواب یرحمک اللہ سے دینا واجب ہے۔

☆......بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کے لیے جانا، مر جائے تو رسموں سے بچتے ہوئے اور پردہ کی پابندی کرتے ہوئے اس کے گھر کی خواتین سے تعزیت کرنا۔

☆......جب کوئی دعوت دے تو شرعی عذر کے بغیر دعوت رد نہ کرنا۔

☆......امانت کو جوں کی توں ادا کرنا۔

☆......وعدے کو پورا کرنا۔

☆......کوئی رشتہ دار بدسلوکی کرے تو اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا۔

☆......چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی عزت کرنا۔

☆...... پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

☆...... غیر مسلم اقوام کی وضع قطع، ان کے رسم و رواج اور فیشن چھوڑ کر اپنی زندگی کو اسلام کے مطابق بنانا۔

☆...... غصہ پی جانا۔ مسلمانوں کو اپنے ہاتھ یا زبان سے تکلیف دینے سے محفوظ رکھنا۔

☆...... نعمت پر شکر کرنا، مصیبت پر صبر کرنا۔

☆...... موسیقی اور گانے کی طرف کان نہ لگانا۔

☆...... سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے رہنا۔

☆...... دُعا کے اول و آخر میں درود شریف پڑھنا۔

☆...... تمام صحابہ کرام، ازواج مطہرات اور اہلِ بیت (رضی اللہ عنہم اجمعین) سب سے محبت رکھنا۔

☆...... خوش طبعی یعنی دل لگی کے لیے اچھا مذاق کرنا اور اس میں سچ بولنا۔

☆...... اپنے اوقات میں کچھ وقت اللہ کی عبادت کے لیے، کچھ گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے (جیسے ان سے ہنسنا بولنا) اور کچھ اپنی جسم و جان کے آرام و راحت کے لیے نکالنا۔

☆...... دین کی بات سن کر دوسرے مسلمان تک پہنچانا۔

☆...... اپنی زبان کو لایعنی باتوں سے بچانا۔

☆...... کشادہ پیشانی اور حسن اخلاق کے ساتھ ملنا۔

☆...... بات کا نرمی سے جواب دینا۔

☆...... اپنے ملنے جلنے والوں کے حالات معلوم کرتے رہنا۔

☆...... اچھی بات سن کر اس کی اچھائی، بری بات سن کر اس کی برائی سمجھنا۔

☆...... ہر کام کو نظم اور سلیقے سے کرنا۔ (یہ سنت آج کل مسلمانوں سے چھوٹتی جا رہی ہے)

☆...... کسی قوم کی معزز خاتون ہو تو اس کے ساتھ عزت سے پیش آنا۔

☆......مجلس میں اُٹھنا بیٹھنا اللہ کے ذکر کے ساتھ ہو۔ ہر مجلس میں ایک بار کسی وقت درود شریف پڑھنا۔

☆......مجلس میں جو جگہ مل جائے اسی جگہ بیٹھ جانا۔

☆......کوئی خاتون جہاں بیٹھی ہے، اس کو کسی ترکیب سے اُٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھنا۔

☆......بچہ بچی سات برس کے ہو جائیں تو نماز وغیرہ دین کی باتوں کا حکم دینا۔

☆......دس برس کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو سختی کرنا۔ اگر ضرورت پڑے تو مار کر نماز پڑھوانا۔

چالیس مسنون دُعائیں

(۱) صبح یہ دُعا پڑھیں:

"اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا، وَبِکَ اَمْسَیْنَا، وَبِکَ نَحْیَا، وَبِکَ نَمُوْتُ، وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ."

"اے اللہ! تیری ہی قدرت سے ہم صبح کے وقت میں داخل ہوئے اور تیری ہی قدرت سے ہم جیتے اور مرتے ہیں اور تیری ہی طرف جانا ہے۔"

(۲) سورج نکلتے وقت کی دُعا:

"اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَقَالَنَا یَوْمَنَا ھٰذَا، وَلَمْ یُھْلِکْنَا بِذُنُوْبِنَا."

"سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے آج ہمیں معاف رکھا اور گناہوں کے سبب ہمیں ہلاک نہ فرمایا۔"

(۳) شام کو یہ پڑھے:

"اَللّٰھُمَّ بِکَ اَمْسَیْنَا، وَبِکَ اَصْبَحْنَا، وَبِکَ نَحْیَا، وَبِکَ نَمُوْتُ، وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ."

"اے اللہ! ہم تیری ہی قدرت سے شام کے وقت میں داخل ہوئے اور تیری ہی قدرت سے صبح کے وقت میں داخل ہوئے اور تیری ہی قدرت سے جیتے اور مرتے ہیں اور مرنے کے بعد جی کر تیری ہی طرف جانا ہے۔"

(٤) صبح اور شام کی ایک خاص دُعا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ ہر صبح وشام تین مرتبہ یہ کلمات پڑھ لیا کرے تو اسے کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اسے کوئی ناگہانی بلا نہ پہنچے گی۔ کلمات یہ ہیں:

"بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ، وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ."

"اللہ کے نام سے ہم نے صبح کی (یا شام کی) وہ ذات جس کے نام کے ساتھ آسمان یا زمین میں کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

(٥) سوتے وقت پڑھنے کی چیزیں:

جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کر لے اور اپنا بستر جھاڑ لے، پھر داہنی کروٹ پر لیٹ کر سر کے نیچے داہنا ہاتھ رکھ کر تین بار یہ پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَکَ."

"اے اللہ! مجھے اس روز اپنے عذاب سے بچا جس روز تو اپنے بندوں کو جمع فرمائے گا۔"

یا یہ پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی."

"اے اللہ! میں تیرا ہی نام لے کر مرتا اور جیتا ہوں۔"

اور سوتے وقت یہ بھی پڑھے: "سُبْحَانَ اللّٰهِ" ٣٣ بار، "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" ٣٣ بار، "اَللّٰهُ اَکْبَرُ" ٣٤ بار۔

(٦) جب سو کر اُٹھے تو یہ دُعا پڑھے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا، وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ."

"سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں موت دے کر زندگی بخشی اور ہم کو

اسی کی طرف اُٹھ کر جانا ہے۔"

(۷) بیت الخلا جائے تو یہ پڑھے:

جب بیت الخلا جائے تو داخل ہونے سے پہلے "بِسْمِ اللّٰه" کہے اور یہ دُعا پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِث."

"اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبیث جنوں سے مرد ہوں یا عورت۔"

(۸) جب بیت الخلا سے نکلے تو یہ پڑھے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیَ الْاَذٰی وَعَافَانِیْ."

"سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے مجھ سے تکلیف دینے والی چیز دور کی اور مجھے چین دیا۔"

(۹) جب وضو کرنا شروع کرے تو یہ پڑھے:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ."

"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔"

(۱۰) جب وضو کر چکے تو یہ پڑھے:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ."

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ، وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ."

"اے اللہ مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں اور خوب پاک رہنے والوں میں شامل فرمادے۔"

(۱۱) جب اذان کی آواز سنے:

"تو جو مؤذن کہتا جائے وہی کہے اور "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ"

کے جواب میں "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کہے۔[۱]

(۱۲) فرض نماز کے بعد تین بار استغفر اللہ کہے اور یہ دُعا پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ، تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ."

"اے اللہ! تو سلامت رہنے والا ہے اور تجھ ہی سے سلامتی مل سکتی ہے تو بابرکت ہے اے بزرگی اور عظمت والے۔"

(۱۳) نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد کسی سے بات کرنے سے پہلے اگر سات مرتبہ "اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ" (اے اللہ! مجھے دوزخ سے محفوظ فرمادے) تم نے پڑھ لیا تو اگر اس دن یا اس رات میں مر جاؤ گے تو تمہاری دوزخ سے ضرور خلاصی ہوگی۔"

(۱۴) جب کھانا کھا چکے تو یہ پڑھے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا، وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ."

"سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔"

(۱۵) دودھ پی کر یہ دُعا پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ."

"اے اللہ! تو اس میں ہمیں برکت دے اور یہ ہم کو اور زیادہ نصیب فرما۔"

(۱۶) جب کسی کے یہاں دعوت کھائے تو یہ پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ، وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ."

"اے اللہ! جس نے مجھے کھلایا تو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو اسے پلا۔"

۱- یہ جملہ نیک کام کی توفیق ملنے کی دعا بھی ہے (یہاں یہی مراد ہے) اور برے کاموں سے حفاظت کا ذریعہ بھی۔ اس لیے ناپسندیدہ باتوں کے موقع پر بھی بولا جاتا ہے۔

نیز کھلانے والے کو مخاطب کر کے یہ دعا دے:

"اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ، وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰئِکَۃُ."

"تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں اور نیک بندے تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تم پر رحمت بھیجیں۔"

(۱۷) جب میزبان کے گھر سے چلنے لگے تو یہ دُعا پڑھے:

"اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ، وَاغْفِرْلَھُمْ، وَارْحَمْھُمْ."

"اے اللہ! ان کے رزق میں برکت دے اور ان کو بخش دے اور ان پر رحم فرما۔"

(۱۸) جب روزہ افطار کرے تو یہ پڑھے:

"اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ، وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ."

"اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیے ہوئے رزق پر روزہ کھولا۔"

(۱۹) جب کپڑا پہنے تو یہ پڑھے:

"اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا، وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَاقُوَّۃٍ."

"سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور نصیب کیا بغیر میری کوشش اور قوت کے۔"

(۲۰) جب نیا کپڑا پہنے تو یہ کہے:

"اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ، اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ."

"اے اللہ! تیرے ہی لیے سب تعریف ہے جیسا کہ تو نے یہ کپڑا مجھے پہنایا۔ میں تجھ سے اس کی بھلائی کا اور اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اور تجھ سے اس کی برائی اور اس چیز کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے۔"

(۲۱) جب آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھے تو یہ پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ، فَحَسِّنْ خُلُقِيْ."

"اے اللہ! جیسے تو نے میری صورت اچھی بنائی ہے، میرے اخلاق بھی اچھے کردے۔"

(۲۲) دُلہا دلہن کو یوں مبارک باد دے:

"بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ، وَبَارَکَ عَلَيْکُمَا، وَجَمَعَ بَيْنَکُمَا فِيْ خَيْرٍ."

"اللہ تجھے برکت دے اور تم دونوں پر برکت نازل کرے اور تم دونوں کا خوب نباہ کرے۔"

(۲۳) شبِ قدر میں یوں دُعا مانگے:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ، فَاعْفُ عَنِّيْ."

"اے اللہ! تو معاف فرمانے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے لہٰذا مجھے معاف فرمادے۔"

(۲۴) جب نیا چاند دیکھے:

"اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ، وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى، رَبِّيْ وَرَبُّکَ اللّٰهُ."

"اے اللہ! اسے تو ہمارے اوپر برکت اور ایمان اور سلامت اور اسلام کے ساتھ اور ان اعمال کے ساتھ جن سے تو راضی ہے طلوع فرما۔ اے چاند! میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے۔"

(۲۵) کسی مسلمان کو ہنستا ہوا دیکھے:

"اَضْحَکَ اللّٰهُ سِنَّکَ."

"اللہ تجھے ہنساتا رہے۔"

(۲۶) جب کسی مریض مسلمان کی عیادت کو جائے:

"لَا بَأْسَ! طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ."

"کوئی پروانہیں۔ ان شاء اللہ یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔"

(۲۷) جب سواری پر بیٹھ جائے:

"سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ. وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ."

"اللہ پاک ہے جس نے اس کو ہمارے قبضے میں دے دیا اور ہم (اس کی قدرت کے بغیر) اسے قبضہ میں کرنے والے نہ تھے اور بلاشبہ ہم کو اپنے رب کی طرف ضرور جانا ہے۔"

(۲۸) جب کسی منزل (بس اسٹاپ، ریلوے اسٹیشن یا ایرپورٹ) پر اُترے:

"اَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ."

"اللہ کے پورے کلموں کے واسطے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس کی مخلوق کے شر سے۔"

(۲۹) جب کسی کو رُخصت کرے تو کہے:

"اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَكَ، وَاَمَانَتَكَ، وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِكَ."

"میں تمہارے دین، تمہاری امانت و دیانت اور تمہارے آخری اعمال کو اللہ کے پاس امانت رکھتا ہوں۔"

(۳۰) سوتے میں ڈر جائے:

"اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ، وَشَرِّ عِبَادِهٖ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ، وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ."

"میں اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کی پناہ لیتا ہوں اس کے غضب اور غصے سے، اور اس کے عذاب سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وسوسوں سے اور اس بات سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔"

(۳۱) شوہر کو پہلی بار دیکھ کر:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ خَیْرِهٖ وَخَیْرِ مَا جَبَلْتَهٗ عَلَیْهِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهٗ عَلَیْهِ."

"اے اللہ! میں آپ سے اس کی خیر و برکت مانگتی ہوں اور آپ نے اس کو جن

خصلتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے ان کی بھلائی کی طلبگار رہوں، اور اس کے شر سے اور جن خصلتوں کے ساتھ آپ نے اس کو پیدا کیا ہے ان کے شر سے آپ کی پناہ مانگتی ہوں۔"

(۳۲) بیٹی کی رخصتی کے وقت:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ."

"یا اللہ! میں اس (لڑکی) اور اس کی (ہونے والی) اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔"

(۳۳) جب لڑکے کی شادی کرے:

"لَاجَعَلَکَ اللّٰهُ عَلَیَّ فِتْنَةً فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ."

"اللہ تعالیٰ تمہیں میرے لیے دنیا وآخرت میں فتنہ نہ بنائے۔"

(۳۴) نیا ملازم رکھنے پر:

"اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ، وَاجْعَلْهُ طَوِیْلَ الْعُمْرِ کَثِیْرَ الرِّزْقِ."

"یا اللہ! اس میں میرے لیے برکت عطا فرما اور اس کی عمر دراز اور رزق زیادہ فرمادے۔"

(۳۵) توفیق شکر کے لیے:

"رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ، وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ، وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ."

"اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور مجھے نیک کام کرنے کی توفیق دے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کر!"

(۳۶) اعمال اور توبہ کی قبولیت کے لیے:

"رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ، اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. وَتُبْ عَلَیْنَآ، اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ."

"اے ہمارے رب! ہمارے اعمال قبول کر، بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے اور ہمیں معاف کر، بیشک تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

(۳۷) توفیق نماز کے لیے:

"رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ، وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ، رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ."

"اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز کا قائم کرنے والا بنادے، اور اے ہمارے پروردگار ہماری دعا قبول کر!"

(۳۸) اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت کے لیے:

"رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ، وَلِوَالِدَیَّ، وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ."

"اے ہمارے پروردگار! حساب (قیامت) کے دن میری، میرے والدین کی اور تمام ایمان والوں کی بخشش کر!"

(۳۹) صحت کے لیے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصِّحَّةَ، وَالْعِفَّةَ، وَالْاَمَانَةَ، وَحُسْنَ الْخُلُقِ، وَالرِّضَا بِالْقَدْرِ."

"اے میرے اللہ! میں آپ سے سلامتی، پاکدامنی، امانت داری، اچھے اخلاق اور تقدیر پر رضامندی مانگتا ہوں۔"

(٤٠) ایک جامع دعا:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْهُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ. وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّمَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ. وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ، وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ."

"اے اللہ! ہم آپ سے وہ تمام بھلائیاں مانگتے ہیں جو آپ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے مانگیں اور ان تمام برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں جن سے آپ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ چاہی اور آپ ہی سے مدد چاہی جاتی ہے اور آپ ہی کی طرف ہر چیز پہنچتی ہے اور برائی سے بچنے کی طاقت یا نیکی کی توفیق صرف آپ کی طرف سے ہی ہوتی ہے۔"

دعائے حاجت

" لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، أَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ، لَاتَدَعْ لِيْ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ، وَلَاحَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًى إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ!"

"نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے جو چشم پوشی اور بخشش کرنے والے ہیں۔ پاک ہے اللہ جو عرش عظیم کا مالک ہے اور اللہ ہی کے لیے سب تعریفیں ہیں جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ان چیزوں کو مانگتا ہوں جن کی وجہ سے تیری رحمت نازل ہوتی ہے اور جو تیری بخشش کا سبب ہوتی ہیں اور اپنے لیے ہر نیکی کی توفیق مانگتا ہوں اور ہر گناہ سے حفاظت چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میرا کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑ جسے تو بخش نہ دے۔ نہ کوئی ایسا غم جسے تو زائل نہ کردے۔ نہ کوئی ایسی ضرورت پورا کیے بغیر چھوڑ جسے پورا کرنے میں تیری رضا ہو۔ اے سب رحم دلوں سے زیادہ رحم کرنے والے!"

چوتھا باب

شرعی مسائل

چوتھا باب: مسائل

طہارت

نماز

زکوٰۃ

روزہ

حج

متفرقات

وضو کا بیان

سوال: نماز میں وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز صحیح ہونے کے لیے بدن، کپڑے اور جائے نماز کا پاک ہونا شرط ہے اور نماز پڑھنے والے کا باوضو ہونا بھی شرط ہے۔ حدیث پاک میں ہے: آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی نماز بغیر پاکی کے قبول نہیں ہوتی اور حرام مال سے کوئی صدقہ قبول نہیں ہوتا۔''

سوال: وضو کے فرائض بیان کیجیے۔

جواب: وضو میں چار فرض ہیں:

(۱) پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک پورا چہرہ ایک مرتبہ دھونا۔

(۲) ایک ایک مرتبہ دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا۔

(۳) ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

(٤) ایک مرتبہ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

سوال: وضو کی سنتیں بتائیے۔

جواب: وضو میں گیارہ سنتیں ہیں:

(۱) نیت کرنا (۲) شروع میں بسم اللہ پڑھنا (۳) تین بار دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا (٤) تین بار کلی کرنا (٥) مسواک کرنا (٦) تین بار ناک میں پانی ڈالنا (۷) تین بار چہرہ دھونا (۸) پورے سر اور کانوں کا مسح کرنا (۹) ہاتھوں پیروں کی انگلیوں کا خلال کرنا (۱۰) لگاتار اس طرح دھونا کہ پہلا عضو خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا عضو دھل جائے (۱۱) ترتیب وار

دھونا کہ پہلے منہ دھوئے، پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئے، پھر سر کا مسح کرے اور پھر پاؤں دھوئے۔

سوال: وضو کے مستحبات بیان کریں؟

جواب: سنتوں کے علاوہ باقی باتیں جو وضو کے مسنون طریقہ میں ہیں، وہ مستحب ہیں، جیسے:

(۱) قبلہ رخ ہو کر بیٹھنا (۲) بدن مل کر دھونا (۳) داہنی طرف سے شروع کرنا (٤) دوسرے سے مدد نہ لینا (۵) وضو سے بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا۔

سوال: وضو کے دوران کون کون سی چیزیں مکروہ ہیں؟

جواب: وضو میں درج ذیل چیزیں مکروہ ہیں:

(۱) ناپاک جگہ وضو کرنا (۲) سیدھے ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۳) پانی زیادہ بہانا (۳) وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں کرنا (٤) خلاف سنت وضو کرنا (۵) زور سے چھپکے مارنا۔

سوال: فرض، سنت، مستحب اور مکروہ کسے کہتے ہیں؟

جواب:

فرض: فرض ایسی چیزوں کو کہتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی چھوٹ جائے یا ان میں کچھ کمی رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا، جیسے پہلے بے وضو تھی ویسے ہی بے وضو رہے گی۔

سنت: سنت ایسی چیزوں کو کہتے ہیں کہ ان کے چھوٹ جانے سے وضو تو ہو جاتا ہے مگر ثواب کم ملتا ہے۔ ان کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور شریعت میں ان کے کرنے کی تاکید آئی ہے۔ اگر ان کو اکثر و بیشتر چھوڑنے لگے تو گناہ ہوتا ہے۔

مستحب: مستحب ایسی چیزوں کو کہتے ہیں جن کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے گناہ نہیں ہوتا اور شریعت میں ان کے کرنے کی تاکید نہیں آئی ہے۔

مکروہ: جو چیزیں ناپسندیدہ ہوتی ہیں انہیں ''مکروہ'' کہتے ہیں۔ ان سے وضو تو ہو

جاتا ہے لیکن پسندیدہ نہیں ہوتا اور اکثر و بیشتر ان کو کرنے لگ جائے تو گناہ ہوتا ہے۔

سوال: وضو کا مکمل مسنون طریقہ بیان کیجیے۔

جواب: وضو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پاک جگہ پر قبلہ رُخ ہو کر بیٹھ جائیں کسی اونچی جگہ پر بیٹھیں تاکہ چھینٹیں اڑ کر اوپر نہ آئیں پھر وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھیں اور سب سے پہلے تین مرتبہ گٹوں تک ہاتھ دھولیں۔ اس کے بعد تین بار کلی کریں اور مسواک کریں۔ اگر مسواک نہ ہو تو کسی موٹے کپڑے یا انگلی سے دانت مل لیں اور صاف کر لیں۔ اگر روزہ نہ ہو تو غرغرہ بھی کریں، اس کے بعد تین بار ناک میں پانی ڈالیں اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کریں، پھر تین بار منہ دھوئیں اس طرح سے کہ سر کے بالوں سے لے کر تھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک دھل جائے۔ دونوں ابروؤں کے نیچے بھی پانی پہنچ جائے، کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔

اس کے بعد داہنا ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھوئیں، پھر بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھوئیں اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر خلال کریں اور انگوٹھی، چھلا، چوڑی جو کچھ ہاتھ میں پہنے ہوئے ہوں، اس کو ہلالیں اور اس کے نیچے پانی پہنچائیں۔

اس کے بعد ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کریں، پھر کانوں کے اندر شہادت کی انگلی داخل کر کے کانوں کا مسح کریں اور کانوں کی پشت کا انگوٹھوں سے مسح کریں۔ اس کے بعد انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کریں، لیکن گلے کا مسح نہ کریں، کیونکہ یہ برا اور منع ہے۔ اس کے بعد تین مرتبہ دایاں پاؤں ٹخنے سمیت دھوئیں، پھر بایاں پاؤں ٹخنے سمیت دھوئیں اور پاؤں کی اُنگلیوں کا ہاتھ کی چھوٹی اُنگلی سے خلال کریں۔

سوال: اگر کوئی غسل کرتے ہوئے پورے بدن پر پانی بہائے لیکن وضو نہ کرے اور نہ ہی وضو کا ارادہ کرے تو کیا اس کا وضو ہو جائے گا؟

جواب: وضو کے جو چار فرض اوپر بیان ہوئے ہیں یہ پورے ہو جائیں تو وضو ہو جاتا ہے، چاہے وضو کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ چنانچہ اگر کوئی غسل کرتے ہوئے پورے بدن پر

پانی بہالے اور وضو نہ کرے یا کسی حوض وغیرہ میں گر پڑے یا بارش میں کھڑی ہو اور وضو کے یہ اعضا دھل جائیں تو وضو ہو جاتا ہے لیکن وضو کا جو ثواب ہے وہ نہیں ملتا۔

سوال: انگوٹھی، چھلّے یا چوڑی پہنے ہوئے ہوں تو وضو کرتے وقت ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: انگوٹھی، چھلّے، چوڑی، کنگن وغیرہ اگر اتنے ڈھیلے ہوں کہ ہلائے بغیر بھی ان کے نیچے پانی پہنچ سکتا ہو تب بھی ہلا لینا مستحب ہے اور اگر ایسے تنگ ہوں کہ بغیر ہلائے پانی نہ پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ان کو ہلا کر اچھی طرح سے پانی پہنچانا ضروری اور واجب ہے۔

تنبیہ: نتھ کے بارے میں جو حکم ہے معلّمہ وہ بھی اچھی طرح سمجھائے۔

سوال: اگر کسی کے ناخن میں آٹا لگ کر سوکھ گیا اور اسی حالت میں اس نے وضو کر لیا اور اس کے نیچے پانی نہ پہنچ سکا تو اب کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں وضو نہیں ہوا۔ جب یاد آئے یا نظر آئے تو آٹے کو چھڑا کر اتنی جگہ پر پانی ڈالے، پورا وضو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر پانی پہنچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ چکی ہو تو اب اس کو دوبارہ پڑھے۔

سوال: گوند لگا کر اوپر افشاں وغیرہ لگائی جاتی ہے، وضو میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی کے ماتھے پر افشاں لگی ہے اور اوپر سے پانی بہا لیا جائے اور اس کے نیچے پانی نہ پہنچے تو وضو نہیں ہوتا، ماتھے پر سے گوند چھڑا کر منہ دھونا چاہیے۔

سوال: اگر ایک نماز کے لیے وضو کیا تھا پھر دوسری نماز کا وقت آ گیا اور ابھی وضو باقی ہے تو اسی وضو سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نیا وضو کرے؟

جواب: اسی وضو سے نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر نیا وضو کر لے تو بہت ثواب ملتا ہے۔

سوال: اگر کسی نے وضو کر لیا بعد میں اسے معلوم ہوا کہ فلاں جگہ مثلاً ایڑی وغیرہ پر پانی نہیں پہنچا ہے تو اب کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں اس جگہ پر پانی بہا لے، پورا وضو دوبارہ کرنے کی ضرورت

نہیں ہے، البتہ یہ یاد رہے کہ اس جگہ پر گیلا ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں ہے بلکہ پانی بہانا ضروری ہے۔

سوال: اگر ہاتھ یا پاؤں وغیرہ میں کوئی زخم یا پھوڑا ہے اور پانی ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے تو وضو میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ہاتھ، پیر وغیرہ میں کوئی پھوڑا ہے یا کوئی ایسی بیماری ہے کہ اس پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے تو پانی نہ ڈالے۔ وضو کرتے وقت اس پر صرف بھیگا ہوا ہاتھ پھیر لے۔ اس طرح گیلا ہاتھ پھیر لینے کو ''مسح'' کہتے ہیں اور اگر اس سے بھی نقصان ہو تو ہاتھ بھی نہ پھیرے۔ اتنی جگہ کو چھوڑ دے۔ یہ معاف ہے۔

سوال: اگر کسی زخم پر پٹی بندھی ہے تو وضو میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر پوری پٹی کے نیچے زخم نہیں ہے تو پٹی کھول کر زخم والی جگہ کو چھوڑ کر باقی جگہ کو اگر دھو سکے تو دھونا چاہیے اور اگر پٹی نہ کھول سکے تو پوری پٹی پر مسح کر لے، جہاں زخم ہے وہاں بھی اور جہاں زخم نہیں ہے وہاں بھی۔ ہڈی ٹوٹ جانے پر جو پٹی باندھی جاتی ہے یا پلاسٹر کیا جاتا ہے، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

وضوتوڑنے والی چیزوں کا بیان

سوال: وضو کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: پاخانہ، پیشاب اور اس ہوا سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جو پیچھے کی راہ سے نکلے۔ اگر آگے کی راہ سے ہوا نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا ہے اور ایسا کبھی بیماری وغیرہ سے ہو جاتا ہے اور اگر آگے یا پیچھے کی راہ سے کوئی کیڑا یا کنکری وغیرہ نکلے تو بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح خون یا پیپ نکل کر بہہ جانے سے، ٹیک لگا کر یا لیٹ کر سو جانے سے، نشہ میں مست یا بے ہوش ہو جانے سے، رکوع سجدہ والی نماز میں[1] قہقہہ مار کر ہنسنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال: اگر کسی کے کوئی زخم ہو اور اس میں سے کیڑا نکلے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: زخم یا کان سے کیڑا نکلنے یا زخم میں سے کچھ گوشت کٹ کر گر پڑنے اور خون نہ نکلنے کی صورت میں وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال: اگر کسی کے چوٹ لگی اور خون نکلا یا پھوڑے پھنسی سے پیپ وغیرہ نکلی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: پورے جسم میں کہیں سے بھی خون نکل آیا یا پیپ نکلی تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر خون یا پیپ زخم کے منہ پر ہی رہے، زخم کے منہ سے آگے نہ بڑھے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر ایسا ہوا کہ تھوڑا سا نکلا پھر اس کو صاف کر لیا، پھر تھوڑا نکلا تو اس کو بھی صاف کر لیا، اسی طرح ہوتا رہا تو اب دیکھا جائے گا کہ آیا اتنا تھا کہ اگر صاف نہ کرتے تو بہہ جاتا؟ اگر ایسی بات

۱ - اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نماز میں رکوع وسجدہ نہیں جیسے نماز جنازہ، اگر اس میں ایسا ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

ہے تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر ایسا نہیں ہے تو وضو برقرار ہے۔

سوال: اگر کسی کے سوئی چبھی اور خون نکل آیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر خون نہیں بہا تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر ذرا سا بھی بہہ پڑا تو وضو ٹوٹ گیا۔

سوال: اگر کسی نے ناک جھاڑی اور اس میں سے جمے ہوئے خون کی پھٹکیاں نکلیں تو ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، وضو اس وقت ٹوٹتا ہے جبکہ خون پتلا ہو اور بہہ پڑے، لہٰذا اگر کسی نے اپنی ناک میں اُنگلی ڈالی، پھر جب نکالی تو اس پر خون کا دھبہ معلوم ہوا لیکن وہ خون بس اتنا ہی ہے کہ اُنگلی میں تو ذرا سا لگ جاتا ہے لیکن بہتا نہیں ہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال: اگر کسی کی آنکھ میں کوئی دانہ وغیرہ ہے اور وہ پھٹ گیا تو اب وضو کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی کی آنکھ کے اندر کوئی دانہ وغیرہ تھا پھر وہ پھٹ گیا یا خود اس نے توڑ دیا اور اس دانہ کا پانی بہہ کر آنکھ کے اندر پھیل گیا لیکن آنکھ سے باہر نہیں نکلا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹا۔ اگر آنکھ سے باہر نکل کر بہہ پڑا تو وضو ٹوٹ گیا۔ اسی طرح اگر کان کے اندر کوئی دانہ ہو اور وہ پھٹ جائے تو جب تک خون یا پیپ سوراخ کے اندر اس جگہ تک رہے جہاں غسل میں پانی پہنچانا فرض نہیں ہے تو وضو نہیں ٹوٹا اور جب ایسی جگہ پر آجائے جہاں پانی پہنچانا فرض ہے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال: اگر کسی کے تھوک میں خون کا اثر محسوس ہو تو اب کیا حکم ہے؟

جواب: اگر تھوک میں خون بہت کم ہے اور تھوک کا رنگ سفیدی یا زردی مائل ہے تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر خون زیادہ یا تھوک کے برابر ہے اور رنگ سرخی مائل ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔

سوال: اگر کسی کے کان میں درد ہوتا ہے اور پانی نکلا کرتا ہے تو اس میں وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ پانی ناپاک ہے۔ اگر پھوڑا پھنسی نہ بھی معلوم ہوتی ہو پھر بھی اس پانی کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ پانی کان کے سوراخ سے نکل کر باہر اس جگہ پر آجائے

جس کا دھونا غسل میں فرض ہے۔ اسی طرح اگر ناف سے پانی نکلے اور درد بھی ہوتا ہو تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال: اگر کسی کی آنکھیں دکھتی ہوں اور آنسو نکلیں تو ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی کی آنکھیں دکھتی ہوں اور پانی بہے یا آنسو نکلیں تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر آنکھیں نہ دکھتی ہوں، نہ ان میں کھٹک ہوتی ہو تو آنسو نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ مطلب یہ ہے کہ جب پانی آنکھ کی بیماری کی وجہ سے نکلے چاہے زخم معلوم ہوتا ہو یا کسی مسلمان طبیب کی تشخیص سے معلوم ہو تو ایسے پانی کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جائے گا، ورنہ نہیں۔

سوال: اگر کسی کی چھاتی سے پانی نکلتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی کی چھاتی سے پانی نکلتا ہے اور درد بھی ہوتا ہے تو وہ ناپاک ہے، اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اگر درد نہیں ہوتا تو پاک ہے، اس سے وضو بھی نہ ٹوٹے گا۔

سوال: اگر وضو کی حالت میں قے ہوگئی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر قے میں کھانا یا پانی یا پت (زرد پانی) نکلے تو اگر منہ بھر کر قے ہوئی ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر منہ بھر کے نہ ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا۔

سوال: منہ بھر ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ مشکل سے منہ میں رُکے۔ اور اگر قے میں خالص بلغم نکلا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، چاہے جتنا ہو، منہ بھر ہو یا نہ ہو، سب کا ایک ہی حکم ہے۔

سوال: اگر قے میں خون نکلے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر خون پتلا ہو اور بہتا ہوا ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا، چاہے کم ہو زیادہ، یعنی منہ بھر ہو یا نہ ہو۔ اگر جما ہوا ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی شکل میں نکلے تو اس وقت وضو ٹوٹے گا، جب منہ بھر ہو۔

سوال: اگر تھوڑی تھوڑی کر کے کئی مرتبہ قے ہوئی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر تھوڑی تھوڑی کر کے کئی مرتبہ قے ہوئی لیکن سب ملا کر اتنی ہے کہ اگر ایک

مرتبہ ہی ہوتی تو منہ بھر ہو جاتی تو اب دیکھیں گے اگر ایک ہی متلی مسلسل ہے اور تھوڑی تھوڑی قے ہوتی رہی ہے تو ایسی صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔ لیکن اگر ایک ہی متلی مسلسل نہیں رہی بلکہ پہلے کی متلی ختم ہو گئی تھی اور دل اچھا ہو گیا تھا پھر دوبارہ متلی ہوئی اور تھوڑی قے ہوئی پھر جب یہ متلی ختم ہو گئی، تیسری مرتبہ پھر متلی شروع ہو کر قے ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: وضو کی حالت میں سو جانے سے وضو پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب: اگر لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھے بیٹھے اس طرح سو گئی کہ اگر وہ ٹیک نہ ہوتی تو گر پڑتی تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر سیدھے بیٹھے بیٹھے نیند کا ایسا جھونکا آیا کہ گر پڑی تو اگر گرتے ہی فوراً آنکھ کھل گئی تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر گرتے ہی آنکھ نہ کھلی ذرا دیر بعد کھلی تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر بیٹھی جھولتی جھومتی رہی، گری نہیں تو وضو نہیں ٹوٹا۔

سوال: اگر نماز پڑھنے کی حالت میں ہنسی نکل گئی تو وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: ہنسنے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) کھلکھلا کر ہنسنا: اس طرح سے کہ پاس والے بھی آواز سن لیں، اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے نماز بھی ٹوٹ جائے گی اور وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔

(۲) اس طرح سے ہنسنا کہ خود کو تو آواز سنائی دے مگر پاس والے لوگ آواز نہ سن سکیں، اگرچہ بالکل قریب والے سن لیں یعنی جو بہت ہی قریب ہے وہ سن لے تو اس کا حکم یہ ہے کہ نماز ٹوٹ جائے گی، وضو نہیں ٹوٹے گا۔

(۳) اس طرح سے ہنسنا کہ صرف دانت نظر آنے لگیں، آواز بالکل نہ نکلے تو اس کا حکم یہ ہے کہ نہ وضو ٹوٹے گا اور نہ ہی نماز۔

فائدہ: یہ حکم بالغ عورت کا ہے۔ اگر چھوٹی لڑکی یعنی جو ابھی نابالغ ہے، نماز میں زور سے بھی ہنسے تو وضو میں کوئی فرق نہ آئے گا اور اس طرح بالغ عورت کو اگر نمازِ جنازہ یا سجدہ تلاوت میں ہنسی زور سے بھی آ گئی تو بھی وضو نہ ٹوٹے گا ہاں البتہ وہ سجدہ اور نماز ٹوٹ جائے گی جس میں ہنسی آ گئی تھی۔

سوال: دودھ پیتا بچہ جو دودھ نکالتا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر یہ دودھ منہ بھر نہ ہو تو ناپاک نہیں ہے اور اگر منہ بھر ہو تو ناپاک ہے۔ اگر اس کو دھوئے بغیر انہی کپڑوں میں نماز پڑھے گی تو نماز نہ ہوگی۔

سوال: اگر وضو کرنا تو یاد ہو لیکن وضو ٹوٹنا یاد نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں وضو باقی سمجھا جائے گا، اسی سے نماز درست ہے، لیکن دوبارہ وضو کر لینا بہتر ہے۔

سوال: اگر کسی کو وضو میں شک ہو کہ فلاں عضو دھویا یا نہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں وہ عضو پھر سے دھو لینا چاہیے۔ اگر وضو کرنے کے بعد شک ہوا ہو تو اب کچھ پروا نہ کرے۔ وضو ہو گیا۔ ہاں البتہ یقین ہو جائے کہ فلاں جگہ باقی رہ گئی ہے تو اس کو دھو لے۔

سوال: بغیر وضو قرآن پاک کو پکڑنے یا چھونے کا کیا حکم ہے؟

جواب: بغیر وضو کے قرآن پاک کو پکڑنا یا چھونا درست نہیں ہے۔ ہاں ایسے کپڑے سے پکڑے جو خود پہنا ہوا نہ ہو، بدن سے جدا ہو تو درست ہے۔

سوال: بغیر وضو کے قرآن پاک پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وضو نہ ہو تو قرآن پاک کو زبانی پڑھنا درست ہے اور اگر قرآن پاک کھلا رکھا ہو اور اس کو دیکھ دیکھ کر پڑھے لیکن ہاتھ نہ لگائے تب بھی درست ہے اور اگر جسم سے الگ کسی کپڑے وغیرہ سے پکڑ کر، دیکھ کر پڑھے تو بھی درست ہے لیکن غسل فرض ہونے کی صورت میں اور خواتین مخصوص ایام میں اس طرح سے بھی نہیں پڑھ سکتیں۔

تنبیہ: معلّمہ یہاں ایامِ خاص میں قرآن پاک پڑھنے کے بارے میں مسئلہ خوب وضاحت سے سمجھا دیں اور تعویذ اور ایسے کتبے یا طشتری کے بارے میں بھی حکم بتائیں جس میں قرآن کریم کی آیت لکھی ہوتی ہے۔

غسل کا بیان

سوال: غسل میں کتنے فرض ہیں اور وہ کیا کیا ہیں؟

جواب: غسل میں تین فرض ہیں:

(۱) منہ بھر کر کلی کرنا۔

(۲) ناک کے اندر نرم جگہ تک پانی چڑھانا۔

(۳) پورے بدن پر ایک بار پانی بہانا۔

سوال: غسل کی سنتیں بیان کیجیے؟

جواب: غسل کی سنتیں پانچ ہیں:

(۱) غسل کی نیت کرنا۔

(۲) پہلے جسم پر لگی ظاہری ناپاکی دور کرنا اور استنجا کرنا۔

(۳) پھر وضو کرنا۔

(٤) بدن کو ملنا۔

(۵) سارے بدن پر تین بار پانی بہانا۔

سوال: غسل کے مکروہات بیان کیجیے۔

جواب: (۱) ننگا ہونے کی حالت میں غسل کرتے وقت کسی سے بات کرنا۔

(۲) قبلہ کی جانب رُخ کر کے غسل کرنا۔

(۳) پانی بہت زیادہ استعمال کرنا۔

(٤) یا اتنا کم پانی لینا کہ اچھی طرح سے غسل نہ کر سکے۔

سوال: غسل کرنے کا طریقہ بیان کیجیے؟

جواب: (۱) غسل کرنے والی کو گٹوں تک دونوں ہاتھ دھونے چاہییں۔

(۲) پھر استنجے کی جگہ کو دھوئے، ہاتھ اور استنجے کی جگہ پر نجاست ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی...... ہر حال میں ان دونوں کو پہلے دھونا چاہیے۔

(۳) بدن پر جہاں نجاست لگی ہو اس کو پاک کرے۔

(٤) نماز کے وضو کی طرح وضو کرے۔

(۵) تین مرتبہ اپنے سر پر پانی ڈالے۔

(٦) تین مرتبہ دائیں کندھے پر پانی ڈالے۔

(۷) تین مرتبہ بائیں کندھے پر پانی ڈالے۔[1]

پورے بدن پر اس طرح پانی بہائے کہ کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔ اگر پورے بدن میں بال برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ جائے تو غسل نہ ہوگا۔

سوال: کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر غسل کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر تنہائی کی جگہ ہو، جہاں کوئی نہ دیکھ پائے تو برہنہ بدن ہو کر غسل کرنا بھی درست ہے، خواہ کھڑی ہو کر کرے یا بیٹھ کر، لیکن بیٹھ کر کرنا بہتر ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔

تنبیہ: معلّمہ یہاں بتائے کہ عورت کو اپنا کتنا بدن کھولنا جائز ہے اور کتنا ناجائز؟

سوال: اگر غسل کے بعد یاد آئے کہ فلاں جگہ تو سوکھی رہ گئی تھی تو ایسی صورت میں کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں پھر سے غسل کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ جہاں سوکھا رہ گیا تھا اس کو دھولے، لیکن صرف ہاتھ پھیر لینا بھی کافی نہیں ہے، تھوڑا پانی لے کر اس جگہ پر بہانا چاہیے۔

اگر کلی کرنا رہ گیا ہو تو اب کلی کرلے، اگر ناک میں پانی ڈالنا رہ گیا ہو تو اب ڈال لے۔

---

۱ - اگر فوارے کے نیچے غسل کیا جارہا ہے تو اتنی دیر کھڑی رہنا جس سے تین مرتبہ پانی ڈالنے جتنا پانی بہہ جائے، تین مرتبہ پانی ڈالنے کے قائم مقام ہوگا۔

غرض یہ کہ جو چیز رہ گئی ہو اب اس کو کرلے، نئے سرے سے غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال: اگر کسی وجہ سے سر پر پانی ڈالنا نقصان دہ ہو تو کیا کرے؟

جواب: اگر کسی بیماری کی وجہ سے سر پر پانی ڈالنا نقصان دہ ہو تو سر کو چھوڑ کر باقی پورے بدن کو دھولے لیکن جب ٹھیک ہو جائے تو اب سر کو دھولے، پورا غسل دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال: اگر سر کے بال گندھے ہوئے ہوں تو غسل کرتے وقت ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں عورتوں کے لیے سارے بالوں کا بھگونا معاف ہے، البتہ ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو بالوں کو کھولنا ضروری ہے۔ اور اگر سر کے بال گندھے ہوئے نہ ہوں تو سب بال بھگونا اور ساری جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔

تنبیہ: یہاں معلّمہ صاحبہ نتھ، بالی، چوڑی، انگوٹھی وغیرہ کے بارے میں بھی مسئلہ بتادیں اور کان ناف وغیرہ جیسے سوراخوں میں خلال کرکے پانی پہنچانے کی طرف توجہ دلائیں۔

سوال: اگر ناخن میں آٹا لگ کر سوکھ گیا اور اس کے نیچے پانی نہ پہنچا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ایسا مسئلہ پیش آگیا تو غسل نہیں ہوا۔ جب یاد آئے یا نظر پڑے اس کو چھڑا کر پانی ڈال لے۔

پانی کے مسائل

سوال: اگر کنویں یا ٹینکی میں نجاست گر جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: کنویں میں نجاست گر جانے سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے اور پانی نکال لینے کے بعد پاک ہوجاتا ہے۔ چاہے تھوڑی نجاست گرے یا زیادہ، سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

سوال: کنویں یا ٹینکی میں کبوتر یا چڑیا کی بیٹ گر پڑے تو کیا حکم ہے؟

جواب: کبوتر یا چڑیا کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا ہے اور مرغی اور بطخ کی بیٹ سے ناپاک ہوجاتا ہے۔

سوال: اگر کنویں یا ٹینکی میں آدمی، بکری، کتا یا ان کے برابر جانور گر کر مر جائے تو اب کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں پانی ناپاک ہوجاتا ہے، سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

سوال: اگر کوئی جاندار چیز کنویں یا زیرِ زمین حوض میں مر جائے اور پھول جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا حکم یہ ہے کہ تمام پانی نکالا جائے، چاہے جانور چھوٹا ہو یا بڑا۔

سوال: اگر کسی چوہے کو بلی نے پکڑا، اس کے پکڑنے سے زخمی ہوکر وہ کنویں یا ٹینک میں گر پڑا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں تمام پانی نکالا جائے۔

سوال: اگر چوہے کی دُم گر پڑی تو کیا حکم ہے؟

جواب: تمام پانی نکالا جائے۔ اسی طرح سے وہ چھپکلی جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے،

اس کی دُم گرنے سے بھی سارا پانی نکالا جائے گا۔

سوال: زیرِ زمین ٹینک میں نجاست یا غلاظت گر گئی تو کیسے پاک کیا جائے؟

جواب: سب سے پہلے تو اس گندی چیز کو نکال کر پھینک دیا جائے پھر جب ٹینکی میں باہر سے پانی آرہا ہو، اس وقت اسے بند نہ کیا جائے۔ جب ٹینکی بھر کر پانی اوپر سے بہنے لگے تو تھوڑی دیر بہنے دیں۔ پانی جاری ہونے کی وجہ سے ٹینکی پاک ہو جائے گی۔ زمین دوز ٹینکی کو پاک کرنے کا ایک اور طریقہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس وقت اس میں باہر سے پانی آرہا ہو اس وقت موٹر کے ذریعہ اس ٹینکی کا پانی کھینچ کر نالی میں بہانا شروع کر دیا جائے۔ اب ایک طرف سے پانی آرہا ہوگا، دوسری طرف سے نکل رہا ہوگا تو یہ جاری پانی کے حکم میں ہوکر پاک ہو جائے گا۔ اگر مشین کے ذریعے پانی کھینچ کر اوپر کی ٹینکی میں چڑھایا جارہا ہے تو گھر کے نلکے کھول دیے جائیں۔ کچھ دیر اسی طرح پانی بہنے دیا جائے۔ خود بخود پاک ہو جائے گا۔

اوپر کی ٹینکی ناپاک ہو جائے تو بھی یہی طریقہ ہے کہ نیچے سے پانی چڑھایا جائے اور نلکے کھول دیے جائیں۔ ایک طرف سے پانی آرہا ہوگا۔ دوسری طرف سے بہہ رہا ہوگا۔ یہی جاری پانی کی تعریف ہے۔ اور جاری پانی میں جب نجاست کا کوئی اثر (رنگ، بو، ذائقہ) محسوس نہ ہو تو وہ پاک شمار ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ عمل کرنے سے پہلے جو ناپاک چیز ٹینکی میں گری ہے اسے نکالنا ضروری ہوگا۔

جانوروں کے جھوٹے کا بیان

سوال: آدمی کے جھوٹے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: آدمی کا جھوٹا پاک ہے، چاہے وہ بد دین ہو، حیض نفاس سے ہو یا ناپاک ہو۔ ہر حال میں پاک ہے۔ اسی طرح ان سب کا پسینہ بھی پاک ہے، البتہ اگر ان کے منہ میں ناپاکی لگی ہو تو اس سے جھوٹا بھی ناپاک ہو جائے گا۔

سوال: کتے کے جھوٹے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: کتے کا جھوٹا نجس ہے، اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ چاہے مٹی کا برتن ہو یا تانبے کا۔ دھونے سے سب پاک ہو جائے گا، لیکن بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ دھویا جائے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر اس طرح مانجھ لیا جائے کہ خوب صاف ہو جائے۔

سوال: بلی کے جھوٹے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: بلی کا جھوٹا پاک تو ہے لیکن مکروہ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی صاف پانی نہیں ہے تو اس سے وضو کرلے اور اگر اس کے علاوہ اور پانی ہے تو اس کے جھوٹے سے وضو نہ کرے۔

سوال: اگر دودھ، سالن وغیرہ میں بلی نے منہ ڈال دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب کچھ دیا ہے تو اسے نہ کھائے اور اگر غریب آدمی ہے تو کھا لینے میں کوئی حرج اور گناہ نہیں بلکہ ایسے شخص کے واسطے مکروہ بھی نہیں ہے۔

سوال: اگر بلی نے چوہا کھا کر فوراً برتن میں منہ ڈال دیا تو اس برتن کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں وہ برتن ناپاک ہوجائے گا۔ اگر کچھ دیر کے بعد منہ ڈالا جبکہ اپنا منہ زبان سے چاٹ چکی تھی تو برتن ناپاک نہ ہوگا بلکہ مکروہ ہی رہے گا۔

سوال: مرغی کے جھوٹے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: کھلی ہوئی مرغی جو اِدھر اُدھر کی گندی پلید چیزیں کھاتی پھرتی ہے، اس کا جھوٹا مکروہ ہے اور جو مرغی بند رہتی ہے اس کا جھوٹا مکروہ نہیں، پاک ہے۔

سوال: بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بھینس، ہرنی وغیرہ یعنی حلال جانوروں اور اسی طرح حلال پرندے چڑیا، مینا، طوطا اور فاختہ وغیرہ کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ان سب کا جھوٹا پاک ہے۔

سوال: گھوڑے کے جھوٹے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے۔

سوال: جو چیزیں عام طور پر گھروں میں رہا کرتی ہیں، جیسے: چھپکلی، سانپ، بچھو، چوہا وغیرہ ان کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جہاں انہوں نے منہ لگایا وہاں سے ذرا سی روٹی یا وہ چیز جسے منہ لگایا ہے توڑ ڈالے یا نکال کر پھینک دے، باقی کھا سکتے ہیں۔

سوال: گدھے اور خچر کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

جواب: گدھے اور خچر کا جھوٹا پاک تو ہے لیکن اس سے وضو کرنے میں شک ہے۔ چنانچہ اگر کہیں صرف گدھے یا خچر کا جھوٹا پانی ملے، اس کے علاوہ اور پانی نہ ملے تو وضو اور تیمّم دونوں کرلے اور اس میں اختیار ہے۔ چاہے پہلے وضو کرے پھر تیمّم کرے یا پہلے تیمّم کرے پھر وضو کرے۔

سوال: یہ تو معلوم ہوگیا کہ فلاں جانور کا جھوٹا ناپاک اور فلاں کا پاک ہے۔ اب یہ بتائیے کہ ان جانوروں کے پسینہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: جن جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے، ان کا پسینہ بھی ناپاک ہے اور جن کا جھوٹا

پاک ہے، ان کا پسینہ بھی پاک ہے اور جن کا جھوٹا مکروہ ہے، ان کا پسینہ بھی مکروہ ہے۔

فائدہ: گدھے اور خچر کا پسینہ پاک ہے۔ کپڑے اور بدن پر لگ جائے تو دھونا واجب نہیں، البتہ بہتر ہے۔

سوال: بلی کے لعاب کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نے بلی پالی، وہ پاس آ کر بیٹھتی ہے اور ہاتھ وغیرہ چاٹتی ہے تو جہاں سے چاٹے یا جہاں کہ اس کا لعاب لگے، اس جگہ کو دھو لینا بہتر ہے، اگر نہ دھویا اور یوں ہی رہنے دیا تو مکروہ اور بُرا کیا۔

سوال: غیر مرد یعنی نامحرم شخص کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کے لیے اجنبی یعنی نامحرم شخص کا جھوٹا کھانا اور پانی مکروہ ہے، بشرطیکہ جانتی ہو کہ یہ اس کا جھوٹا ہے، اگر نہ جانتی ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح مرد کے لیے بھی اجنبیہ یعنی نامحرم عورت کا جھوٹا مکروہ ہے، بشرطیکہ اسے علم ہو کہ یہ کسی اجنبی عورت کا جھوٹا ہے۔

تیمّم کا بیان

سوال: تیمّم کسے کہتے ہیں؟

جواب: خاص طریقے سے پاک مٹی کے ذریعے طہارت حاصل کرنے کو تیمّم کہتے ہیں۔

سوال: تیمّم کرنے کی اجازت کن صورتوں میں ہے؟

جواب: جس کو وضو یا غسل کرنے کی ضرورت ہو اور پانی نہ ملے یا پانی تو ہو لیکن اس کے استعمال سے سخت بیماری کا اندیشہ ہو یا مرض بڑھ جانے کا، یا رسّی، ڈول یعنی کنویں سے پانی نکالنے کا سامان موجود نہ ہو یا دشمن کا خوف ہو یا سفر میں پانی ایک میل کے فاصلہ پر ہو تو ان سب صورتوں میں وضو اور غسل کی جگہ تیمّم کرنے کی اجازت ہے۔

سوال: تیمّم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: تیمّم میں نیت فرض ہے، یعنی پہلے یہ نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے کے لیے یا نماز پڑھنے کے لیے تیمّم کرتی ہوں۔ نیت کرنے کے بعد دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو اُنگلیوں سمیت پاک مٹی پر مارے، پھر ہاتھ جھاڑ کر تمام منہ پر ملے اور جتنا حصہ منہ کا وضو میں دھویا جاتا ہے اتنے حصہ پر ہاتھ پھیرے۔ پھر دوبارہ اسی طرح مٹی پر ہاتھ مار کر ہاتھوں کو کہنیوں تک ملے اور اُنگلیوں کا خلال بھی کرے۔ چوڑیوں، کنگن وغیرہ کے درمیان اچھی طرح ملے اگر ناخن برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ جائے گی تو تیمّم نہ ہوگا۔

سوال: کیا وضو اور غسل کے تیمّم میں کچھ فرق ہے؟

جواب: جی نہیں! وضو اور غسل کے تیمّم میں کچھ فرق نہیں ہے۔ جتنی پاکی وضو اور غسل سے ہوتی ہے اتنی ہی تیمّم سے بھی ہو جاتی ہے۔ اگر بیس سال تک بھی پانی نہ ملے تو تیمّم ہی

کرتے رہیں۔

سوال: اس صورت میں جو نجاست جسم کو لگی ہو وہ کیسے صاف ہوگی؟

جواب: اس صورت میں اس نجاست کے ساتھ ہی نماز پڑھ لے، معاف ہے۔ یاد رہے کہ اگر دوسری نماز کے وقت میں پانی ملنے کا غالب گمان ہو تو اب نماز پڑھنا فرض نہیں ہوگا۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ اس وقت نماز پڑھ لے اور پانی ملنے کے بعد دوبارہ قضا کر لے۔[1]

سوال: اگر پانی نہ تھا اور قرآن مجید کو چھونا تھا لہٰذا قرآن مجید کے چھونے کے لیے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست ہے؟

جواب: اگر قرآن پاک کے چھونے کے لیے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہیں ہے البتہ اگر ایک نماز کے لیے تیمم کیا دوسرے وقت کی نماز بھی اس سے پڑھنا درست ہے اور قرآن مجید کا چھونا بھی اس تیمم سے درست ہے۔

سوال: کیا پانی ہوتے ہوئے قرآن پاک کے لیے تیمم کرنا درست ہے؟

جواب: جی نہیں۔

سوال: تیمم کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ پانی کے ملنے اور اس کے استعمال پر قادر ہونے سے بھی تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔

تنبیہ: معلّمہ صاحبہ باقی مسائل بہشتی زیور سے دیکھ کر بتلا دیں۔

۱- دیکھیے: احسن الفتاوی: ۳/ ۲۴۱

نجاست پاک کرنے کا بیان

سوال: نجاست کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: نجاست کی دو قسمیں ہیں:

(۱) نجاست غلیظہ۔

(۲) نجاست خفیفہ۔

سوال: نجاستِ غلیظہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: نجاستِ غلیظہ وہ نجاست ہے جس کا حکم زیادہ سخت ہے۔ اگر تھوڑی سی بھی لگے تب بھی دھونے کا حکم ہے۔

سوال: نجاستِ خفیفہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: نجاستِ خفیفہ ایسی نجاست کو کہتے ہیں جس کا حکم زیادہ سخت نہیں۔ اس میں ایک حد تک چھوٹ ہے۔ (اس کی مقدار آگے آ رہی ہے)

سوال: نجاستِ غلیظہ میں کیا کیا چیزیں شامل ہیں؟

جواب: ہر طرح کا خون، انسان کا پاخانہ، پیشاب، منی، شراب، کتے کا پیشاب پاخانہ، بلی کا پیشاب پاخانہ، سور کا گوشت، اس کے بال اور ہڈی وغیرہ...... اس کی ساری چیزیں، گھوڑے، گدھے، خچر کی لید، گائے بیل، بھینس وغیرہ کا گوبر اور بکری، بھیڑ کی مینگنی...... غرضیکہ سب جانوروں کا پاخانہ اور مرغی بطخ اور مرغابی کی بیٹ، گدھے، خچر اور سب حرام جانوروں کا پیشاب...... یہ سب چیزیں نجاستِ غلیظہ میں شامل ہیں۔

مسئلہ: چھوٹے دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاخانہ بھی نجاستِ غلیظہ ہے۔

سوال: نجاستِ خفیفہ میں کیا کیا چیزیں شامل ہیں؟

جواب: حرام پرندوں کی بیٹ اور حلال جانوروں کا پیشاب، جیسے: بکری، گائے، بھینس وغیرہ اور گھوڑے کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے۔

سوال: مرغی، بطخ، مرغابی کی بیٹ اور ان کے علاوہ دوسرے حلال پرندوں کی بیٹ کا کیا حکم ہے؟

جواب: مرغی، بطخ، مرغابی کی بیٹ نجاست غلیظہ میں شامل ہے، ان کے علاوہ باقی دوسرے حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے، جیسے: کبوتر، چڑیا، مینا وغیرہ۔

سوال: چمگادڑ کی بیٹ اور پیشاب کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ دونوں بھی پاک ہیں۔

سوال: نجاستِ غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس کی کتنی مقدار معاف ہے؟

جواب: یہ اگر پھیلاؤ میں ایک روپیہ کے سکہ کے برابر (یعنی جتنا تقریباً ہاتھ کی ہتھیلی کا گڑھا یا گہراؤ ہوتا ہے) یا اس سے کم ہو تو معاف ہے، اس کو دھوئے بغیر اسی کپڑے یا بدن میں نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ اور برا ہے۔ اگر روپیہ سے زیادہ ہو تو معاف نہیں ہے، اس کو دھوئے بغیر نماز نہ ہوگی۔

سوال: اگر نجاستِ غلیظہ میں سے گاڑھی چیز کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وزن میں (اندازاً) ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو بغیر دھوئے نماز درست ہو جائے گی، لیکن دھو لینا بہتر ہے، چھوڑے رکھنا مکروہ ہے اور اگر اس مقدار سے زیادہ لگ جائے تو بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی۔

سوال: نجاست خفیفہ اگر کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر نجاستِ خفیفہ کسی کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو کپڑے یا بدن کے جس حصہ میں لگی ہے، اس حصہ کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے اور اگر چوتھائی کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں ہے۔

سوال: مذکورہ جواب کو مثال سے سمجھا دیجیے!

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر کَلی میں لگی ہے تو کَلی کی چوتھائی سے کم ہو، اگر دوپٹہ میں لگی ہو تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ اگر پوری چوتھائی کے برابر ہے تو معاف نہیں ہے۔

اسی طرح اگر بدن کے کسی عضو میں لگ جائے تب بھی یہی حکم ہے، مثلاً: اگر ہاتھ میں لگ گئی تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر ٹانگ میں لگ گئی ہو تو ٹانگ کی چوتھائی سے کم ہو، تب معاف ہے۔ غرضیکہ جس عضو میں بھی لگ جائے اس کی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر پوری چوتھائی پر لگ جائے تو معاف نہیں ہے، اس کا دھونا واجب ہے، بغیر دھوئے نماز درست نہ ہوگی۔

سوال: نجاستِ غلیظہ اگر پانی میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: نجاستِ غلیظہ اگر پانی میں گر جائے تو پانی نجسِ غلیظ ہو جاتا ہے، چاہے کم گرے یا زیادہ۔

سوال: نجاستِ خفیفہ اگر پانی میں پڑ جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: نجاستِ خفیفہ اگر پانی میں پڑ جائے تو وہ پانی نجسِ خفیف ہو جاتا ہے، چاہے کم پڑے یا زیادہ۔

سوال: کپڑے میں نجس تیل لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر تیل ہتھیلی کے گہراؤ سے کم ہے لیکن دو ایک دن میں پھیل کر زیادہ ہو گیا تو جب تک زیادہ نہ ہو معاف ہے اور جب بڑھ جائے تو معاف نہیں ہے۔ اب اس کا دھونا واجب ہے، بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی۔

سوال: مچھلی کے خون کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: مچھلی کا خون پاک ہے۔ اگر لگ جائے تو کچھ حرج نہیں۔ اسی طرح مکھی، کھٹمل، مچھر کا خون بھی پاک ہے۔

سوال: اگر پیشاب کی چھینٹیں سوئی کی نوک کے برابر پڑ جائیں تو ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر دیکھنے سے دکھائی نہ دیں تو ان سے کچھ فرق نہیں پڑتا، دھونا واجب نہیں ہے لیکن دھو لینا بہتر ہے۔

سوال: جو نجاست گاڑھی اور جسم والی ہو۔ مثلاً: پاخانہ، خون وغیرہ، اس سے کیسے پاکی حاصل ہوگی؟

جواب: ایسی نجاست چاہے بدن میں لگے یا کسی کپڑے میں یا کسی برتن میں، اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو اتنا دھوئے کہ نجاست ختم ہو جائے اور دھبہ جاتا رہے، چاہے جتنی دفعہ میں ختم ہو، جب نجاست ختم ہو جائے گی تو کپڑا پاک ہو جائے گا۔

سوال: اگر ایک ہی دفعہ میں دھونے سے ختم ہو جائے تو کیا کافی ہے؟

جواب: اگر ایک دفعہ میں دھونے سے ختم ہو جائے تو کپڑا وغیرہ پاک ہو جائیں گے لیکن دو مرتبہ اور دھو لینا بہتر ہے۔ اگر دو مرتبہ میں صاف ہو تو ایک مرتبہ اور دھوئے۔ غرضیکہ تین مرتبہ پورا کر لینا بہتر ہے۔[۱]

سوال: اگر ایسی نجاست ہے کہ کئی مرتبہ دھونے اور نجاست ختم ہو جانے پر بھی داغ

۱- اگر بہتے پانی مثلاً نلکے کے نیچے دھویا جائے تو اتنے دیر پانی کے نیچے رکھنا اور ملنا کہ نجاست بہہ جانے کا غالب گمان ہو، کافی ہے۔ تین مرتبہ دھونے کا حکم اس وقت ہے جب مگے، لوٹے وغیرہ سے پانی بھر کر ڈالا جائے۔

دھبہ رہ گیا یا بدبو نہیں گئی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اگر کچھ دھبہ وغیرہ رہ گیا، تب بھی کپڑا پاک ہو گیا۔ صابن وغیرہ لگا کر دھبہ چھڑانا اور بدبو ختم کرنا ضروری نہیں ہے۔

سوال: جس نجاست کا ظاہری وجود نہیں ہوتا جیسے پیشاب وغیرہ...... اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اگر پیشاب جیسی کوئی چیز لگ گئی جس کا ظاہری وجود نہیں ہوتا تو اس کو تین مرتبہ دھوئے، ہر مرتبہ نچوڑے اور تیسری مرتبہ دھو کر اچھی طرح نچوڑے تب پاک ہوگا۔

سوال: اگر نجاست ایسی چیز پر لگی ہے جس کو نچوڑ نہیں سکتے تو اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اگر نجاست ایسی چیز پر لگی ہے جس کو نچوڑ نہیں سکتے جیسے: تخت، زیور، مٹی یا چینی وغیرہ کے برتن، بوتل، جوتا وغیرہ تو ان کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ دھو کر رک جائے، جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر دوبارہ دھوئے اور پھر رک جائے، پھر جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تب پھر دھوئے۔ اس طرح تین مرتبہ کرنے سے وہ چیز پاک ہو جائے گی۔

سوال: اگر جوتے یا چمڑے کے موزے میں جسم والی نجاست لگ کر سوکھ جائے تو اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: جوتے یا چمڑے کے موزے وغیرہ میں اگر جسم والی نجاست لگ کر سوکھ جائے، جیسے: گوبر، پاخانہ، خون، منی وغیرہ تو اس کو زمین پر خوب گھس کر نجاست کو ختم کر دیا جائے تو وہ چیز پاک ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی کھرچ ڈالنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔

سوال: اگر سوکھی نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: سوکھی نہ ہو تب بھی اگر اتنا رگڑے اور گھسے کہ نجاست کا نام ونشان باقی نہ رہے

تو پاک ہو جائے گی۔

سوال: اگر پیشاب جیسی پتلی نجاست جوتے یا چمڑے کے موزے جیسی چیز میں لگ گئی تو اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: ایسی صورت میں دھونا ضروری ہے۔ بغیر دھوئے پاک نہ ہوگا۔

سوال: اگر بدن یا کپڑے میں منی لگ کر سوکھ گئی ہو تو ان کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اگر سوکھ گئی تو اسے کھرچ کر خوب مل ڈالنے سے پاک[1] ہو جائیں گے اور اگر ابھی تک سوکھی نہ ہو تو دھونا ضروری ہے۔

سوال: شیشہ، چھری، چاقو، چاندی، سونے کے زیور، پھول، تانبے، لوہے، شیشے وغیرہ جیسی چیزیں اگر ناپاک ہو جائیں تو ان کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: ان کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خوب پونچھ لے اور رگڑ دے یا مٹی سے مانجھ ڈالے۔ اگر ان پر نقش بنے ہوئے ہوں تو چونکہ نجاست ان نقوش میں سرایت کر جائے گی اور پونچھنے اور رگڑنے سے بھی مکمل طور پر نہ نکلے گی، اس لیے ان کا دھونا ضروری ہے، بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گے۔

سوال: اگر زمین پر نجاست پڑ گئی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر زمین پر نجاست پڑ گئی اور پھر ایسی سوکھ گئی کہ نجاست کا نشان بالکل جاتا رہا کہ نہ تو نجاست کا دھبہ باقی ہے نہ ہی بدبو آتی ہے تو اس طرح سوکھ جانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے۔

سوال: کیا ایسی زمین سے تیمّم کرنا درست ہے؟

جواب: ایسی زمین سے تیمّم کرنا درست نہیں ہے۔ ہاں! البتہ ایسی زمین پر نماز پڑھنا درست ہے۔

۱- یہ تب ہے جب منی اتنی گاڑھی اور جسم دار ہو کہ کھرچنے سے جسم یا کپڑے سے ختم ہو جائے۔ آج کل صحت کی کمزوری کی وجہ سے منی پتلی ہوتی ہے۔ اسے سوکھ جانے کے باوجود بھی دھونا ضروری ہے۔

سوال: جو اینٹیں یا پتھر، چونا یا گارے وغیرہ سے زمین پر خوب جما دیے گئے ہوں ان پر نجاست پڑ جائے تو پاک کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: اگر اس طرح جما دیے گئے ہیں کہ کھودے بغیر وہاں سے جدا نہ ہوسکیں تو ان کا حکم وہی ہے جو زمین پر نجاست پڑ جانے کا ہے کہ سوکھ جانے اور نجاست کا نشان نہ رہنے سے پاک ہو جائیں گے۔

سوال: اگر شہد، شیرہ، گھی یا تیل ناپاک ہوگئے تو ان کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: مثال کے طور پر اگر تیل ناپاک ہوگیا ہے تو جتنا یہ ناپاک تیل ہے، اتنا یا اس سے زیادہ اس میں پانی شامل کریں اور اسے پکنے کے لیے رکھ دیں۔ جب یہ پانی پک پک کر ختم ہو جائے تو اور پانی ڈال دیں اور پکائیں۔ اس طرح تین مرتبہ کرنے سے پاک ہو جائے گا۔

سوال: کیا اس طریقہ کے علاوہ ان کو پاک کرنے کا کوئی دوسرا طریقہ بھی ہے؟

جواب: جی ہاں! ایک طریقہ اور ہے وہ یہ کہ جتنا گھی یا تیل ہے، اتنا ہی پانی ڈال کر ہلائیں۔ جب نجاست پانی کے اوپر آ جائے تو کسی طرح سے اوپر سے اسے اُٹھالیں، اس طرح تین مرتبہ پانی ملا کر اُٹھالیں تو پاک ہو جائے گا۔

سوال: گھی اگر جم گیا تو اب کیا کریں؟

جواب: گھی اگر جم گیا ہے تو پانی ڈال کر اسے آگ پر رکھ دیں جب پگھل جائے تو اس نجاست کو نکال لیں۔

سوال: پیر دھو کر ناپاک زمین پر چلی یعنی گیلے پاؤں کے ساتھ اور ناپاک مٹی پیروں کے ساتھ لگ گئی تو اب کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اگر پیر کا نشان زمین پر بن گیا تو پیر ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں! اگر پیر کے پانی سے زمین اتنی بھیگ گئی کہ زمین کی کچھ مٹی یا ناپاک پانی پیر کے ساتھ لگ گیا تو

پیر ناپاک ہو جائے گا۔

سوال: اگر ناپاک مہندی ہاتھوں، پیروں میں لگادی تو اب ہاتھ پیر کیسے پاک ہوں گے؟

جواب: تین مرتبہ اس طرح دھولیا جائے کہ صاف پانی گرنے لگے تو ہاتھ، پیر پاک ہو جائیں گے۔

سوال: اگر ناپاک سرمہ یا کاجل آنکھوں میں لگالیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا پونچھنا اور دھونا واجب نہیں ہے۔ ہاں! اگر پھیل کر آنکھ کے باہر نکل آیا تو اب پونچھنا اور دھونا واجب ہو جائے گا۔ یعنی اس جگہ کا دھونا نماز کے لیے ضروری ہوگا جو آنکھ کے باہر ہے۔

سوال: اگر ناپاک تیل سر میں ڈال لیا یا بدن پر لگالیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ صابن، شیمپو لگا کر تیل کا چھڑانا واجب نہیں ہے۔

سوال: اگر نجس پانی میں بھیگا ہوا کپڑا پاک کپڑے کے ساتھ لپیٹ کر رکھ دیا تو پاک کپڑے کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: ایسی صورت میں اگر ناپاک کپڑے کی تری یعنی نمی پاک کپڑے میں آ گئی لیکن نہ تو اس میں نجاست کا کچھ رنگ آیا نہ بدبو آئی، مگر پاک کپڑا اتنا بھیگ گیا ہو کہ نچوڑنے سے ایک آدھ قطرہ ٹپک پڑے یا نچوڑتے وقت ہاتھ بھیگ جائیں تو پاک کپڑا بھی نجس شمار ہوگا ورنہ نہیں۔

سوال: دو تہہ والا ایک کپڑا ہے۔ اس کی ایک تہہ ناپاک ہے اور دوسری پاک ہے تو کیا اس پر نماز پڑھنا درست ہے؟

جواب: اگر دونوں تہیں سلی ہوئی نہ ہوں تو پاک تہہ پر نماز پڑھنا درست ہے اور اگر سلی ہوئی ہوں تو پاک تہہ پر بھی نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

حیض اور استحاضہ کا بیان

سوال: حیض کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہر مہینے بالغ عورت کو جو خون آتا ہے اسے "حیض" کہتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ بیمار،[۱] حاملہ یا بہت عمر کی نہ ہو۔

سوال: حیض کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کتنی ہے؟

جواب: حیض کی کم سے کم مدت تین دن تین رات ہے۔ اگر تین دن تین رات سے ذرا بھی کم ہوا تو وہ حیض نہیں "استحاضہ" ہے۔ حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن دس راتیں ہیں، اگر اس سے ذرا بھی زائد ہو گیا تو وہ زائد حیض نہیں، استحاضہ ہے۔

سوال: استحاضہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: بیماری وغیرہ کی وجہ سے جو خون آتا ہے اسے "استحاضہ" کہتے ہیں۔ اسی طرح حیض ونفاس کے اصل خون سے پہلے اور بعد میں جو زائد خون آتا ہے، اسے "استحاضہ" کہتے ہیں۔

سوال: حیض کی مدت میں ایک رنگ کا خون آتا ہے یا مختلف رنگوں کا؟

جواب: حیض میں سرخ، زرد، سبز، خاکی یعنی مٹیالا اور سیاہ رنگ آ سکتا ہے۔ جو کپڑا یا گدی وغیرہ رکھی ہو، جب تک وہ سفید دکھائی نہ دے، حیض ہے اور جب بالکل سفید دکھائی دے کہ جیسی رکھی تھی ویسی ہی ہے تو اب حیض سے پاک ہو گئی۔

۱- یعنی اسے خون آنے کی بیماری مثلاً لیکوریا وغیرہ نہ ہو۔

سوال: حیض کی ابتدائی اور انتہائی عمر کیا ہے؟

جواب: حیض کی ابتدائی عمر نو سال ہے۔ نو سال سے پہلے کسی کو حیض نہیں آتا اور انتہائی عمر پچپن سال ہے اور یہ عام طور پر ایک معمول ہے لیکن اس کے بعد آنا بھی ممکن ہے۔ اس لیے اگر پچپن سال کے بعد خون آجائے تو اگر خوب سرخ یا سیاہ ہو تو حیض ہے اور اگر اس کے علاوہ کسی رنگ کا ہو تو استحاضہ ہے اور یہ جب ہے کہ پہلے سے اس رنگ کا خون آنے کی عادت نہ ہو، اگر حیض کے زمانہ میں بھی اس عورت کو یہ رنگ آیا کرتے تھے تو یہ حیض ہی سمجھا جائے گا۔

سوال: اگر کسی کی عادت تین دن یا چار دن حیض آنے کی ہے پھر کسی ماہ میں زیادہ آ گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں جب تک دس دن سے نہ بڑھ جائے، سب حیض ہے اور اگر دس دن سے بھی بڑھ گیا تو جتنے دن پہلے سے عادت ہے وہ حیض ہے، باقی سب استحاضہ ہے۔

سوال: اس مسئلہ کو مثال دے کر وضاحت سے سمجھائیے۔

جواب: اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو تین دن حیض آنے کی عادت ہے، لیکن کسی مہینہ میں دس دن رات سے زیادہ خون آ گیا تو وہی تین دن تو حیض کے ہیں۔ باقی دنوں کا خون سب استحاضہ ہے۔

سوال: ان دنوں کی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: دس دن رات تک تو نماز نہ پڑھے کہ اندیشہ ہے حیض ہو، لیکن جیسے ہی دس دن دس رات سے بڑھے، فوراً پاک ہو کر نماز پڑھے، اور تین دن تین رات کے علاوہ باقی تمام دنوں کی قضا پڑھے اور یہ قضا پڑھنا اس پر واجب ہے۔

سوال: ایک عورت ہے جس کی کوئی عادت مقرر نہیں ہے، کبھی چار دن خون آتا ہے، کبھی سات دن، اس طرح بدلتا رہتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی عورت کے لیے یہ سب حیض شمار ہوگا۔

سوال: ایسی عورت کو اگر کبھی دس دن سے بھی بڑھ جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ اس سے پہلے مہینہ میں کتنے دن حیض آیا تھا؟ بس اتنے دن حیض کے شمار کریں گے اور باقی سب استحاضہ ہے۔ ان دنوں کی نماز روزہ کی قضا واجب ہوگی۔

سوال: اگر کسی لڑکی کو پہلی مرتبہ خون آیا تو اس کے بارے میں کیا احکام ہیں؟

جواب: ایسی صورت میں اگر دس دن سے کم ہو تو سب حیض ہے، اگر دس دن ہو تو بھی سب حیض ہے اور اگر دس دن سے بڑھ گیا تو دس دن حیض ہے اور جو بڑھ گیا وہ استحاضہ ہے۔ اگر یہ مہینوں چلتا رہا یعنی برابر کئی مہینے تک جاری رہا تو جس تاریخ کو شروع ہوا، ہر مہینہ میں اسی تاریخ سے لے کر دس دن تک حیض شمار کریں گے اور باقی بیس دن استحاضہ شمار ہوگا۔

سوال: دو حیض کے درمیان میں پاک رہنے کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کتنی ہے؟

جواب: دو حیض کے درمیان پاک رہنے کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے اور زیادہ کی کوئی مدت مقرر نہیں، سالوں تک بھی ہوسکتی ہے، چنانچہ اگر کسی کو حیض آنا بند ہو جائے تو جتنے مہینے تک نہ آئے، وہ پاک رہے گی۔

سوال: اگر کسی کو ایک یا دو دن خون آیا، پھر پندرہ دن پاک رہی، پھر ایک یا دو دن خون آ گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں پندرہ دن سے پہلے اور بعد میں ایک دو دن جو خون آیا وہ حیض شمار نہ ہوگا، بلکہ یہ استحاضہ ہے۔

سوال: اگر ایک دو دن خون آیا پھر پندرہ دن سے کم پاک رہی پھر ایک دو دن خون آیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں جن دنوں پاک رہی، ان کا کچھ اعتبار نہیں ہے، بلکہ یوں سمجھیں گے کہ گویا برابر اتنے دن خون جاری رہا۔ اب اس کی جتنے دن کی عادت ہے، وہ تو حیض ہے، باقی سب استحاضہ ہے۔

سوال: حمل کے زمانہ میں اگر خون آجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی حالت میں اگر خون آجائے تو وہ حیض نہیں، استحاضہ ہے۔ یہاں تک کہ بچہ نکلنے سے پہلے پہلے جو خون آتا ہے، وہ بھی استحاضہ کہلاتا ہے اور پیدا ہونے کے بعد جو خون آتا ہے، وہ ''نفاس'' کہلاتا ہے۔

حیض کے احکام

سوال: حیض کے زمانہ میں نماز روزہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس زمانہ میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، ہاں اتنا فرق ہے کہ نماز تو بالکل معاف ہو جاتی ہے، پاک ہونے کے بعد قضا پڑھنا واجب نہیں، لیکن روزہ بالکل معاف نہیں ہوتا، پاک ہونے کے بعد قضا کرنا واجب ہے۔

سوال: اگر کسی کو نماز پڑھتے ہوئے حیض آ گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر فرض نماز پڑھتے ہوئے ایسا ہوا تو نماز چھوڑ دے، یہ نماز بالکل معاف ہو گئی۔ اس کی قضا پڑھنا بھی واجب نہیں ہے۔ اگر نفل یا سنت میں ایسی صورت پیش آ گئی تو نماز ختم کر دے، لیکن پاک ہونے کے بعد اس کی قضا پڑھنا واجب ہے۔

سوال: اگر کسی کو روزہ کی حالت میں حیض آ گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر آدھا دن گزرنے کے بعد بھی ایسی صورت پیش آ گئی تو روزہ ٹوٹ گیا، چاہے فرض ہو یا نفل، پاک ہونے کے بعد قضا رکھے۔

سوال: ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی کہ نماز کے بالکل آخری وقت میں حیض آ گیا تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں نماز معاف ہو گئی، قضا پڑھنا واجب نہیں۔

سوال: حیض کے زمانہ میں میاں بیوی کے تعلق کی کیا حد ہے؟

جواب: خاص تعلق یعنی صحبت کرنا تو جائز نہیں ہے، نیز عورت کی ناف سے لے کر گھٹنے تک کا جسم بغیر کپڑے کے نہ چھوا جائے، اس کے علاوہ باقی باتیں درست ہیں، جیسے: کھانا

پینا، لیٹنا وغیرہ۔

سوال: کسی کی عادت پانچ دن یا نو دن ہے، اب عادت کے مطابق خون بند ہو گیا تو کیا اس کے لیے صحبت کرنا درست ہے؟

جواب: ایسی صورت میں جب تک غسل نہ کرے، صحبت درست نہیں ہے اور اگر غسل نہ کیا ہو تو خون بند ہونے کے بعد ایک نماز کا وقت گزر جائے کہ ایک نماز کی قضا اس کے ذمہ واجب ہو جائے، تب تو صحبت درست ہے۔ اس سے پہلے درست نہیں ہے۔

سوال: اگر عادت پانچ دن کی تھی اور خون چار دن آکر بند ہو گیا تو نماز اور صحبت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں غسل کر کے نماز پڑھنا واجب ہے، لیکن جب تک پانچ دن پورے نہ ہو جائیں، صحبت کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ اندیشہ ہے کہ خون پھر نہ آجائے۔

سوال: اگر ایک دو دن خون آکر بند ہو گیا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں غسل کرنا واجب نہیں ہے، وضو کر کے نماز پڑھے، لیکن ابھی تعلق قائم کرنا درست نہیں ہے۔ اگر پندرہ دن سے پہلے دوبارہ آجائے تو سمجھا جائے کہ وہ حیض کا زمانہ تھا، اب عادت دیکھ کر جتنے دن حیض کے ہوں وہ نکال کر باقی دن کی نماز، روزہ قضا کرے اور اگر پندرہ دن گزر گئے اور خون نہیں آیا تو وہ ایک دو دن استحاضہ کے سمجھے اور جو نمازیں ان دنوں چھوڑی تھیں ان کی قضا پڑھے۔

سوال: اگر حیض بالکل نماز کے آخری وقت میں بند ہوا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر دس دن سے کم آیا اور ایسے وقت بند ہوا کہ نماز کا وقت بالکل تنگ ہے کہ جلدی اور پھرتی سے غسل کے فرائض ادا کر کے غسل کر کے اتنا وقت باقی رہتا ہے کہ جس میں صرف ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ سکتی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتی، تب بھی نماز اس پر واجب ہوگئی، قضا پڑھنا پڑے گی۔ اگر اس سے بھی کم وقت ہو تو نماز پڑھنا معاف ہے، قضا پڑھنا واجب نہ ہوگی۔ اگر دس دن پورے آیا ہو تو اب اگر وقت صرف اتنا

ہے کہ بس ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے، غسل کرنے کی بھی گنجائش نہیں ہے تو بھی نماز واجب ہو جائے گی اور قضا پڑھنا پڑے گی۔

سوال: اگر رمضان شریف میں رات کو پاک ہوئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اگر پورے دس دن تک حیض آیا ہو اور ایسے وقت میں پاک ہوئی ہو کہ صرف اللہ اکبر بھی نہیں کہہ سکتی کہ سحری کا وقت ختم ہو گیا، تب بھی صبح کا روزہ واجب ہے۔ چاہیے کہ نیت کرلے اور صبح کو غسل کرلے۔ اگر دس دن سے کم حیض آیا اور ایسے وقت پاک ہوئی کہ صرف فرائضِ غسل ادا کر کے غسل تو کر لے گی لیکن روزہ کا وقت ختم ہونے سے پہلے اللہ اکبر نہیں کہہ سکتی، تب بھی روزہ واجب ہوگا۔ اگر غسل نہ کیا ہو تو چاہیے کہ نیت کرلے اور صبح کو غسل کرلے۔ اگر دس دن سے کم آیا اور ایسے وقت بند ہوا کہ پھرتی سے غسل کرنے کا بھی وقت نہیں ہے تو روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، لیکن سارا دن روزہ داروں کی طرح رہے اور پھر اس کے بعد قضا رکھے۔

تنبیہ: معلّمہ صاحبہ یہاں دس دن اور دس دن سے کم کے فرق کو خوب اچھی طرح واضح کر کے سمجھائیں۔

نفاس کا بیان

سوال: نفاس کسے کہتے ہیں اور اس کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے؟

جواب: بچہ پیدا ہو جانے کے بعد جو خون آتا ہے اس کو ''نفاس'' کہتے ہیں۔ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے اور کم کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے۔ اگر ایک آدھ گھنٹہ بھی خون آ کر بند ہو جائے تو وہ بھی نفاس ہے۔

سوال: اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی کو بالکل خون نہ آیا تو کیا اس پر بھی غسل واجب ہوتا ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسی صورت میں بھی غسل واجب ہوتا ہے۔

سوال: اگر آدھا یا آدھے سے کم یا آدھے سے زیادہ بچہ نکل آیا لیکن پورا نہیں نکلا تو اس وقت جو خون آئے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں جو خون آئے وہ نفاس کے حکم میں ہے اور اگر آدھے سے کم نکلا، اس وقت جو خون آیا وہ استحاضہ کے حکم میں ہے۔ اگر ہوش و حواس باقی ہوں اور نماز کا وقت ہو جائے تو اس وقت بھی نماز پڑھے، اگرچہ اشارہ ہی سے کیوں نہ ہو، قضا نہ کرے ورنہ گناہ گار ہوگی۔

سوال: ایسی صورت میں اگر بچہ کے ضائع ہو جانے کا ڈر ہو تو کیا کرے؟

جواب: اگر کوئی ایسا اندیشہ ہو تو اس وقت نہ پڑھے۔ بعد میں قضا کر لے۔

سوال: اگر کسی کا حمل گر گیا اور اس کے بعد خون نکلا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اگر بچہ کا ایک آدھ عضو بن گیا ہو تو اس کے بعد آنے والا خون

نفاس کے حکم میں ہے اور اگر بچہ کا کوئی عضو نہیں بنا بس گوشت ہی گوشت ہے تو اس کے بعد نکلنے والا خون نفاس نہیں ہے، اگر وہ خون حیض بن سکے تو حیض ہے، یعنی مدت و عادت دیکھنے کے بعد، اور اگر حیض نہ بن سکے تو استحاضہ ہے۔

سوال: اگر خون چالیس دن سے بڑھ گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر پہلا بچہ ہے تو ایسی صورت میں چالیس دن نفاس کے ہیں اور جتنا زیادہ آیا ہے، وہ استحاضہ ہے۔ فوراً نہا دھو کر نماز پڑھنا شروع کر دے، بند ہونے کا انتظار نہ کرے۔ اگر یہ پہلا بچہ نہیں ہے، اس سے پہلے بھی یہ چیز پیش آ چکی ہے تو اپنی عادت کو دیکھے کہ پہلے کتنے دن نفاس آیا تھا؟ جتنے دن نفاس کی عادت ہو اتنے دن نفاس کے شمار کرے، باقی استحاضہ ہے۔

سوال: اگر کسی کی عادت تیس دن نفاس آنے کی ہے اور اب کی بار تیس دن پر بھی بند نہ ہوا تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں ابھی غسل نہ کرے بلکہ انتظار کرے، اگر چالیس دن پر بند ہو گیا تو یہ سب نفاس ہے اور اگر چالیس دن سے بڑھ گیا تو تیس دن نفاس کے ہیں، باقی سب استحاضہ ہے۔ اب غسل کر کے ان دس دنوں کی نماز روزہ کی قضا کرے۔

حیض، نفاس اور جنابت کے احکام

سوال: نفاس کی حالت میں نماز روزہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز تو بالکل معاف ہے، روزہ کی بعد میں قضا کرنا ہوگی۔

سوال: جس مرد وعورت پر غسل کرنا واجب ہو، ان کے لیے کون سے اعمال جائز نہیں؟

جواب: جس مرد وعورت پر غسل واجب ہو، جیسے: جُنبی اور جس عورت پر غسل واجب ہو جیسے حیض ونفاس والی تو ان کو مسجد میں جانا، کعبہ شریف کا طواف کرنا، کلام مجید پڑھنا اور اس کا چھونا جائز نہیں ہے۔

سوال: اگر قرآن پاک میں یا کسی رومال وغیرہ میں ہو تو غسل واجب ہونے کی حالت میں اس کے اُٹھانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن کریم کسی غلاف، رومال یا کسی کپڑے وغیرہ میں لپٹا ہوا ہو تو اگر یہ چیزیں جلد کے ساتھ سلی ہوئی ہوں تو چھونا اور اُٹھانا درست نہیں ہے اور اگر جلد کے ساتھ سلی ہوئی نہ ہوں بلکہ الگ کرنے یا اُتارنے سے اُتارا جا سکتا ہو تو ان کے ساتھ قرآن پاک کا چھونا اور اُٹھانا درست ہے۔

سوال: جس کا وضو نہ ہو، کیا اس کو کلام مجید اُٹھانا یا پڑھنا درست ہے؟

جواب: وضو نہ ہونے کی صورت میں چھونا تو درست نہیں، البتہ زبانی پڑھنا درست ہے۔

سوال: جس کتبے، سکے، طشتری، تعویذ یا کسی چیز میں قرآن پاک کی کوئی آیت لکھی ہوئی ہو تو اس حالت میں اس کو چھونے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس حالت میں ان لوگوں کے لیے ان سب چیزوں کا چھونا درست نہیں ہے۔

البتہ اگر کسی تھیلی، کیس وغیرہ میں رکھے ہوں تو اس تھیلی، کور وغیرہ کو چھونا اور اُٹھانا درست ہے۔

سوال: کیا ایسے لوگوں کو کرتے کے دامن یا دوپٹہ کے آنچل سے قرآن پاک پکڑنا درست ہے؟

جواب: درست نہیں ہے، البتہ اگر بدن سے الگ کوئی کپڑا ہو، جیسے: رومال وغیرہ تو اس سے پکڑ کر اُٹھانا یا چھونا درست ہے۔

سوال: ایسی حالت میں قرآن پاک پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی حالت میں قرآن پاک پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ نہ زبانی نہ ہی دیکھ کر۔ پوری آیت پڑھنا تو بالکل جائز نہیں ہے لیکن اگر پوری آیت نہ پڑھے بلکہ آیت کا ذرا سا ٹکڑا یا آدھی آیت پڑھے تو جائز ہے، لیکن وہ آدھی آیت بھی اتنی بڑی نہ ہو کہ کسی چھوٹی آیت کے برابر ہو جائے۔

سوال: قرآن پاک کی ایسی آیات کہ جن میں دُعا کا مضمون ہے ان کو ایسی حالت میں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر سورۂ فاتحہ پوری دُعا کی نیت سے پڑھے یا اور کوئی آیات کہ جن میں دُعا کا مضمون ہے ان کو دُعا کی نیت سے پڑھے، تلاوت کے ارادہ سے نہ پڑھے تو جائز ہے...... جیسے "رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً......" اور "رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا......" وغیرہ۔

سوال: ایسی حالت میں دُعائے قنوت کا پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: اگر کوئی عورت قرآن پاک پڑھاتی ہے تو اس حالت میں وہ کیا کرے؟

جواب: ایسی حالت میں اس کے لیے ہجے کروانا درست ہے اور رواں کرواتے وقت پوری آیت پڑھنا جائز نہیں ہے بلکہ ایک ایک، دو دو لفظ کے بعد سانس توڑ دیا کرے اور کاٹ کاٹ کر آیت کا رواں کروائے۔

سوال: ایسی حالت میں کلمہ، درود شریف پڑھنا، اللہ تعالیٰ کا نام لینا، استغفار پڑھنا یا کوئی وظیفہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: یہ سب چیزیں پڑھنا جائز ہے، منع نہیں ہے۔

سوال: اگر کسی پر کسی وجہ سے غسل واجب تھا اور ابھی غسل نہ کر پائی تھی کہ حیض آ گیا تو اب کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اس پر غسل واجب نہیں رہا، جب حیض سے پاک ہو جائے تب غسل کر لے۔ ایک ہی غسل دونوں کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔

مسئلہ: حیض کے دنوں میں مستحب ہے کہ نماز کے وقت وضو کر کے کسی پاک جگہ تھوڑی دیر بیٹھ کر اللہ اللہ کر لیا کرے، تاکہ نماز کی عادت چھوٹ نہ جائے اور پاک ہو جانے کے بعد نماز سے جی نہ گھبرائے۔

تنبیہ: معلّمہ صاحبہ ان مسائل کو خوب وضاحت سے اچھی طرح ذہن نشین کرائیں کہ خواتین ان مسائل سے اکثر ناواقف ہوتی ہیں اور پوچھنے میں شرم کرتی ہیں۔

نماز کا بیان

نماز کے اوقات:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں اور اس میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں ہے کہ جو ان کو فرض نہ مانے، وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ان پانچوں نمازوں کے اوقات شریعت نے متعین کر دیے ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو بے وقت یعنی اس کے مستحب وقت کے بعد پڑھنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھے بیٹھے سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے اور جب سورج پیلا پڑ جائے تو کھڑے ہو کر (جلدی جلدی مرغ کی طرح) چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور اللہ کو ان (سجدوں) میں بس ذرا سا یاد کرتا ہے۔

فرض نمازوں کا وقت:

سوال: فجر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے؟

جواب: فجر کا وقت صبح صادق ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور سورج کا طلوع شروع ہونے تک باقی رہتا ہے یعنی جب سورج طلوع ہونا شروع ہوتا ہے تو نماز فجر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

سوال: ظہر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے؟

جواب: ظہر کا وقت سورج ڈھل جانے کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے اور جب تک ہر چیز کا سایہ اس کے اصلی سایہ کے علاوہ دوگنا نہ ہو جائے، باقی رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ جو عین زوال کے وقت ہوتا ہے، اس کو چھوڑ کر جب سایہ اس چیز سے دوگنا

ہو جائے تو اس وقت نمازِ ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

سوال: نمازِ عصر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے؟

جواب: نمازِ ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد نمازِ عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور سورج غروب ہونے تک باقی رہتا ہے، لیکن جب سورج زرد پڑ جائے تو نمازِ عصر کا مکروہ وقت شروع ہو جاتا ہے۔(۱)

سوال: نمازِ مغرب کا وقت کب شروع اور کب ختم ہوتا ہے؟

جواب: جب سورج چھپ جائے تو مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے، جو سرخ روشنی (جسے ''شفق احمر'' کہتے ہیں) غائب ہونے تک باقی رہتا ہے۔

سوال: گھنٹوں کے اعتبار سے بتایئے کہ تقریباً کتنے وقت تک نمازِ مغرب کا وقت رہتا ہے؟

جواب: گھنٹوں کے اعتبار سے تعیین ممکن نہیں۔ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ البتہ پاکستان کے علاقوں میں گھنٹہ بھر تو رہتا ہی ہے،(۲) لہٰذا تھوڑی بہت دیر ہو جائے تو نماز کو قضا سمجھ کر چھوڑ نہ دینا چاہیے۔

سوال: نمازِ عشاء کا وقت کب شروع اور کب ختم ہوتا ہے؟

جواب: نمازِ مغرب کا وقت ختم ہوتے ہی عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور صبح صادق تک باقی رہتا ہے، لیکن آدھی رات کے بعد عشاء کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے۔

تنبیہ: معلّمہ صاحبہ طالبات کو تنبیہ کرے کہ ان اوقات میں سے اول وقت میں نماز پڑھنے کی ہر ممکن کوشش کریں اور یہ کہ ان اوقات کے اندر اندر نماز ضرور ادا کریں۔ اکثر خواتین نماز صرف اس وجہ سے قضا کر دیتی ہیں کہ وہ سمجھتی ہیں اذان کے ایک ڈیڑھ گھنٹہ بعد

۱- محتاط اندازے کے مطابق ایسا غروب سے تقریباً سولہ منٹ پہلے ہوتا ہے۔ (احسن الفتاوی: ۱۴۳/۲)

۲- دیکھیے: احسن الفتاوی: ۲/ ۱۳۶

نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ انہیں اچھی طرح آگاہ کیا جائے کہ جب تک دوسری نماز کا وقت شروع نہ ہو جائے نماز قضا نہیں ہوتی۔

ممنوع اوقات:

سوال: کچھ ایسے اوقات بھی ہیں جن میں کوئی نماز صحیح نہ ہو؟

جواب: جی ہاں! تین اوقات ایسے ہیں کہ جن میں کوئی نماز بھی صحیح نہیں ہوتی۔ نہ فرض نہ نفل۔ وہ اوقات یہ ہیں:

(۱) سورج نکلنے کے وقت۔

(۲) بالکل دوپہر (یعنی زوال) کے وقت۔

(۳) سورج غروب ہونے کے وقت۔

ہاں! البتہ اگر اس دن کی عصر کی نماز نہ پڑھی ہو اور سورج غروب ہونے لگے تو نماز عصر ادا کر سکتے ہیں۔

سوال: کیا ان تین اوقات کے علاوہ بھی کوئی ممنوع وقت ہے؟

جواب: دو وقت ایسے ہیں جن میں صرف نفل نماز نہیں پڑھ سکتے، البتہ قضا نماز، سجدۂ تلاوت وغیرہ ان میں بھی درست ہے۔[۱] وہ دو وقت یہ ہیں:

(۱) فجر کا وقت شروع ہونے سے لے کر ختم ہونے تک، اس میں نفل نماز درست نہیں۔[۲] صرف فجر کی دو سنتیں پڑھیں۔

(۲) عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک۔

سوال: فجر کی نماز میں دیر ہوگئی اور وقت صرف اتنا باقی ہے کہ اس میں صرف دو رکعت پڑھنے کی گنجائش ہے، ایسی صورت میں کیا کرے، سنت پڑھے کہ فرض؟

۱- گویا فرض نماز کے لیے ممنوع وقت تین ہیں اور نفل کے لیے پانچ، تین پچھلے سوال والے اور دو یہ۔
۲- البتہ اگر تہجد پڑھ رہی تھی کہ فجر کا وقت شروع ہو گیا تو اس کو پورا کرنا بہتر ہے۔ (فتاوی شامیہ: ۱/ ۳۷٤)

جواب: ایسی صورت میں فرض ادا کرے، سنت نہ پڑھے۔ جب سورج نکل کر ذرا روشنی ہو جائے، تب سنت پڑھ لے۔

سوال: فجر کی نماز پڑھتے ہوئے اگر سورج نکل آیا تو نماز ہو جائے گی یا دوبارہ پڑھے؟

ایسی صورت میں فجر ادا نہیں ہوئی، سورج نکلنے کے بعد ذرا روشنی ہو جائے تو قضا پڑھے۔

سوال: اگر عصر کی نماز پڑھتے ہوئے سورج غروب ہو جائے تو یہ نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب: ایسی نماز ہوگئی۔ اب قضا پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

نماز کے فرائض اور واجبات

سوال: نماز کے فرائض کتنے ہیں؟

جواب: نماز کے چودہ فرض ہیں۔ ان میں سے سات ایسے ہیں کہ جن کا نماز سے پہلے ہونا ضروری ہے، ان کو ''شرائط نماز'' کہتے ہیں اور سات فرائض ایسے ہیں جو نماز کے اندر ہونا ضروری ہیں، ان کو ''ارکانِ نماز'' کہتے ہیں۔

سوال: نماز کی شرائط بتائیے۔

جواب: (۱) بدن کا پاک ہونا (۲) کپڑوں کا پاک ہونا (۳) نماز کی جگہ کا پاک ہونا (٤) ستر چھپانا یعنی مردوں کو ناف سے گھٹنوں تک اور عورتوں کو چہرے، ہتھیلیوں اور قدموں کے علاوہ تمام بدن کا ڈھانکنا (۵) نماز کا وقت ہونا (٦) قبلہ کی طرف رُخ کرنا (۷) نماز کی نیت کرنا۔

سوال: نماز کے اندر والے فرائض (ارکانِ نماز) بیان کیجیے۔

جواب: (۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام یعنی کھڑا ہونا (۳) قراءت یعنی ایک بڑی آیت (جو مقدار میں کم از کم تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو) یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک چھوٹی سورت پڑھنا (٤) رکوع (۵) سجدہ (٦) قعدۂ اخیرہ (۷) اپنے ارادہ سے نماز ختم کرنا۔

تنبیہ: معلّمہ صاحبہ ان فرائض کو ترتیب وار یاد کروائیں اور ہر ایک کی وضاحت کریں۔

سوال: ان فرائض کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ان فرائض میں سے کوئی فرض بھی جان بوجھ کر یا بھول کر رہ جائے تو سجدۂ سہو کرنے سے بھی نماز نہ ہوگی۔

سوال: نماز کے واجبات بیان کیجیے۔

جواب: (۱) سورۂ فاتحہ پڑھنا (۲) سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت ملانا (۳) فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرنا (۴) سورۂ فاتحہ کو سورت سے پہلے پڑھنا (۵) رکوع کر کے سیدھا کھڑا ہونا (۶) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا (۷) پہلا قعدہ کرنا (۸) التحیات پڑھنا (۹) لفظ سلام کے ساتھ نماز ختم کرنا (۱۰) وتر میں دعائے قنوت پڑھنا (۱۱) دعائے قنوت سے پہلے تکبیر کہنا۔

تنبیه: یہاں صرف خواتین کے بارے میں واجبات لکھے گئے ہیں۔

سوال: ان واجبات میں سے کوئی واجب چھوٹ گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: ان میں سے اگر کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا۔ اگر جان بوجھ کر کسی واجب کو چھوڑ دیا تو دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے، سجدۂ سہو کرنے سے بھی کام نہ چلے گا۔

بدن چھپانا:

سوال: اگر دوپٹہ یا جسم پر موجود کوئی اور کپڑا باریک ہو کہ اس میں سے جسم جھلکتا ہو تو کیا نماز ہو جائے گی؟

جواب: اگر دوپٹہ یا جسم پر موجود کوئی اور کپڑا اتنا باریک ہو کہ اس میں سے جسم جھلکتا ہو تو نماز نہ ہوگی۔

سوال: اگر نماز پڑھتے ہوئے اچانک کوئی عضو جس کا ڈھانکنا نماز میں فرض ہے، کھل گیا مثلاً: سر سے دوپٹہ سرک گیا تو اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: اگر نماز پڑھتے ہوئے اچانک ایسا کوئی عضو جس کو نماز میں ڈھانکنا فرض ہے، کھل گیا تو اگر چوتھائی برابر کھلا اور تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے بقدر کھلا رہا تب تو نماز ٹوٹ جائے گی، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر اتنی دیر نہیں لگی، کھلتے ہی ڈھک لیا تو نماز ہو گئی۔

مثال کے طور پر: چوتھائی پنڈلی یا چوتھائی ران یا چوتھائی بازو کھل گیا یا جیسے: کان کا چوتھائی یا چوتھائی سر یا چوتھائی پیٹ، چوتھائی پیٹھ، چوتھائی گردن، چوتھائی سینہ وغیرہ۔

بدن اور کپڑوں کا پاک کرنا:

سوال: اگر بدن یا کپڑے پر کچھ نجاست لگی ہے لیکن پانی کہیں نہیں ملتا تو کیا کرے؟

جواب: ایسی مجبوری کی صورت میں معافی ہے، اسی نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لے، یعنی اگر ایک میل شرعی کے اندر اندر پانی نہ ملے تو یہ شرعی مجبوری ہے، بغیر دھوئے نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لے، ہو جائے گی۔

سوال: اگر کوئی سفر میں ہے اور اس کے پاس تھوڑا سا پانی ہے۔ بدن یا کپڑے وغیرہ میں نجاست بھی لگی ہے اور وضو کی بھی ضرورت ہے۔ اگر نجاست دھوتے ہیں تو وضو کے لیے پانی نہیں بچتا اور اگر وضو کرتی ہے تو نجاست سے پاک نہیں ہوسکتی، اس صورت میں کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں اس پانی سے نجاست دھوڈالے، پھر وضو کے لیے تیمم کرلے۔

نماز کے وقت کا دھیان رکھنا:

سوال: کسی نے ظہر کی نماز پڑھی لیکن جب پڑھ چکی تو معلوم ہوا کہ جس وقت نماز پڑھی تھی اس وقت ظہر کا وقت نہیں رہا تھا بلکہ عصر کا وقت آ گیا تھا تو اب کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں قضا پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ وہی نماز جو پڑھی ہے قضا میں آجائے گی اور ایسا سمجھیں گے گویا قضا پڑھی تھی۔

سوال: اگر کسی نے وقت آنے سے پہلے نماز پڑھ لی تو ہوئی یا نہیں؟

جواب: ایسی صورت میں نماز نہیں ہوئی۔ وقت آنے پر دوبارہ پڑھے۔ چاہے جان بوجھ کر پڑھی ہو یا بھولے سے۔

نیت کرنا:

سوال: کیا نماز کے لیے زبان سے نیت کرنا ضروری ہے؟

جواب: نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں، زبان سے الفاظ کو ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ (ہاں! اگر کوئی کہہ لے تو کچھ حرج بھی نہیں ہے) بلکہ دل میں جب اتنا سوچ لے کہ میں آج ظہر کی فرض نماز پڑھتی ہوں اور اگر سنت پڑھنی ہے تو یہ سوچ لے کہ ظہر کی سنت پڑھتی ہوں۔ بس اتنا خیال کر کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے تو نماز ہو جائے گی۔

سوال: لوگ جو نماز میں لمبی چوڑی نیت کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: لوگ جو لمبی چوڑی نیت کرتے ہیں۔ مثلاً: چار رکعت نماز وقت ظہر، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف وغیرہ...... یہ سب کچھ کہنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اگر زبان سے نیت کہنا چاہے تو اتنا کہہ لینا کافی ہے کہ نیت کرتی ہوں میں آج کے ظہر کے فرض کی، اللہ اکبر۔ یا نیت کرتی ہوں ظہر کی سنتوں کی، اللہ اکبر۔

سوال: اگر دل میں تو ارادہ کیا کہ ظہر کی نماز پڑھتی ہوں لیکن ظہر کی جگہ زبان سے عصر کا لفظ نکل گیا، اس طرح بھولے سے چار کی بجائے چھ رکعت یا تین رکعت زبان سے نکل گیا تو نماز کا کیا ہوگا؟

جواب: ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی۔

سوال: اگر کوئی رکوع سے کھڑی ہو کر "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد" یا رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم" نہ پڑھے یا سجدہ میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" نہ پڑھے یا اخیر کی بیٹھک میں التحیات کے بعد درود شریف نہ پڑھے تو نماز درست ہو جائے گی؟

جواب: ایسی صورت میں نماز تو ہو جائے گی لیکن سنت کے خلاف ہے۔ ثواب کم ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر درود شریف کے بعد کوئی دُعا نہ پڑھی، صرف درود شریف پڑھ کر سلام پھیر دیا تب بھی نماز درست تو ہو جائے گی، لیکن ایسا کرنا سنت کے خلاف ہے۔

سوال: نیت باندھتے وقت ہاتھوں کو کاندھوں تک اُٹھانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: خواتین کو کاندھوں تک ہاتھ اُٹھانا سنت ہے، نہ اُٹھایا تو نماز خلافِ سنت ہوگی۔

چند اہم مسائل:

سوال: کیا ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے؟

جواب: ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے اور جب سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت ملائے تو پہلے بسم اللہ پڑھ لے۔ یہ بہتر ہے ضروری نہیں ہے۔ اگر نہ پڑھے تو نماز ہو جائے گی۔

سوال: سجدہ میں ناک اور ماتھا زمین پر رکھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: سجدہ کرتے ہوئے اگر ناک اور ماتھا دونوں زمین پر نہ ٹیکے بلکہ صرف ماتھا رکھ دے اور ناک نہ رکھے تو بھی نماز درست ہے اور اگر ماتھا زمین پر نہیں رکھا، صرف ناک رکھا تو نماز نہیں ہوئی۔ خواہ جان بوجھ کر ایسا کیا ہو یا بھول گئی ہو، البتہ اگر کوئی مجبوری ہو تو صرف ناک لگانا بھی درست ہے۔ خلاصہ یہ کہ سجدے میں دونوں کو زمین پر رکھے۔

سوال: اگر رکوع کے بعد اچھی طرح سے کھڑی نہیں ہوئی، ذرا سا سر اٹھا کر سجدہ میں چلی گئی تو نماز درست ہو جائے گی؟

جواب: ایسی صورت میں نماز نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

سوال: اگر دونوں سجدوں کے درمیان اچھی طرح نہ بیٹھی، ذرا سا سر اٹھا کر فوراً دوسرے سجدہ میں چلی گئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اگر ذرا سا سر اٹھایا ہو تو ایک ہی سجدہ ہوا، دونوں سجدے ادا نہیں ہوئے اور نماز بالکل نہیں ہوئی، دوبارہ نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اگر بھول کر ایسا کیا تو سجدۂ سہو کر لے۔

سوال: اگر فوم کے گدے پر یا روئی کی کسی چیز پر سجدہ کرے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں سر کو خوب دبا کر سجدہ کرے۔ اتنا دبائے کہ اس سے زیادہ نہ دب سکے۔ اگر اوپر اوپر ذرا سا اشارہ سے سر رکھ دیا دبایا نہیں تو سجدہ ادا نہیں ہوا، چاہے جان کر ایسا کیا ہو یا بھول کر۔

سوال: چار فرض پڑھتے ہوئے اگر آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت بھی پڑھ گئی تو کیا نماز میں کوئی نقصان آئے گا؟

جواب: ایسی صورت میں نماز میں کوئی نقصان نہیں آئے گا، نماز بالکل صحیح ہے۔

سوال: نماز میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت وغیرہ پڑھنے میں عورت کی آواز کتنی ہونی چاہیے؟

جواب: نماز میں عورت ساری چیزیں آہستہ اور چپکے سے پڑھے۔

سوال: نماز پڑھنے کے لیے کوئی سورت مقرر کر لینا کیسا ہے؟

جواب: نماز کے لیے کوئی خاص سورت مقرر نہ کرنا چاہیے بلکہ جو جی میں آئے پڑھ لے۔ کوئی خاص سورت مقرر کر لینا مکروہ ہے۔ ہاں! اگر کبھی کبھی وہ سورتیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں پڑھی ہیں، پڑھ لیا کرے تو یہ مستحب ہے، مکروہ نہیں۔

سوال: کسی رکعت میں لمبی سورت اور کسی میں چھوٹی سورت پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ لمبی سورت نہ پڑھنا بہتر ہے، اگر پڑھ لی تو مکروہ ہے۔

خواتین کی جماعت:

سوال: عورتوں کے لیے جماعت سے نماز پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: خواتین اپنی اپنی نماز الگ الگ پڑھیں، جماعت نہ کرائیں۔ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے۔ البتہ گھر کے محرم افراد کسی وجہ سے گھر میں جماعت کر رہے ہوں تو ان کے ساتھ جماعت میں شامل ہونے میں کوئی حرج نہیں لیکن ایسی صورتحال میں مردوں کے بالکل پیچھے کھڑا ہونا ضروری ہے۔ برابر ہرگز نہ کھڑی ہوں۔

سوال: عورتوں کے لیے مسجد جانا کیسا ہے؟

جواب: ممنوع ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''حضور علیہ الصلوۃ والسلام یہ کچھ دیکھتے جو آج کے زمانے کی عورتیں کر رہی ہیں تو ضرور ان کو مسجد جانے سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔'' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

اپنے زمانے کی خواتین کے بارے میں ایسا فرمارہی ہیں تو آج کے زمانے میں اس کی اجازت کتنے فتنوں کا ذریعہ ہوگی؟ یہ سمجھنا مشکل نہیں۔

سوال: اگر گھر کے مردوں کی جماعت کسی وجہ سے چھوٹ جائے اور وہ گھر میں جماعت کرائیں تو کیا خواتین اس میں شریک ہوسکتی ہیں؟

جواب: اگر کوئی عورت اپنے گھر میں اپنے محرم کے ساتھ جماعت میں شامل ہونا چاہے تو شریک ہوسکتی ہے لیکن اس کے برابر کھڑی نہ ہو بلکہ بالکل پیچھے رہے، ورنہ عورت کی نماز بھی خراب ہوگی اور مرد کی بھی برباد ہوجائے گی۔

نماز کے دو ادب:

سوال: نماز پڑھتے ہوئے اپنی نگاہوں کو کہاں رکھے؟

جواب: جب نماز میں کھڑی ہو تو اپنی نگاہ سجدہ کی جگہ پر رکھے۔ رکوع میں جائے تو پیروں پر نگاہ رکھے۔ سجدہ کرے تو ناک پر نگاہ رکھے۔ تشہد کی حالت میں گود میں نگاہ رکھے اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر۔ یہ عمل مستحب ہے۔

سوال: اگر نماز میں جمائی وغیرہ آجائے تو کیا کرے؟

جواب: جمائی آئے تو منہ کو خوب زور سے بند کرلے۔ اگر کسی طرح نہ رکے تو نچلے ہونٹ کے ایک کنارہ کو دانتوں تلے دبالے۔ جمائی کے لیے منہ نہ کھولنا پڑے گا۔ اگر گلے یا سینے میں سوزش ہو اور کھانسی آئے تو جہاں تک ہوسکے کھانسی کو روکے۔ نہ رکے تو جتنا ہوسکے آواز کم رکھے۔

قرآن شریف پڑھنے کا بیان

سوال: تجوید سے قرآن پاک پڑھنے کا شریعت میں کیا درجہ ہے؟

جواب: قرآن پاک کو تجوید کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ ہر حرف کو ٹھیک ٹھیک پڑھے۔ ''ہمزہ'' اور ''عین'' میں جو فرق ہے۔ اسی طرح ''حا'' اور ''ھا'' میں، ''ذال''، ''ظا''، ''ضاد'' اور ''سین''، ''صاد'' اور ''ثا'' میں جو فرق ہے اس کا خیال رکھے اور ہر لفظ کی صحیح ادائیگی کرے۔ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف نہ پڑھے۔

سوال: اگر کسی سے کوئی حرف نہیں نکلتا تو وہ کیا کرے؟

جواب: اگر کسی سے کوئی حرف نہیں نکلتا، جیسے: ''ھا'' کو ''حا'' یا ''حا'' کو ''ھا'' پڑھتی ہے یا عین کی ادائیگی نہیں کر سکتی یا ''ثا''، ''سین'' اور ''صاد'' میں فرق کر کے نہیں پڑھ سکتی تو اس پر لازم ہے کہ صحیح پڑھنے کی مشق کرے۔ اگر صحیح پڑھنے کی مشق نہ کرے گی تو گناہ ہوگا اور اس کی نماز درست نہ ہوگی۔ ہاں! اگر محنت کے باوجود درست نہ ہو تو معذوری ہے۔

سوال: اگر ایک رکعت میں ایک سورت پڑھی، پھر دوسری رکعت میں بھی وہی سورت دوبارہ پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی حرج تو نہیں ہے لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا بہتر نہیں ہے۔

سوال: اگر ایک سورت شروع کی، پھر اس کو چھوڑ کر دوسری سورت شروع کر دی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس طرح کرنا مکروہ ہے۔

سوال: جس کو نماز بالکل نہ آتی ہو یا نئی نئی مسلمان ہوئی ہو تو وہ کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں وہ سب جگہ ''سبحان اللہ، سبحان اللہ وبحمدہ'' وغیرہ پڑھتی رہے، فرض ادا ہو جائے گا، لیکن نماز مسلسل سیکھتی رہے۔ اگر نماز سیکھنے میں کوتاہی کرے گی تو گناہ گار ہوگی۔

خواتین کا طریقۂ نماز[1]

نماز شروع کرنے سے پہلے:

یہ باتیں یاد رکھیے اور ان پر عمل کا اطمینان کر لیجیے:

(١) آپ کا رُخ قبلہ کی طرف ہونا ضروری ہے۔

(٢) آپ کو سیدھا کھڑا ہونا چاہیے اور آپ کی نظر سجدے کی جگہ پر ہونی چاہیے۔ گردن کو جھکا کر ٹھوڑی سینے سے لگا لینا مکروہ ہے اور بلاوجہ سینے کو جھکا کر کھڑا ہونا بھی درست نہیں، لہٰذا اس طرح سیدھی کھڑی ہوں کہ نظر سجدے کی جگہ پر رہے۔

(٣) آپ کے پاؤں کی اُنگلیوں کا رُخ بھی قبلے کی جانب رہے اور دونوں پاؤں سیدھے قبلہ رُخ رہیں (پاؤں کو دائیں بائیں ترچھا رکھنا خلافِ سنت ہے) دونوں پاؤں قبلہ رخ ہونے چاہییں۔

(٤) دونوں پاؤں کے درمیان مناسب فاصلہ (مثلاً چار انگل جتنا) ہونا چاہیے۔ نہ بہت زیادہ نہ بہت کم۔

(٥) کسی موٹی اور بڑی چادر سے اپنے سارے جسم کو اچھی طرح ڈھانپ لیں، جس میں سر، سینہ، بازو، پنڈلیاں مونڈھے، گردن وغیرہ سب ڈھکے رہیں۔ ہاں اگر چہرہ یا قدم، یا گٹوں تک ہاتھ کھلے رہیں تو نماز ہو جائے گی، کیونکہ یہ تینوں چیزیں مستثنیٰ ہیں اور اگر یہ بھی ڈھکی رہیں تب بھی نماز ہو جائے گی۔

(٦) نماز کے لیے ایسا باریک دوپٹہ استعمال کرنا جس میں سر، گردن، حلق اور حلق کے

١- ماخوذ از ''خواتین کی نماز'' مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم

نیچے کا بہت سا حصہ نظر آتا رہے، اسی طرح بازو، کہنیاں اور کلائیاں نہ چھپیں یا پنڈلیاں کھلی رہیں تو ایسی صورت میں نماز بالکل نہیں ہوگی، لہٰذا نماز کے دوران سارے جسم کو چھپانے کا خاص اہتمام کریں۔ اس مقصد کے لیے موٹا دوپٹہ استعمال کریں۔

(۷) اگر نماز کے دوران چہرے، ہاتھ اور پاؤں کے سوا جسم کا کوئی عضو بھی چوتھائی کے برابر اتنی دیر کھلا رہ گیا جس میں تین مرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم" کہا جا سکے تو نماز ہی نہیں ہوگی اور اس سے کم کھلا رہ گیا تو نماز ہو جائے گی مگر گناہ ہوگا۔

نماز شروع کرتے وقت:

(۱) دل میں نیت کرلیں کہ میں فلاں نماز پڑھ رہی ہوں، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں۔

(۲) دونوں ہاتھ دوپٹے سے باہر نکالے بغیر کندھوں تک اس طرح اُٹھائیں کہ ہتھیلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہو اور اُنگلیاں اوپر کی طرف سیدھی ہوں۔ خواتین کانوں تک ہاتھ نہ اُٹھائیں۔

(۳) مذکورہ بالا طریقہ پر ہاتھ اُٹھاتے وقت "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہیں۔ دونوں ہاتھ سینے پر بغیر حلقہ بنائے اس طرح رکھیں کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر آجائے۔ خواتین کو مردوں کی طرح ناف پر ہاتھ نہ باندھنے چاہییں۔

کھڑے ہونے کی حالت میں:

(۱) اکیلے نماز پڑھنے کی حالت میں پہلی رکعت میں پہلے "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ" آخر تک پڑھیں، اس کے بعد "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھیں اس کے بعد "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھیں۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھیں اور جب "وَلَا الضَّآلِّیْنَ" کہیں اس کے بعد فوراً آمین کہیں، اس کے بعد "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھ کر کوئی سورت پڑھیں یا کہیں سے بھی تین آیتیں پڑھیں۔

(۲) اگر اتفاقاً امام کے پیچھے ہوں تو صرف "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ" پڑھ کر خاموش

ہو جائیں اور امام کی قراءت کو دھیان لگا کر سنیں۔ اگر امام زور سے نہ پڑھ رہا ہو تو زبان، ہلائے بغیر دل ہی دل میں سورۂ فاتحہ کا دھیان کیے رکھیں۔

(۳) جب خود قراءت کر رہی ہوں تو سورۂ فاتحہ پڑھتے وقت بہتر یہ ہے کہ ہر آیت پر رُک کر سانس توڑیں، پھر دوسری آیت پڑھیں۔ کئی کئی آیتیں ایک سانس میں نہ پڑھیں۔ مثلاً: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" پر سانس توڑ دیں پھر "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پر پھر "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" پر۔ اسی طرح پوری سورۂ فاتحہ پڑھیں لیکن اس کے بعد کی قراءت میں ایک سانس میں ایک سے زیادہ آیتیں بھی پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں اور خواتین کو ہر نماز میں الحمد شریف اور سورت وغیرہ ساری چیزیں آہستہ پڑھنی چاہییں۔

(٤) بغیر کسی ضرورت کے جسم کے کسی حصہ کو حرکت نہ دیں۔ جتنے سکون کے ساتھ کھڑی ہوں اتنا ہی بہتر ہے۔ اگر کھجانے وغیرہ کی ضرورت ہو تو صرف ایک ہاتھ استعمال کریں اور وہ بھی سخت ضرورت کے وقت اور کم سے کم۔

(۵) جسم کا سارا زور ایک پاؤں پر دے کر دوسرے پاؤں کو اس طرح چھوڑ دینا کہ اس میں خم آ جائے نماز کے ادب کے خلاف ہے، اس سے پرہیز کریں۔ یا تو دونوں پاؤں پر برابر زور دیں یا ایک پاؤں پر زور دیں تو اس طرح کہ دوسرے پاؤں میں خم پیدا نہ ہو۔

(٦) جمائی آنے لگے تو اس کو روکنے کی پوری کوشش کریں۔ ورنہ نچلے ہونٹ کے کنارے کو دوانتوں تلے دبا لیں۔ جمائی منہ کھولے بغیر ختم ہو جائے گی۔

(۷) کھڑے ہونے کی حالت میں نظریں سجدہ کی جگہ پر رکھیں۔ اِدھر اُدھر یا سامنے دیکھنے سے پرہیز کریں۔

رکوع میں:

رکوع میں جاتے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں:

(۱) جب قیام سے فراغت ہو جائے تو رکوع کرنے کے لیے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہیں۔ جس وقت رکوع کرنے کے لیے جھکیں اسی وقت تکبیر کہنا بھی شروع کر دیں اور رکوع میں

جاتے ہی تکبیر ختم کردیں۔

(۲) خواتین رکوع میں معمولی جھکیں کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ مَردوں کی طرح خوب اچھی طرح نہ جھکیں۔

(۳) خواتین گھٹنوں پر ہاتھ کی اُنگلیاں ملاکر رکھیں۔ مردوں کی طرح کشادہ کرکے گھٹنوں کو نہ پکڑیں اور گھٹنوں کو (ذرا آگے) کی طرف جھکالیں اور اپنی کہنیاں بھی پہلو سے خوب ملاکر رکھیں۔

(٤) کم ازکم اتنی دیر رکوع میں رُکیں کہ اطمینان سے تین مرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" کہا جاسکے۔

(٥) رکوع کی حالت میں نظریں پاؤں کی طرف ہونی چاہییں۔

(٦) دونوں پاؤں پر زور برابر رہنا چاہیے اور دونوں پاؤں کے ٹخنے ایک دوسرے سے ملاکر رکھنے چاہییں۔

رکوع سے کھڑے ہوتے وقت:

(۱) رکوع سے کھڑے ہوتے وقت اس قدر سیدھی ہوجائیں کہ جسم میں کوئی خم باقی نہ رہے۔

(۲) اس حالت میں بھی نظر سجدے کی جگہ پر رہنی چاہیے۔

(۳) بعض خواتین کھڑے ہوتے وقت کھڑی ہونے کی بجائے کھڑے ہونے کا صرف اشارہ کردیتی ہیں اور جسم کے جھکاؤ کی حالت ہی میں سجدے کے لیے چلی جاتی ہیں۔ ان کے ذمے نماز کا لوٹانا واجب ہوجاتا ہے، لہٰذا اس سے سختی کے ساتھ پرہیز کریں۔ جب تک سیدھے ہونے کا اطمینان نہ ہوجائے، سجدے میں نہ جائیں۔

سجدے میں جاتے وقت:

سجدے میں جاتے وقت اس طریقہ کا خیال رکھیں:

(۱) خواتین سینہ آگے کو جھکا کر سجدے میں جائیں۔ پہلے اپنے گھٹنے زمین پر رکھیں،

گھٹنوں کے بعد پہلے ہاتھ زمین پر رکھیں پھر ناک، پھر پیشانی۔

(۲) سجدے میں خواتین خوب سمٹ کر اور دبک کر اس طرح سجدہ کریں کہ پیٹ رانوں سے بالکل مل جائے۔ بازو بھی پہلوؤں سے ملے ہوئے ہوں۔ نیز پاؤں کو کھڑا کرنے کی بجائے انہیں دائیں طرف نکال کر بچھادیں، جہاں تک ہو سکے انگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف رکھیں۔

(۳) خواتین کو کہنیوں سمیت پوری بانہیں بھی زمین پر رکھ دینی چاہییں۔

(٤) سجدے کی حالت میں کم از کم اتنی دیر گزاریں کہ تین مرتبہ "سبحان ربی الاعلی" اطمینان کے ساتھ کہہ سکیں۔ پیشانی ٹیکتے ہی فوراً اٹھالینا منع ہے۔

دونوں سجدوں کے درمیان:

(۱) ایک سجدے سے اُٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جائیں، پھر دوسرا سجدہ کریں۔ ذرا سا سر اُٹھا کر سیدھے ہوئے بغیر دوسرا سجدہ کر لینا گناہ ہے اور اس طرح کرنے سے نماز کا لوٹانا واجب ہو جاتا ہے۔

(۲) خواتین پہلے سجدہ سے اُٹھ کر بائیں کولہے پر بیٹھیں اور دونوں پاؤں دائیں طرف کو نکال دیں اور دائیں پنڈلی کو بائیں پنڈلی پر رکھیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ لیں اور اُنگلیاں خوب ملا کر رکھیں۔

(۳) بیٹھنے کے دوران نظریں اپنی گود کی طرف ہونی چاہییں۔

(٤) اتنی دیر بیٹھیں کہ اس میں کم از کم ایک مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰہ" کہا جا سکے اور اگر اتنی دیر بیٹھیں کہ اس میں "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ، وَارْحَمْنِیْ، وَاسْتُرْنِیْ، وَاجْبُرْنِیْ، وَاھْدِنِیْ، وَارْزُقْنِیْ" پڑھا جا سکے تو بہتر ہے۔

دوسرا سجدہ اور اس سے اُٹھنا:

(۱) دوسرے سجدے میں بھی اس طرح جائیں کہ پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھیں پھر ناک، پھر پیشانی۔

(۲) سجدے کی ہیئت وہی ہونی چاہیے جو پہلے سجدے میں بیان کی گئی۔

(۳) سجدے سے اُٹھتے وقت پہلے پیشانی زمین سے اُٹھائیں پھر ناک، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے۔

(٤) اُٹھتے وقت زمین کا سہارا نہ لینا بہتر ہے لیکن اگر جسم بھاری ہو یا بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے مشکل ہو تو سہارا لینا بھی جائز ہے۔

(٥) اُٹھنے کے بعد ہر رکعت کے شروع میں سورۂ فاتحہ سے پہلے "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھیں۔

قعدہ میں:

(۱) قعدے میں بیٹھنے کا طریقہ وہی ہوگا جو سجدوں کے بیچ میں بیٹھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) التحیات پڑھتے وقت جب "اَشْھَدُ اَنْ لَّا" پر پہنچیں تو شہادت کی اُنگلی اُٹھا کر اشارہ کریں اور "اِلَّا اللّٰہ" پر گرادیں۔

(۳) اشارے کا طریقہ یہ ہے کہ بیچ کی اُنگلی اور انگوٹھے کو ملا کر حلقہ بنائیں۔ چھنگلی اور اس کے برابر والی اُنگلی کو بند کرلیں اور شہادت کی اُنگلی کو اس طرح اُٹھائیں کہ اُنگلی قبلہ کی طرف جھکی ہوئی ہو، بالکل سیدھی آسمان کی طرف نہ اُٹھانی چاہیے۔

(٤) "اِلَّا اللّٰہ" کہتے وقت شہادت کی اُنگلی تو نیچے کرلیں لیکن باقی اُنگلیوں کی جو ہیئت اشارے کے وقت بنائی تھی اس کو آخر تک برقرار رکھیں۔

سلام پھیرتے وقت:

(۱) دونوں طرف سلام پھیرتے وقت گردن کو اتنا موڑیں کہ پیچھے کوئی عورت بیٹھی ہو تو اس کو آپ کے رُخسار نظر آجائیں۔

(۲) سلام پھیرتے وقت نظریں کندھے کی طرف ہونی چاہییں۔

جب دائیں طرف گردن پھیر کر "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ" کہیں تو یہ نیت کریں کہ دائیں طرف جو فرشتے ہیں ان کو سلام کر رہی ہوں اور بائیں طرف سلام پھیرتے

وقت بائیں طرف موجود فرشتوں کو سلام کرنے کی نیت کریں۔

دُعا کا طریقہ:

دُعا کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اتنے اُٹھائے جائیں کہ وہ سینے کے سامنے آجائیں۔ دونوں ہاتھوں کے درمیان معمولی سا فاصلہ ہو۔ نہ ہاتھوں کو بالکل ملائیں اور نہ دونوں کے درمیان فاصلہ رکھیں۔

دُعا کرتے وقت ہاتھوں کے اندرونی حصے کو چہرے کے سامنے رکھیں۔

مرد اور عورت کی نماز کا فرق:

عورتوں کی نماز بنیادی طور پر ویسی ہی ہے جیسی مردوں کی، بس چند چیزوں میں مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے۔ وہ یہ ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت مَردوں کو چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر کانوں تک اُٹھانا چاہیے اور عورتوں کو ہر حال میں بغیر ہاتھ نکالے ہوئے کندھوں تک اُٹھانا چاہیے۔

(۲) تکبیر تحریمہ کے بعد مردوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا چاہیے اور عورتوں کو سینے پر۔

(۳) مردوں کو دائیں ہاتھ کی چھوٹی اُنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑنا اور باقی تین اُنگلیوں کو بائیں کلائی پر بچھا دینا چاہیے اور عورتوں کو داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھنا چاہیے۔ مردوں کی طرح حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کو نہ پکڑنا چاہیے۔

(۴) مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھکنا چاہیے کہ سر اور پشت برابر ہو جائیں اور عورتوں کو صرف اس قدر جھکنا چاہیے کہ جس سے ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

(۵) مردوں کو رکوع میں اُنگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں کو پکڑنا چاہیے اور عورتوں کو بغیر کشادہ کیے ہوئے ملا کر رکھنا چاہیے۔

(۶) مردوں کو حالت رکوع میں کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھنی چاہییں اور عورتوں کو ملی ہوئی رکھنی چاہییں۔

(۷) مردوں کو سجدے میں پیٹ کو رانوں سے اور بازو کو بغل سے جدا رکھنا چاہیے اور

عورتوں کو ملا کر رکھنا چاہیے۔

(۸) سجدے میں مردوں کی کہنیاں زمین سے اُٹھی ہوئی ہوں اور عورتوں کی کہنیاں زمین پر بچھی ہوئی ہوں۔

(۹) مردوں کو سجدے میں دونوں پاؤں اُنگلیوں کے بل کھڑے رکھنے چاہییں، مگر عورتیں دونوں پاؤں داہنی طرف کو نکال دیں۔

(۱۰) مردوں کو بائیں پاؤں پر بیٹھنا چاہیے اور داہنے پاؤں کو اُنگلیوں کے بل کھڑا رکھنا چاہیے اور عورتوں کو دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر بیٹھنا چاہیے۔

(۱۱) عورتوں کو کسی وقت بلند آواز سے قراءت کرنے کی اجازت نہیں بلکہ وہ ہر وقت آہستہ آواز سے قراءت کریں اور مردوں کے لیے بعض حالات میں زور سے قراءت پڑھنا واجب ہے اور بعض حالات میں جائز ہے۔

نماز کو فاسد یا مکروہ بنانے والے کام

نماز کو فاسد کرنے والی چیزیں:

سوال: نماز کن کن باتوں سے فاسد ہو جاتی ہے؟

جواب: درج ذیل چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، یعنی ٹوٹ جاتی ہے:

(۱) بات کرنا خواہ تھوڑی ہو یا بہت، جان بوجھ کر ہو یا بھول کر۔

(۲) سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا۔

(۳) چھینکنے والے کے جواب میں "یَرْحَمُکَ اللّٰہ" کہنا۔

(٤) دُکھ درد یا رنج کی خبر سن کر "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھنا۔ چاہے آدھا پڑھے یا پورا یا تھوڑا سا۔ یا اچھی خبر سن کر "اَلْحَمْدُلِلّٰہ" کہنا۔ یا عجیب خبر سن کر "سُبْحَانَ اللّٰہ!" کہنا۔

(۵) درد یا تکلیف کی وجہ سے آہ، اوہ یا اُف کہنا۔

(٦) قرآن پاک دیکھ کر پڑھنا۔

(۷) سورۂ فاتحہ یا کسی سورت میں ایسی غلطی کرنا جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

(۸) عمل کثیر یعنی کوئی ایسا فعل کرنا جسے دیکھنے والا سمجھے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔ مثلاً: دونوں ہاتھوں سے کوئی کام کرنا۔

(۹) جان بوجھ کر یا بھول کر کچھ کھانا پینا۔

(۱۰) قبلہ سے سینہ کا پھر جانا۔

(۱۱) درد یا دُکھ کی وجہ سے اس طرح رونا کہ آواز میں کوئی حرف سنائی دے۔

(۱۲) نماز میں اس طرح ہنسنا کہ دوسرے بھی آواز سن لیں۔

سوال: اگر ضرورت کے بغیر کھنکھارنے لگے اور اس سے ایک آدھ حرف کی آواز پیدا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز ٹوٹ جائے گی، البتہ مجبوری کی بات دوسری ہے۔

سوال: کیا نماز میں رونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

جواب: اگر آواز سے روئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، ہاں! اگر جنت و دوزخ کو یاد کر کے دل بھر آئے اور آواز سے روئے یا "آہ" "اُف" وغیرہ نکل جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔

سوال: اگر نمازی کے سامنے سے کوئی گزر جائے تو کیا نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

جواب: اگر نمازی کے سامنے سے کوئی شخص یا جانور جیسے کتا، بلی وغیرہ گزر جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی لیکن گزرنے والے کو سخت گناہ ہوگا، اس لیے نمازی کو چاہیے کہ ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں آگے سے کوئی نہ گزرے اور اگر ایسی جگہ نہ ملے تو اپنے آگے ایک ہاتھ برابر لمبی لکڑی یا کوئی اور چیز رکھ دے۔

سوال: اگر دانتوں میں پھنسی چیز نگل لی تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

جواب: اگر چنے سے کم تھی تو فاسد نہ ہوگی، چنے جتنی یا زیادہ تھی تو فاسد ہو جائے گی۔

نماز میں مکروہ چیزوں کا بیان:

سوال: مکروہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: وہ چیز جس کے کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے۔

سوال: نماز میں کون سے کام مکروہ ہیں؟

جواب: (۱) کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔ (۲) کپڑے سمیٹنا۔ (۳) جسم یا کپڑے سے کھیلنا۔ (٤) اُنگلیاں چٹخانا۔ (٥) دائیں بائیں گردن موڑنا۔ (٦) انگڑائی لینا۔ (۷) قعدے میں کتے کی طرح بیٹھنا۔ (۸) چادر وغیرہ کو لٹکا ہوا چھوڑ دینا یعنی لپیٹ نہ لینا اور بُکل نہ مارنا۔

(۹) بغیر عذر کے چارزانو یعنی آلتی پالتی مار کر بیٹھنا۔ (۱۰) سامنے یا سر پر تصویر کا ہونا۔ (۱۱) پیشاب، پاخانہ یا بھوک کا تقاضا ہوتے ہوئے نماز پڑھنا۔ (۱۲) آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا۔ (۱۳) جاندار کی تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھنا۔

سوال: جس جگہ کے بارے میں یہ اندیشہ ہو کہ کوئی نماز میں ہنسا دے گا یا دھیان بٹ جائے گا یا نماز میں بھول چوک ہو جائے گی تو وہاں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ایسی جگہ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

سوال: جہاں تصویر ہو وہاں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس فرش پر تصویریں بنی ہوں اس پر نماز ہو جاتی ہے لیکن تصویر پر سجدہ نہ کرے اور تصویر والی جائے نماز نہ رکھنی چاہیے۔ اگر تصویر سر کے اوپر یا چھت پر یا دوچھتی (گیلری) میں بنی ہو یا آگے کی طرف ہو یا دائیں بائیں ہو تو نماز مکروہ ہے، اگر پیچھے ہو تو بھی مکروہ ہے، مگر پہلی والی صورتوں سے کم کراہت ہے۔

سوال: اگر تصویر بہت چھوٹی ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھ دی جائے تو کھڑے ہو کر دکھائی نہ دے یا پوری تصویر نہ ہو، سر کٹا ہوا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ایسی تصویر سے کسی صورت میں نماز مکروہ نہیں ہوتی، چاہے جس جانب ہو۔

سوال: اگر جائے نماز پر مکہ مدینہ بیت المقدس وغیرہ مقدس مقامات کی تصویریں ہوں تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز تو درست ہے لیکن جائے نماز پر ایسی تصویریں بنانے سے بے ادبی کا اندیشہ رہتا ہے۔ مثلاً: کبھی بے خیالی میں ان پر پاؤں رکھ دیا یا اوپر سے گزر گئی یا ان پر ہی بیٹھ گئی تو بے ادبی یقینی ہے۔ اس لیے جائے نماز پر ایسی تصویریں نہ بنائی جائیں اور ایسی جائے نماز استعمال نہ کی جائے تو بہتر ہے۔

سوال: میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: بہت میلے کچیلے اور برے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر دوسرے کپڑے نہ ہوں یا کپڑے تبدیل کرنے سے نماز کا وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو انہی کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

سوال: اگر نماز میں مچھر، کھٹمل کاٹ لے تو کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں ان کو پکڑ کر الگ کر دے، نماز میں مارنا اچھا نہیں ہے اور اگر ابھی کاٹا نہ ہو تو نہ پکڑے، اگر پکڑے گی تو نماز مکروہ ہوگی۔

سوال: ابھی سورت پوری ختم نہیں ہوئی، دو ایک الفاظ رہ گئے کہ جلدی کے مارے رکوع میں چلی گئی اور رکوع میں جا کر ختم کی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا کرنا مکروہ ہے۔

سوال: فرض نماز میں ضرورت کے بغیر دیوار وغیرہ سے سہارا لگانا کیسا ہے؟

جواب: مکروہ ہے۔

سوال: اگر سجدہ کی جگہ پیروں کی جگہ سے اونچی ہو تو کیا کرے؟

جواب: اگر سجدہ کی جگہ پیروں کی جگہ سے اونچی ہو تو دیکھنا ہوگا کہ کتنی اونچی ہے؟ اگر ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہوگی تو نماز درست نہ ہوگی اور اگر ایک بالشت یا اس سے کم ہو تو نماز درست ہے، لیکن ضرورت کے بغیر ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

وتر کا بیان

سوال: وتر کا کیا حکم ہے؟

جواب: وتر پڑھنا واجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ تین باریوں ہی فرمایا، لہٰذا وتر کی نماز کبھی نہ چھوڑیں۔

سوال: وتر کی نماز میں کتنی رکعتیں ہوتی ہیں؟

جواب: تین۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنا ضروری ہے۔ تیسری رکعت میں سورت پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت پڑھنا بھی واجب ہے۔

سوال: وتر کی نماز کا طریقہ بیان کیجیے۔

جواب: نماز وتر پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ جائے اور "عبدُهٗ ورسُولُهٗ" تک التحیات پڑھ کر کھڑی ہو جائے۔ پھر تیسری رکعت میں الحمد اور سورت سے فارغ ہو کر "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہتے ہوئے کندھوں تک ہاتھ اُٹھائے اور پھر سینے پر ہاتھ باندھ کر دُعائے قنوت پڑھے۔ اس کے بعد رکوع میں جائے اور باقی نماز پوری کرے۔

دُعائے قنوت یہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ، وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُؤْمِنُ بِكَ، وَنَتَوَكَّلُ

"الٰہی! ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں اور تجھ سے معافی مانگتے ہیں اور تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور

عَلَيْكَ، وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ، وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنَخْلَعُ

تجھ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور تیری بہت اچھی تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور الگ کرتے ہیں

وَنَتْرُکُ مَنْ يَّفْجُرُکَ، اَللّٰهُمَّ اِيَّاکَ نَعْبُدُ، وَلَکَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ،

اور چھوڑتے ہیں اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے۔ الٰہی! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لیے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں

وَاِلَيْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ، وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ، وَنَخْشٰی عَذَابَکَ،

اور تیری ہی طرف دوڑتے اور جھپٹتے ہیں اور تیری رحمت کے اُمیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ.“

بے شک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔

سنت اور نفل نمازوں کا بیان

سوال: سنت نمازوں کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو قسمیں ہیں: (۱) مؤکدہ (۲) غیر مؤکدہ۔

جن سنتوں کا پڑھنا ضروری ہے اور شریعت میں ان کی تاکید آئی ہے، وہ ''مؤکدہ'' سنتیں کہلاتی ہیں اور جن کی شریعت میں تاکید تو نہیں آئی لیکن ان کے پڑھنے سے بہت ثواب ملتا ہے، وہ ''غیر مؤکدہ'' سنتیں کہلاتی ہیں۔

سوال: مؤکدہ سنتیں دن رات میں کتنی ہیں؟

جواب: دن رات میں ایسی سنتیں بارہ ہیں۔

دو رکعتیں فجر کے فرضوں سے پہلے، چار رکعتیں ظہر کے فرضوں سے پہلے، دو رکعتیں ظہر کے فرضوں کے بعد، دو رکعتیں مغرب کے فرضوں کے بعد، دو رکعتیں عشا کے فرضوں کے بعد۔ بعض علماء نے تہجد کو بھی مؤکدہ میں شمار فرمایا ہے۔[1]

سوال: غیر مؤکدہ سنتیں کتنی ہیں؟

جواب: غیر مؤکدہ سنتیں آٹھ ہیں۔ چار عصر کے فرضوں سے پہلے اور چار عشاء کے فرضوں سے پہلے۔

سوال: نفل نماز کا مطلب کیا ہے؟

جواب: جتنی نمازیں شریعت نے مقرر فرمائی ہیں۔ اگر ان سے زیادہ پڑھنے کو جی چاہے تو مکروہ اور ممنوع اوقات کے علاوہ پڑھ لیں۔ ایسی نمازوں کو نفل نماز کہتے ہیں۔ مختصر

۱- دیکھیے: فتاوی شامی: ۲/ ۲٤،۲۵

یہ کہ فرض، واجب اور سنت کے علاوہ جو نماز پڑھتے ہیں، اس کو نفل کہتے ہیں۔

سوال: کچھ نفل نمازوں کے نام بتائیے۔

جواب: (۱) تہجد (۲) صلوٰۃ التسبیح (۳) تحیۃ الوضو (٤) اشراق (٥) چاشت (٦) اوّابین۔

تنبیہ: معلّمہ صاحبہ کو چاہیے کہ ان نمازوں کی فضیلت، وقت اور طریقہ بتلائیں اور پڑھنے کی ترغیب دیں۔ اسی طرح نمازِ حاجت، نمازِ توبہ، نمازِ استخارہ کے بارے میں بھی بتائیں۔

قضا نمازوں کا بیان

سوال: اگر کسی کی نمازیں قضا ہوگئی ہوں تو ان کو کس طرح سے پڑھے؟

جواب: اگر کسی کی نمازیں قضا ہوگئیں تو ان کو پڑھنے کے لیے وقت مقرر کر کے نیت کرے، یعنی یوں نیت کرے کہ میں فجر کی قضا فرض پڑھتی ہوں۔ اگر ظہر کی قضا پڑھنا ہو تو یوں نیت کرے کہ ظہر کے فرض کی قضا پڑھتی ہوں۔

سوال: اگر کئی دن کی نمازیں قضا ہوگئیں تو ان کی قضا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اگر دن، مہینہ وغیرہ یاد ہو تو متعین کر کے قضا کرے، ورنہ یوں نیت کرے: ''میری ظہر (مثلاً) کی جتنی نمازیں قضا ہیں ان میں سے سب سے پہلی نماز یا سب سے آخری نماز کی قضا پڑھتی ہوں۔'' اسی طرح اگلی نماز کے لیے نیت کرے۔[1]

سوال: اس طرح نیت کرتے کرتے کب تک نماز پڑھتی رہے؟

جواب: اس طرح نیت کر کے برابر قضا پڑھتی رہے۔ جب دل گواہی دے کہ جتنی نمازیں چھوٹ گئی تھیں، سب کی قضا پڑھ چکی ہوں تو اب قضا پڑھنا چھوڑ دے۔

سوال: کیا سنت، نفل اور تراویح کی نماز میں ان کا نام لینا ضروری ہے؟

جواب: سنت، نفل اور تراویح میں فقط اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ میں نماز پڑھتی ہوں، سنت اور نفل ہونے کی نیت نہ بھی کی تو درست ہے، مگر احتیاط کی بات یہ ہے کہ سنت اور تراویح کی نیت کرے۔

۱ - کیونکہ جیسے جیسے قضا کرتی جائے گی پہلی یا آخری نماز خود بخود بدلتی جائے گی۔

سوال: اگر کسی کی چھ نمازوں سے کم قضا ہوگئیں تو کیا ان کی قضا کیے بغیر ادا نماز پڑھنا درست ہے؟

جواب: اگر ایسی صورت پیش آ گئی اور ان پانچ، چار، تین، دو یا ایک نماز کے علاوہ اس کے ذمہ اور قضا نمازیں باقی نہیں ہیں تو جب تک ان سب کی قضا نہ پڑھ لے، ادا نماز درست نہ ہوگی اور ان قضا نمازوں میں ترتیب بھی واجب ہوگی۔

سوال: اگر وقت بہت تنگ ہے کہ اگر پہلے قضا پڑھے گی تو ادا کا وقت نہ رہے گا تو کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں پہلے ادا پڑھے پھر قضا پڑھے۔

سوال: اگر کسی کی چھ یا زیادہ نمازیں قضا ہوگئیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں بغیر قضا نماز پڑھے ادا نماز درست ہو جائے گی اور ترتیب بھی واجب نہ رہے گی۔

سوال: یہ جو عوام میں ''قضائے عمری'' کے نام سے ایک مخصوص قسم کی نماز مشہور ہے جس کے پڑھنے سے ساری قضا نمازیں ادا ہو جاتی ہیں۔ اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: شریعت میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ من گھڑت اور بے اصل ہے۔

تنبیہ: معلّمہ صاحبہ یہاں خوب وضاحت سے ان مسائل کو سمجھائیں۔

سجدۂ سہو کا بیان

سوال: سجدۂ سہو کسے کہتے ہیں؟

جواب: نماز میں کبھی بھول چوک اور کمی زیادتی ہو جاتی ہے، اس کی تلافی کے لیے آخری قعدہ میں "عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" تک التحیات پوری پڑھ کر دو سجدے کیے جاتے ہیں، اس کو "سجدۂ سہو" کہتے ہیں۔ سجدۂ سہو کے معنی ہیں: بھول کا سجدہ۔

سوال: سجدۂ سہو کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: کسی واجب کے چھوٹ جانے سے یا واجب یا فرض میں تاخیر ہو جانے سے یا کسی فرض کو دوبارا ادا کرنے سے (مثلاً: ایک رکعت میں دو رکوع کر دینے یا تین سجدے کر دینے سے) ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے، بشرطیکہ بھولے سے ایسا ہوا ہو اور اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو سجدۂ سہو سے کام نہ چلے گا، نماز دُہرانی ہوگی۔

تنبیہ: معلمہ صاحبہ واجبات اچھی طرح سے یاد کروا کر ہر واجب کے بارے میں بتائیں کہ اگر ایسا ہو گیا تو سجدۂ سہو کرے۔ اس طرح ہو گیا تو سجدۂ سہو کرے۔ بہشتی زیور میں مسائل دیکھ کر خوب وضاحت فرمائیں۔

سوال: سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ بیان کیجیے۔

جواب: سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آخری رکعت میں التحیات پڑھ کر ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے۔ ہر مرتبہ سجدہ میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہے اور دونوں سجدے کر کے بیٹھ جائے، پھر دوبارہ پوری التحیات اور اس کے بعد درود شریف اور دُعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دے۔

سجدۂ تلاوت کا بیان

سوال: سجدۂ تلاوت کسے کہتے ہیں اور یہ کتنے ہیں؟

جواب: قرآن پاک میں سجدۂ تلاوت چودہ ہیں۔ جہاں یہ آیتیں ہوتی ہیں، قرآن پاک میں وہیں کنارے پر سجدہ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس سجدہ کو ''سجدۂ تلاوت'' کہتے ہیں۔

سوال: سجدۂ تلاوت کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: سجدۂ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بغیر ہاتھ اُٹھائے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلی جائے اور سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کہے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اُٹھا لے۔ بس سجدۂ تلاوت ادا ہو گیا۔

سوال: کھڑی ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے یا بیٹھے بیٹھے ہی کہہ کر چلی جائے؟

جواب: بہتر تو یہی ہے کہ کھڑی ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر کھڑی ہو جائے اور اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر بیٹھ جائے، کھڑی نہ ہو، تب بھی درست ہے۔

سوال: سجدہ کی آیت پڑھنے والے پر ہی سجدہ واجب ہوتا ہے یا سننے والے پر بھی واجب ہو جاتا ہے؟

جواب: پڑھنے والے پر بھی سجدہ واجب ہوتا ہے اور جو سنے اس پر بھی واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے قرآن پاک سننے کے ارادہ سے بیٹھی ہو یا کسی اور کام میں لگی ہو اور بغیر ارادہ کے سجدہ کی آیت سن لی ہو۔

سوال: سجدہ کی آیت کو آہستہ پڑھے یا آواز سے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت کو آہستہ آہستہ پڑھے تا کہ کسی اور پر سجدہ واجب نہ ہو۔

سوال: سجدۂ تلاوت درست ہونے کی شرائط بیان کیجیے۔

جواب: جو چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں، وہی سجدۂ تلاوت کے لیے بھی شرط ہیں۔ جیسے: وضو کا ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن اور کپڑے کا پاک ہونا۔ قبلہ کی جانب منہ کرنا وغیرہ۔

سوال: کیا سجدۂ تلاوت اور نماز کے سجدہ میں کچھ فرق ہے؟

جواب: جی نہیں! ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے اسی طرح سجدۂ تلاوت ادا کیا جاتا ہے۔ بعض عورتیں قرآن پاک پر ہی سجدہ کر لیتی ہیں۔ اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا اور واجب ذمہ سے نہیں اترتا۔

سوال: جس وقت سجدۂ تلاوت واجب ہو، کیا اسی وقت سجدہ کرنا واجب ہے؟

جواب: فوراً اسی وقت سجدہ ادا کرنا ضروری تو نہیں، البتہ بہتر ہے کہ اسی وقت کر لے تا کہ ذمہ سے اُتر جائے اس لیے کہ اندیشہ ہے کہ بعد میں یاد نہ رہے۔

سوال: اگر کسی کے ذمہ بہت سے سجدۂ تلاوت ہوں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اب ان کو ادا کر لے۔ زندگی بھر میں کبھی نہ کبھی ادا کر لینے چاہییں، کبھی بھی ادا نہ کرے گی تو گناہ گار ہوگی۔

سوال: بہت سارے سجدۂ تلاوت کس طرح ادا کرے؟

جواب: اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے۔ کم از کم تین مرتبہ سجدہ کی تسبیح پڑھ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اُٹھائے۔ پھر دوسرا، تیسرا اور سب سجدے اسی طرح کرے۔ ہر سجدہ کے بعد اُٹھ کر کھڑی ہو تو افضل ہے۔ اگر بیٹھ جائے پھر دوسرا سجدہ کرے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

سوال: اگر عورت اپنے خاص ایام میں یا ولادت کے بعد والے ایام میں کسی سے سجدہ کی کوئی آیت سن لے، کیا تب بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے؟

جواب: ایسی صورت میں سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ البتہ اگر غسل واجب ہو اور ایسی حالت

میں سنے تو واجب ہو جاتا ہے، غسل کرنے کے بعد سجدہ ادا کرے۔[1]

سوال: اگر نماز میں سجدہ کی آیت سنے تو سجدہ کب ادا کرے؟

جواب: اگر نماز میں کسی سے سجدہ کی آیت سنے تو نماز میں سجدہ ادا نہ کرے بلکہ نماز کے بعد ادا کرے۔ اگر نماز ہی میں ادا کرے گی تو وہ سجدہ ادا نہ ہوگا، پھر سے کرنا پڑے گا اور ساتھ میں گناہ بھی ہوگا۔

سوال: اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھے تو سجدہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں فوراً ہی سجدہ میں چلی جائے، پھر سجدہ کر کے قیام کی طرف واپس آئے اور جتنا پڑھنا چاہے پڑھ کر رکوع میں جائے۔

سوال: اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر فوراً سجدہ ادا نہ کیا بلکہ آگے دو تین آیت اور پڑھ گئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: دو تین آیات آگے تلاوت کر کے سجدہ ادا کرنے کی صورت میں بھی سجدہ ادا ہو جائے گا اور اگر اس سے زیادہ تلاوت کر کے پھر سجدہ کرے گی تو سجدہ تو ادا ہو جائے گا لیکن گناہ گار ہوگی۔

سوال: ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے یا نماز میں ایک ہی آیت سجدہ کو کئی بار دُہرانے کی صورت میں کتنے سجدے واجب ہوں گے؟

جواب: ایسی صورت میں صرف ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ چاہے تو پہلی مرتبہ پڑھ کر سجدہ ادا کر لے۔ چاہے تو پڑھ کر فارغ ہونے کے بعد آخر میں سجدہ ادا کرے اور اگر جگہ بدلتی رہی اور اسی ایک ہی آیت کو دُہراتی رہی تو جتنی مرتبہ جگہ تبدیل کی، اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔

سوال: اگر ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے مختلف آیاتِ سجدہ کو پڑھے تو کیا اب بھی ایک ہی سجدہ

---

١ - اس لیے کہ سجدۂ تلاوت اس پر واجب ہوتا ہے جس میں نماز کی اہلیت ہو۔ جنابت کی حالت میں نماز کی اہلیت بہر حال ہوتی ہے، اسی لیے اگر غسل کر کے نماز نہ پڑھے تو قضا واجب ہے۔ جبکہ مخصوص ایام میں نماز کی اہلیت ہی نہیں ہوتی، اسی لیے ان دنوں کی قضا بھی واجب نہیں۔

واجب ہوگا؟

جواب: جی نہیں! ایسی صورت میں جتنی آیات پڑھے گی اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔

سوال: اگر ایک ہی جگہ بیٹھ کر سجدہ کی آیت پڑھی، پھر وہیں بیٹھے بیٹھے کسی اور کام میں لگ گئی، مثلاً سینے پرونے لگی یا کھانا کھانے لگی، پھر دوبارہ آیت پڑھی تو کتنے سجدے واجب ہوں گے؟

جواب: ایسی صورت میں دو سجدے واجب ہوں گے۔ کسی کام میں مشغولیت ایسے ہی ہے جیسے جگہ تبدیل کرلی جائے۔

سوال: سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ ادا کرنے سے پہلے اسی جگہ پر نماز کی نیت باندھ لی اور نماز میں پھر وہی آیت پڑھی تو کتنے سجدے ادا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں ایک ہی سجدہ کافی ہے اور اگر نیت کرنے سے پہلے سجدہ ادا کرلیا تھا تو اب نماز میں دوبارہ سجدہ کرنا واجب ہے۔

سوال: اگر پڑھنے والی کی جگہ نہیں بدلی بلکہ سننے والی کی بدلتی رہی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں پڑھنے والی پر ایک ہی سجدہ واجب ہوا اور سننے والی پر جتنی مرتبہ جگہ بدلی اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔ اور اگر پڑھنے والی کی جگہ بدلتی رہی تو جتنی مرتبہ جگہ بدلی اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے اور سننے والی پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا بشرطیکہ وہ جگہ تبدیل نہ کرے۔

سوال: پوری سورت پڑھنا اور صرف سجدہ کی آیت کو چھوڑ دینا کیسا ہے؟

جواب: اس طرح کرنا مکروہ اور منع ہے۔

بیمار کی نماز کا بیان

سوال: کیا بیماری کی حالت میں نماز چھوڑنے کی شریعت میں اجازت ہے؟

جواب: نماز کو کسی حالت میں چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ جب تک کھڑے ہوکر پڑھنے کی طاقت ہو، کھڑے ہوکر پڑھے اور جب کھڑا نہ ہوا جائے تو بیٹھ کر پڑھے۔ بیٹھے بیٹھے رکوع کرے، دونوں سجدے کرے اور رکوع کے لیے اتنا جھکے کہ پیشانی گھٹنے کے مقابل ہو جائے۔

سوال: اگر رکوع وسجدہ کرنے کی بھی طاقت نہ رہے تو کیسے پڑھے؟

جواب: ایسی صورت میں رکوع وسجدہ اشارے سے ادا کرے اور سجدے کے لیے رکوع سے زیادہ جھک جایا کرے۔

سوال: کیا سجدہ کرنے کے لیے تکیہ وغیرہ کوئی اونچی چیز رکھ سکتے ہیں؟

جواب: کوئی اونچی چیز رکھ لینا جیسے تکیہ وغیرہ اور اس پر سجدہ کرنا بہتر نہیں ہے۔ جب سجدہ نہ کر سکے تو بس اشارے سے سجدہ کرلیا کرے، تکیہ پر سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال: اگر کھڑے ہونے کی طاقت تو ہے لیکن کھڑے ہونے سے تکلیف ہوتی ہو یا بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو کیا کرے؟

جواب: ایسی حالت میں بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔

سوال: اگر کھڑی تو ہو سکتی ہے لیکن رکوع وسجدہ نہیں کر سکتی تو کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں چاہے تو کھڑی ہو کر نماز پڑھے اور رکوع وسجدہ اشارے سے کرے اور چاہے تو بیٹھ کر پڑھے اور رکوع وسجدہ اشارے سے کرے، دونوں کی اجازت

ہے، لیکن بیٹھ کر نماز پڑھنا بہتر ہے۔

سوال: اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں تو کیا سہارا لگا سکتی ہے؟

جواب: ایسی صورت میں سہارا لگا لے، جیسے گاؤ تکیہ وغیرہ رکھ کر اس طرح لیٹ جائے کہ سر خوب اونچا، بیٹھنے کے قریب قریب ہو جائے، اور پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا لے۔ اجازت ہے۔ ہاں! اگر کچھ طاقت ہو تو قبلہ کی طرف پیر نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے کر کے رکھے، پھر سر کے اشارے سے نماز پڑھے اور سجدہ کا اشارہ رکوع سے کچھ زیادہ کرے۔

سوال: اگر گاؤ تکیہ وغیرہ سے ٹیک لگا کر بھی اس طرح سے نہ لیٹ سکے کہ سر اور سینہ وغیرہ اونچا رہے تو کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں قبلے کی طرف پیر کر کے بالکل چت لیٹ جائے لیکن سر کے نیچے کوئی اونچا تکیہ رکھ دیں کہ کچھ نہ کچھ قبلہ کی طرف ہو جائے، بالکل آسمان کی طرف نہ رہے۔ پھر سر کے اشارے سے نماز پڑھے، رکوع کا اشارہ کم اور سجدے کا زیادہ کرے۔

سوال: اگر چت نہ لیٹے بلکہ دائیں بائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹے اور سر کے اشارے سے رکوع وسجدہ کرے تو کیا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! یہ طریقہ بھی جائز ہے، لیکن چت لیٹ کر نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

سوال: اگر سر کے اشارہ سے بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ رہی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں نماز نہ پڑھے۔ اگر ایک دن ایک رات سے زیادہ یہ حالت رہی تو نماز بالکل معاف ہو گئی، بیماری سے ٹھیک ہو جانے کے بعد بھی قضا پڑھنا واجب نہیں ہے، اور اگر یہ حالت ایک دن ایک رات سے زیادہ نہ رہی بلکہ ایک دن ایک رات کے اندر اندر اشارہ کر کے پڑھنے کی طاقت آ گئی تو اشارہ ہی سے ان کی قضا پڑھے۔ یہ نہ سوچے کہ جب تندرست ہو جاؤں گی تو قضا پڑھوں گی، کیا معلوم کہ مر جائے تو گناہ گار ہو گی۔

سوال: بیماری کی وجہ سے تھوڑی نماز بیٹھ کر پڑھی اور رکوع کی جگہ رکوع اور سجدہ کی جگہ

سجدہ کیا پھر نماز ہی میں ٹھیک ہوگئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اسی نماز کو کھڑی ہو کر پوری کرے۔

سوال: اگر بیماری کی وجہ سے رکوع و سجدہ کی طاقت نہ تھی، اس لیے سر کے اشارے سے رکوع سجدہ کیا، پھر جب نماز پڑھ چکی تو ایسی ہوگئی کہ اب رکوع و سجدہ کر سکتی ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں یہ نماز جاتی رہی اس کو پورا نہ کرے بلکہ پھر سے نماز پڑھے۔

سوال: اگر فالج وغیرہ گرا اور ایسی بیمار ہوگئی کہ پانی سے استنجا وغیرہ نہیں کر سکتی تو کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں ٹشو یا کسی کپڑے وغیرہ سے پونچھ ڈالے اور اسی طرح نماز پڑھے۔ اگر خود تیمّم نہ کر سکے تو کوئی دوسرا کرا دے۔ یہ یاد رہے کہ کسی اور کو اس کے بدن کا دیکھنا درست نہیں۔ نہ ہی ماں باپ، نہ بیٹا بیٹی، البتہ میاں کو اپنی بیوی کا اور بیوی کو اپنے میاں کا بدن دیکھنا درست ہے۔ ان کے سوا کسی کو دیکھنا درست نہیں ہے۔

سوال: اگر ڈھیلے وغیرہ سے بھی پونچھنے کی طاقت نہ رہی تو کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں بھی نماز قضا نہ کرے، اسی حالت میں نماز پڑھے۔

سوال: تندرستی کے زمانہ میں کچھ نمازیں قضا ہوگئی تھیں، اب بیمار ہوگئی ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں بیماری ہی کی حالت میں جیسے بھی نماز پڑھنے کی طاقت ہو، قضا پڑھے، یہ انتظار نہ کرے کہ جب کھڑے ہونے کی طاقت ہوگی، تب پڑھوں گی یا یہ کہ جب بیٹھنے لگوں گی اور رکوع و سجدہ کی طاقت ہوگی، تب پڑھوں گی۔ یہ سب شیطانی خیالات ہیں، دین داری کی بات یہ ہے کہ فوراً پڑھے، دیر نہ کرے۔

سوال: اگر بیمار کا بستر ناپاک ہے اور تبدیل کرنے سے اسے تکلیف ہوتی ہے تو کیا کریں؟ اسی طرح اگر کسی کی آنکھ کا آپریشن ہوا، ڈاکٹروں نے ہلنے جلنے سے منع کر دیا تو

کیا کرے؟

جواب: پہلی صورت میں اسی حالت ہی میں نماز پڑھتی رہے اور دوسری صورت میں لیٹے لیٹے نماز پڑھے۔

سفر کی نماز کا بیان

سوال: شرعی مسافر کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو کوئی تین منزل تک کا سفر کرنے کا ارادہ کر کے نکلے، وہ شریعت میں مسافر ہے اور اس پر مسافروں کے احکام لاگو (جاری) ہو جاتے ہیں۔

سوال: تین منزل، میل اور کلومیٹر کے اعتبار سے تقریباً کتنا ہوتا ہے؟

جواب: تین منزل یہ ہے کہ پیدل چلنے والے وہاں تین روز میں پہنچا کرتے تھے۔ آج کل کے حساب سے تقریباً ۴۸ میل بنتے ہیں اور یہ تقریباً سوا ستتر کلومیٹر کے برابر ہوتے ہیں۔ یاد رکھنے کے لیے ۷۸ کلومیٹر کہہ دیتے ہیں۔

سوال: شرعی سفر کے ارادے سے نکلی تو کہاں سے مسافر شمار ہوگی؟

جواب: جب اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے گی تو مسافر بن جائے گی اور جب تک آبادی کے اندر اندر رہے گی تب تک مسافر نہ کہلائے گی۔

سوال: شرعی مسافر کے لیے نماز سے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: جو کوئی شرعی مسافر ہے اور کہیں پندرہ دن تک ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے، وہ ظہر، عصر اور عشا کے چار چار فرض کے بجائے دو دو فرض پڑھے۔ فجر، مغرب اور وتر میں کوئی کمی نہیں ہے۔ سنتوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر جلدی ہو تو فجر کی سنتوں کے سوا دوسری سنتیں چھوڑ دینا درست ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چھوڑ دینے سے گناہ نہ ہوگا۔ اگر جلدی نہ ہو اور اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جانے یا گاڑی چھوٹنے، فلائٹ سے رہ جانے کا ڈر نہ ہو تو نہ چھوڑے بلکہ پوری پوری پڑھے۔ ان میں کمی نہیں ہے۔

سوال: اس طرح کمی کر کے نماز پڑھنے کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: اس کو قصر نماز کہتے ہیں۔

سوال: اگر مسافر نے بھولے سے چار رکعتیں پڑھ لیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر سفر میں ظہر، عصر اور عشا کی نماز دو رکعتوں سے زیادہ پڑھے گی تو گناہ گار ہوگی۔ اگر بھول کر پڑھ لیں تو اگر دوسری رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھی ہے تب تو دو رکعتیں فرض کی ہوگئیں اور دو رکعتیں نفل کی اور اس صورت میں سجدہ سہو کرنا پڑے گا اور اگر دو رکعت پر نہ بیٹھی ہو تو چاروں رکعتیں نفل ہو جائیں گی، فرض کی دو رکعتیں پھر سے پڑھے۔

سوال: ٤٨ میل یا ٧٨ کلومیٹر تک جانے کا ارادہ ہے لیکن اس سے پہلے راستے میں اپنا گھر پڑتا ہے تو کیا تب بھی وہ مسافر کہلائے گی؟

جواب: جی نہیں! ایسی صورت میں وہ مسافر نہیں کہلائے گی۔

سوال: سفر شرعی سے زیادہ مثلاً چار منزل (٦٤ میل) تک جانے کی نیت ہے لیکن پہلی دو منزلیں (٣٢ میل) حیض کی حالت میں گزریں تو کیا تب بھی وہ مسافر شمار ہوگی؟

جواب: ایسی صورت میں وہ مسافر نہیں ہے۔ نہا دھو کر پوری نماز یعنی چار رکعتیں ادا کرے۔ ہاں! البتہ اگر حیض سے پاک ہونے کے بعد بھی وہ جگہ تین منزل (یعنی سفر شرعی: ٤٨ میل یا ٧٨ کلومیٹر) ہو تو مسافر شمار ہوگی۔ اسی طرح اگر چلتے وقت پاک تھی، راستے میں حیض آ گیا تب بھی مسافر شمار ہوگی۔

سوال: اگر کوئی اپنے شوہر یا اپنے بھائی یا باپ وغیرہ کے ساتھ ہے تو کس کی نیت کا اعتبار ہوگا؟

جواب: ایسی صورت میں راستہ میں وہ جتنا ٹھہریں گے، اتنا ہی یہ ٹھہرے گی۔ مطلب یہ کہ ایسی حالت میں ان کی نیت کا اعتبار ہوگا، اگر وہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کریں تو یہ مسافر نہ رہے گی اور اگر وہ اس سے کم ٹھہرنے کا ارادہ کریں تو یہ بھی مسافر شمار ہوگی۔

سوال: ۷۸ کلومیٹر کا ارادہ کر کے نکلی اور آگے اپنا گھر ہے تو کیا تب بھی وہ مسافر رہے گی؟

جواب: ایسی صورت میں وہ مسافر نہیں ہے، چاہے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو یا زیادہ۔ البتہ اگر کسی نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا، کسی دوسری جگہ گھر بنالیا اور وہیں رہنے سہنے لگی، پہلے شہر اور پہلے گھر سے تعلق نہیں رہا تو وہ شہر اور پردیس دونوں برابر ہیں، وہاں جائے گی تو مسافر شمار ہوگی۔

سوال: اگر کسی کی نمازیں سفر میں قضا ہوگئیں تو گھر پہنچ کر سفر کے اعتبار سے قضا پڑھے گی یا گھر کے اعتبار سے پوری نماز؟

جواب: ایسی صورت میں سفر کا اعتبار کر کے دو دو رکعتیں قضا پڑھے۔

سوال: کسی کی کچھ نمازیں گھر میں قضا ہوگئیں۔ سفر کے دوران ان کی قضا کرنا چاہتی ہے تو پوری پڑھے گی یا آدھی؟

جواب: پوری نماز پڑھے گی۔

سوال: میکہ اور سسرال میں نمازِ قصر کا کیا حکم ہے؟

جواب: شادی کے بعد عورت اگر مستقل طور پر سسرال رہنے لگی تو اس کا اصل گھر سسرال ہے، پھر اگر شرعی سفر کر کے میکے آئی تو اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو قصر پڑھے اور اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کی نیت ہے تو پوری نماز پڑھے اور اگر شادی کے بعد سسرال میں ہمیشہ کے لیے رہنے کا ارادہ نہیں کیا تو میکہ اب بھی اس کا وطن اصلی ہے پوری نماز پڑھا کرے۔

سوال: اگر ریل چل رہی ہے یا سمندر میں جہاز چل رہا ہو اور نماز کا وقت ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اسی حالت میں نماز پڑھے۔ اگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں چکر

آنے یا گر جانے کا ڈر ہو تو بیٹھ کر پڑھ لے۔

سوال: کشتی یا ریل میں قبلہ متعین کر کے نماز پڑھ رہی ہو کہ کشتی یا ریل مڑ جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں نماز ہی میں گھوم جائے اور رُخ قبلہ کی طرف کر لے۔

سوال: کیا عورت اکیلی سفر کر سکتی ہے؟

جواب: شرعی سفر سے کم کم مسافت میں عورت اکیلی سفر کر سکتی ہے لیکن بہتر نہیں۔ اگر شرعی سفر یا اس سے زائد مسافت تک جانا ہو تو محرم کے بغیر سفر کرنا درست نہیں ہے۔ اگر محرم کے بغیر سفر کرے گی تو گناہ گار ہو گی۔ حج اور عمرے کے سفر کا بھی یہی حکم ہے۔

جس محرم کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈر نہ ہو اور شریعت کی پابندی نہ کرتا ہو ایسے محرم کے ساتھ بھی سفر کرنا درست نہیں ہے۔

زکوٰۃ کا بیان

سوال: زکوٰۃ دینے کے بارے میں کچھ احکام اور احادیث مبارکہ بیان کریں؟

جواب: جس کے پاس نصاب کے برابر مال ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ نکالتی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی گناہ گار ہے۔ قیامت کے دن اسے سخت عذاب کا اندیشہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو، قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی پھر ان کو دوزخ کی آگ میں گرم کر کے اس کے دونوں پہلوؤں، پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا اور جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی، پھر دوبارہ گرم کر لی جائیں گی۔ اس کے ساتھ اسی طرح ہوتا رہے گا۔''

ایک اور حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال گنجا زہریلا سانپ بنا دیا جائے گا اور وہ سانپ اس کی گردن کے ساتھ لپٹ جائے گا، پھر وہ اس کے جبڑے نوچے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں اور میں ہی تیرا خزانہ ہوں۔''

اللہ کی پناہ اتنے عذاب کو برداشت کرنے کی کس میں طاقت ہے؟ تھوڑے سے لالچ میں اتنی بڑی مصیبت سر لینا بڑی بے وقوفی کی بات ہے۔ خدا ہی کی دی ہوئی دولت ہے۔ اس کو خدا ہی کی راہ میں نہ دینا کتنی غلط اور افسوسناک بات ہے۔

سوال: زکوٰۃ کون کون سی چیزوں پر واجب ہوتی ہے؟

جواب: صرف چار چیزوں پر: سونا، چاندی، نقدی، مال تجارت۔[1] یعنی فروخت کے

۱- ایک پانچویں چیز بھی ہے، قدرتی چراگاہوں میں مفت چرنے والے مویشی، لیکن شہر والوں کو اس سے واسطہ نہیں پڑتا۔ نیز ان کی زکوٰۃ میں کافی تفصیل ہے، اس لیے اسے یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔

لیے رکھی ہوئی اشیاء (زمین، سامان، مکان، دکان وغیرہ) ان چار کو "قابلِ زکوۃ اشیاء" کہتے ہیں۔ یہ چیزیں جس بھی شکل میں اور جس بھی مقصد کے لیے رکھی ہوں ان پر زکوۃ آتی ہے۔[۱]

سوال: ان چار چیزوں کی کتنی مقدار پر زکوۃ فرض ہوتی ہے؟ یعنی یہ بتادیجیے کہ زکوۃ کا نصاب کتنا ہے؟

جواب: یہ چیزیں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہوں تو ان پر سال کے بعد زکوۃ فرض ہوتی ہے۔ اس مقدار کو "زکوۃ کا نصاب" کہتے ہیں۔

سوال: گرام کے اعتبار سے نصاب کا وزن کتنا بنتا ہے؟

جواب: ساڑھے باون تولہ چاندی 612.36 گرام چاندی کے برابر ہوتی ہے۔ آسانی کے لیے 613 گرام کہہ دیتے ہیں۔ ساڑھے سات تولہ سونا 87.48 گرام سونے کے برابر ہوتا ہے۔ آسانی کے لیے 88 گرام کہہ دیتے ہیں۔

سوال: اگر کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا سے کم ہے، مثلاً سوا سات یا سات تولہ سونا ہے تو کیا اس پر زکوۃ واجب نہ ہوگی؟

جواب: اگر صرف سونا ہی سونا ہو، اس کے علاوہ بقیہ تین چیزوں یعنی چاندی، نقدی، سامان تجارت میں سے ایک روپیہ بھی پاس نہیں تو زکوۃ واجب نہ ہوگی اور اگر دوسری تین چیزوں میں سے کوئی چیز تھوڑی سی بھی ہو مثلاً: چند روپے پاس ہوں، اگرچہ ان روپوں پر سال بھی نہ گزرا ہو تب بھی زکوۃ واجب ہوگی۔[۲]

اسی طرح اگر کچھ سونا کچھ چاندی ہے اور دونوں کو ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت بن جاتی ہے تب بھی زکوۃ واجب ہوگی۔ اسی طرح سے کچھ سونا، کچھ چاندی اور کچھ روپے ہیں،

۱۔ تفصیل کے لیے زکوۃ کے مسائل کے آخر میں دیا گیا فارم ملاحظہ کیجیے۔

۲۔ کیونکہ جب سونے کی قیمت میں چند روپے ملائیں گے تو چاندی کا نصاب تو بہر حال پورا ہو جائے گا۔ سونے کے نصاب کی تکمیل اس وقت ضروری ہوتی ہے جب صرف سونا ہو، دوسری قابل زکوۃ کوئی چیز نہ ہو۔

سب کو ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت بن جاتی ہے تو بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

سوال: کسی کے پاس آٹھ تولہ سونا چار پانچ مہینے تک رہا، پھر کم ہو گیا اور دو تین مہینے کے بعد پھر کچھ سونا یا کچھ مال لے لیا تو کیا زکوٰۃ واجب ہوگی؟

جواب: جی ہاں! ایسی صورت میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب سال کے اول و آخر میں نصاب کے برابر مال ہوا اور سال کے بیچ میں کچھ دن اس مقدار سے کم ہو جائے تو بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ درمیان میں کچھ دن مقدار کے کم ہو جانے سے زکوٰۃ معاف نہیں ہوتی۔

سوال: اور اگر سارا کا سارا مال جاتا رہے، پھر کچھ مہینوں کے بعد مل جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر سب مال ختم ہو گیا، اس کے بعد مال ملے تو جب سے ملا ہے تب سے سال کا حساب کیا جائے گا، پچھلے مہینوں کو شمار نہ کریں گے۔

سوال: اگر کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہے اور اتنی ہی رقم کی وہ قرض دار ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

سوال: اگر اتنی رقم کی قرض دار ہے کہ قرضہ ادا کر کے ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت بچتی ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

سوال: سونے چاندی کی کون کون سی چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہے اور کون کون سی پر واجب نہیں؟

جواب: سونے چاندی کے زیور، برتن، ڈلی وغیرہ سب پر زکوٰۃ واجب ہے۔ پہنتی رہتی ہو یا کبھی کبھار پہنتی ہو یا کبھی نہ پہنتی ہو۔ خلاصہ یہ کہ سونے چاندی کی تمام چیزوں پر بہر حال زکوٰۃ واجب ہے۔ ایسی کوئی چیز نہیں کہ جس پر زکوٰۃ واجب نہ ہو۔

سوال: اگر سونے چاندی میں کچھ ملاوٹ ہوئی ہو اور خالص نہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: سونا چاندی اگر کھرا نہ ہو بلکہ اس میں میل ہو، مثلاً چاندی میں تانبہ ملا ہوا ہے تو دیکھیں گے کہ چاندی زیادہ ہے یا ملاوٹ؟ اگر چاندی زیادہ ہے تو اس کا حکم چاندی جیسا ہے اور اگر ملاوٹ زیادہ ہے تو اس کا حکم پیتل، تانبے، لوہے وغیرہ کا ہے۔ (جو آگے ذکر کیا جائے گا)

سوال: اگر کسی کے پاس نصاب کے جتنے کچھ روپے رکھے ہوئے تھے، پھر سال پورا ہونے سے کچھ دن پہلے کچھ روپے اور آ گئے تو کیا ان پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی؟

جواب: جی ہاں! ان نئے روپوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے اور یوں سمجھا جائے گا کہ گویا پورے روپوں پر سال گزر گیا ہے۔

سوال: سونے چاندی کے علاوہ لوہا، تانبا، پیتل وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: سونے چاندی کے علاوہ باقی چیزیں جیسے لوہا، تانبا، پیتل اور ان چیزوں کے بنے ہوئے برتن وغیرہ اور اس طرح کپڑے جوتے اور ان کے علاوہ جو سامان ہو، فرنیچر وغیرہ...... اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو بیچتی ہو اور تجارت کرتی ہو تو دیکھیں گے کہ وہ سامان کتنا ہے؟ اگر اتنا ہے کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہے تو جب سال گزر جائے تو اس تجارت کے سامان پر زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اتنا نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اگر وہ سامان بیچنے کے لیے نہیں ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، چاہے جتنا بھی ہو۔

سوال: کیا گھر کے سامان جیسے پتیلی، دیگچی، بڑی دیگ، بڑے تھال وغیرہ اور کھانے پینے کے برتنوں اور رہنے سہنے کے مکان اور پہننے کے کپڑوں، سچے موتیوں کے ہار وغیرہ پر بھی زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب: ان سب چیزوں پر زکوٰۃ واجب نہیں، چاہے جتنی بھی ہوں اور چاہے روزمرہ کے استعمال میں آتی ہوں یا نہ، کسی طرح زکوٰۃ واجب نہیں۔ ہاں! اگر یہ سامان بیچنے کے لیے ہو تو پھر اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ خلاصہ یہ کہ سونے چاندی کے علاوہ جتنی اشیا یا سامان ہو، اگر وہ تجارت کے لیے ہے اور اس کی قیمت زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔ چاہے جتنا بھی سامان ہو۔

سوال: اگر کسی کے پاس گھر یا دکانیں ہوں، ان کو کرایہ پر دے رکھا ہوتو کیا ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

جواب: ان گھروں اور دکانوں پر زکوٰۃ واجب نہیں، چاہے جتنی قیمت کی ہوں۔ البتہ ان سے آنے والے کرایہ کو اگر جمع رکھتی ہے اور وہ زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچ جاتا ہے تو اس صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

سوال: اگر کوئی برتن وغیرہ ڈیکوریشن کا سامان کرایہ پر دیتی ہے تو کیا ان پر زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب: جی نہیں، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ غرض یہ کہ کرایہ پر دیے جانے والے سامان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

سوال: اگر پہننے کے بہت قیمتی جوڑے ہوں یا ان پر اصلی سونے چاندی کا کام کیا ہوتو کیا ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟

جواب: جوڑے چاہے جتنے بھی زیادہ قیمتی ہوں، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ ہاں! اگر ان پر اصلی سونا چاندی کا کام کیا ہوا ہے کہ اگر سونا چاندی نکال لیا جائے تو دوسری قابل زکوٰۃ اشیاء کے ساتھ مل کر نصاب جتنا ہو جائے گا تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر اتنی مقدار میں نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

سوال: تجارت کے سامان سے کیا مراد ہے؟

جواب: تجارت کا سامان وہ کہلاتا ہے جس کو تجارت کرنے کی نیت وارادہ سے خریدا ہو۔ اگر کسی نے اپنے گھر کے خرچ کے لیے یا شادی وغیرہ کے لیے کوئی سامان خریدا، جیسے: چاول، چینی وغیرہ پھر ارادہ کرلیا کہ لاؤ اس کو بیچ دیں تو محض اس ارادے سے یہ تجارت کا سامان نہ کہلائے گا اور اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

سوال: اگر کسی کو قرض دیا ہے تو کیا اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر قرض اتنا ہے کہ دوسری قابل زکوۃ اشیا کے ساتھ مل کر نصاب کو پہنچتا ہے تو زکوۃ واجب ہے۔ جب وصول ہو جائے تو جتنے سالوں بعد وصول ہوا، ان سب سالوں کی زکوۃ ادا کرنا واجب ہے۔

سوال: اگر شوہر کے ذمہ مہر ہو اور وہ کئی سال کے بعد دے تو کیا ان سب سالوں کی زکوۃ بھی واجب ہوتی ہے؟

جواب: مہر میں زکوۃ کا حساب ملنے کے دن سے کریں گے۔ پچھلے برسوں کی زکوۃ واجب نہیں۔ یعنی جس دن اس کو ملے تو دوسرے اموالِ زکوۃ کے ساتھ ملا کر شرائط زکوۃ کے تحت زکوۃ واجب ہوگی۔

سوال: اگر کسی پر زکوۃ واجب ہے اور اس نے سال گزرنے سے پہلے ہی زکوۃ دے دی تو کیا زکوۃ ادا ہو جائے گی؟

جواب: جی ہاں! زکوۃ ادا ہو جائے گی، سال پورا ہونے کا انتظار کرنا کوئی ضروری نہیں۔

سوال: اگر کسی پر ابھی زکوۃ تو واجب نہیں لیکن کہیں سے رقم ملنے کی اُمید ہے، اس اُمید پر رقم ملنے سے پہلے ہی زکوۃ دے دی تو کیا ادا ہو جائے گی؟

جواب: یہ زکوۃ ادا نہ ہوگی، جب مال مل جائے تو پھر زکوۃ ادا کرنی چاہیے۔

سوال: مال دار آدمی اگر کئی سال کی زکوۃ پیشگی دے دے تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! یہ جائز ہے، لیکن اگر اگلے کسی سال مالِ زکوۃ بڑھ گیا تو اس اضافی مقدار کی زکوۃ دینا ہوگی۔

سوال: اگر کسی نے سال پورا ہونے سے پہلے ہی پیشگی زکوۃ دے دی اور پھر سال پورا ہونے تک مال نصاب سے کم ہوگیا تو زکوۃ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس طرح سے بھی درست ہے۔ جو زکوۃ دی وہ نفلی صدقہ ہو جائے گی۔

سوال: کسی کے مال پر پورا سال گزر گیا لیکن ابھی زکوۃ نہیں نکالی تھی کہ سارا مال چوری

ہوگیا یا کسی اور طرح ضائع ہوگیا تو اب زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں زکوٰۃ معاف ہوگئی۔

سوال: اگر خود اپنا مال ضائع کر دیا یا کسی کو دے دیا تو اب زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی تھی، وہ معاف نہیں ہوگی، بلکہ دینا پڑے گی۔

سوال: اگر سال پورا ہونے کے بعد کسی نے اپنا سارا مال صدقہ یا خیرات کر دیا تو زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں زکوٰۃ معاف ہوگئی۔

سوال: اگر آدھا مال ضائع ہوگیا اور آدھا مال باقی ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں جتنا مال ضائع ہوگیا، اس کی زکوٰۃ معاف ہوگئی اور جتنا مال باقی ہے، اس کی زکوٰۃ ادا کر دے۔

زکوۃ ادا کرنے کا بیان

سوال: کیا مال پر پورا سال گزر جانے کے بعد فوراً زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے؟

جواب: جب پورا سال گزر جائے تو فوراً زکوۃ ادا کر دے۔ نیک کام میں دیر لگانا اچھا نہیں کہ شاید اچانک موت آجائے اور یہ ذمہ داری گردن پر رہ جائے۔

سوال: اگر سال گزرنے پر زکوۃ ادا نہیں کی یہاں تک کہ دوسرا سال بھی گزر گیا تو کیا زکوۃ ادا نہ کرنے کا گناہ ہوگا؟

جواب: جی ہاں! گنہگار ہوگی۔ اب توبہ کر کے دونوں سال کی زکوۃ ادا کرے۔

سوال: مال سے کس حساب سے زکوۃ نکالے؟

جواب: جتنا مال ہو، اس کا چالیسواں حصہ زکوۃ میں دینا واجب ہے، یعنی ڈھائی فیصد۔

سوال: کیا زکوۃ ادا کرتے وقت نیت کرنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! جس وقت زکوۃ کی رقم کسی غریب کو دے اس وقت اپنے دل میں اتنا ضرور خیال کرے کہ میں زکوۃ دے رہی ہوں۔ اگر نیت نہیں کی، یوں ہی دے دیا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی، پھر سے دینا پڑے گی اور جو دے دیا ہے، اس کا ثواب الگ ملے گا۔

سوال: زکوۃ ادا کرتے ہوئے کس وقت تک نیت کی جا سکتی ہے؟

جواب: بہتر تو یہ ہے کہ ادائیگی کے وقت ہی نیت کرے، لیکن اگر اس وقت نیت نہیں کی تو جب تک وہ روپے فقیر کے پاس ہیں، اس وقت تک نیت کر لینا درست ہے۔ اب بھی نیت کر لینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی، البتہ جب فقیر نے خرچ کر دیے، اس وقت نیت کرنے کا اعتبار نہیں ہے۔ اب پھر سے زکوۃ ادا کرے۔

سوال: اگر کسی نے زکوٰۃ کی نیت سے رقم نکال کر الگ رکھ دی، پھر ادا کرتے ہوئے نیت نہیں کی تو کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

جواب: جی ہاں! ادا ہو جائے گی۔

سوال: زکوٰۃ کی رقم ایک ہی فقیر کو دینا ضروری ہے یا کئی فقیروں مسکینوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے؟

جواب: اس بارے میں اختیار ہے۔ چاہے ایک ہی کو ساری دے دے یا کئی فقیروں میں تقسیم کر دے۔

سوال: ایک ہی دن میں سب رقم دینا ضروری ہے یا مہینوں تک دی جا سکتی ہے؟

جواب: اس میں بھی اختیار ہے۔ چاہے ایک ہی دن ساری دے دے یا تھوڑی تھوڑی کر کے کئی مہینوں میں دے دے۔

سوال: ایک فقیر کو کم سے کم کتنا دینا چاہیے؟

جواب: بہتر اور مستحب یہ ہے کہ غریب کو کم سے کم اتنا دے کہ اس کی فوری ضرورت کے لیے کافی ہو جائے۔ اسے کسی اور سے نہ مانگنا پڑے۔

سوال: کیا ایک ہی غریب کو اتنی رقم دینا جتنی رقم سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے (یعنی نصاب کے برابر) جائز ہے؟

جواب: نصاب کے برابر رقم کسی ایک شخص کو دینا مکروہ ہے لیکن اگر دے دی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

سوال: اگر کوئی قرض مانگنے آیا اور اس کا حال یہ ہے کہ وہ اتنا تنگ دست اور مفلس ہے کہ کبھی قرض واپس نہ کر پائے گا یا ایسا ہے کہ قرض لے کر کبھی ادا ہی نہیں کر سکتا، اس کو قرض کے نام سے زکوٰۃ کی رقم دے دینا جائز ہے؟ اور کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

جواب: جی ہاں! اگر اپنے دل میں یہ سوچ لیا کہ میں زکوٰۃ دیتی ہوں تو زکوٰۃ ادا

ہو جائے گی، اگرچہ وہ اپنے دل میں یہی سمجھتا رہے کہ مجھے قرض دیا ہے۔

سوال: اگر کسی کو انعام یا کسی اور نام سے زکوۃ دے دی تو کیا ادا ہو جائے گی؟

جواب: جی ہاں! اگر دل میں یہ نیت ہے کہ میں زکوۃ دیتی ہوں تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

سوال: اگر کسی غریب نے کسی سے کچھ روپے قرض لیے اور اس کی زکوۃ بھی اتنے ہی روپے ہے تو کیا قرض معاف کر دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی؟

جواب: زکوۃ کی نیت سے قرض معاف کر دینے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اس کو زکوۃ کی رقم دے دے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی، اب یہی رقم اپنے قرض میں اس سے لے لینا درست ہے۔

سوال: زکوۃ کی رقم کسی کو دے دی کہ تم کسی کو دے دینا تو کیا زکوۃ ادا ہو جائے گی؟

جواب: جی ہاں! اس طرح اس کے دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

سوال: اگر کسی نے زکوۃ کی کچھ رقم دی کہ میری طرف سے کسی غریب کو دے دینا۔ اس نے وہی رقم تو غریب کو نہ دی، بلکہ اپنے پاس سے اتنی رقم دے دی تو کیا زکوۃ ادا ہو جائے گی؟

جواب: ایسی صورت میں جب اس نے اپنی جیب سے دیتے ہوئے یہ سوچا کہ یہ رقم جو دے رہا ہوں، ان کی جگہ زکوۃ کی رقم میں لے لوں گا تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ اور اگر زکوۃ کے لیے دیے ہوئے پیسے اس نے پہلے خرچ کر دیے، اس کے بعد اپنے پیسے کسی غریب کو دے دیے تو زکوۃ ادا نہ ہوگی، ایسے ہی اگر اپنے پیسے دیتے ہوئے یہ نیت نہ کی کہ زکوۃ کی وہ رقم اپنی رقم کے بدلے میں لے لوں گا تو بھی زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

سوال: اگر کسی نے اپنی رقم تو کسی کو نہ دی لیکن اس نے یہ کہہ دیا کہ میری طرف سے اتنی زکوۃ دے دینا اور اس نے اس کی طرف سے اپنی رقم زکوۃ میں دے دی اور پھر بعد میں اس سے اتنی رقم لے لی تو کیا زکوۃ ادا ہو جائے گی؟

جواب: جی ہاں! ایسی صورت میں زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

سوال: اگر کسی نے کسی کی طرف سے اس کے کہے بغیر زکوٰۃ دے دی تو کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

جواب: ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اگر چہ وہ منظور بھی کر لے۔

سوال: اگر کسی شخص نے اپنی زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کسی کو کچھ رقم دی کہ کسی غریب کو دے دینا تو کیا وہ شخص یہ رقم اپنے رشتے دار یا ماں باپ کو جو زکوٰۃ کے مستحق ہوں دے سکتا ہے یا خود لے سکتا ہے، اگر خود مستحق ہو؟

جواب: ایسی صورت میں اس کو یہ تو اختیار ہے کہ اپنے کسی رشتہ دار یا ماں باپ کو دے دے، لیکن اگر خود مستحق ہے تو خود لے لینا درست نہیں۔ ہاں! اگر دینے والے نے دیتے ہوئے یہ کہا کہ تمہیں اختیار ہے، جو چاہے کرو اور جسے چاہو دے دو تو خود بھی لینا درست ہے۔

کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

سوال: شریعت کی رُو سے کس شخص کو زکوٰۃ اور واجب صدقات دینا جائز نہیں؟

جواب: جس کے پاس پانچ چیزیں (سب یا کچھ) اتنی مقدار میں ہیں کہ ان کا مجموعہ نصاب شرعی (613 گرام چاندی) کے برابر ہو جاتا ہے، اس کو زکوٰۃ، صدقۂ فطر وغیرہ صدقات واجبہ (مثلاً منت اور فدیہ، کفارہ وغیرہ) دینا جائز نہیں۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں: سونا، چاندی، نقدی، سامانِ تجارت اور ضرورت سے زائد تمام اشیاء۔

سوال: شریعت کی رُو سے کون سا شخص ''مستحق'' ہے جس کو زکوٰۃ دینا درست ہے؟

جواب: جس کے پاس پانچ چیزوں (میں سے کچھ یا سب) کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ (613 گرام) چاندی یا اس کی قیمت کے برابر نہ ہو، ایسے لوگوں کو شریعت میں ''مستحق'' کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا اور ان کو لینا درست ہے۔

وہ پانچ چیزیں یہ ہیں: سونا، چاندی، نقدی، مال تجارت، ضرورت سے زائد تمام اشیاء۔

سوال: ان دونوں مسائل کو دوبارہ سمجھا دیجیے۔

جواب: آسان انداز سے یوں سمجھیے کہ معاشرے کے تمام افراد تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ جن پر زکوۃ دینا فرض ہے۔ دوسرے وہ جن پر زکوۃ دینا فرض نہیں لیکن لینا بھی جائز نہیں۔ اور تیسرے وہ جن کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) جس شخص کے پاس یہ چار چیزیں نصاب (613 گرام چاندی) کے برابر ہوں۔ اس پر زکوۃ دینا فرض ہے: سونا، چاندی، نقدی، مالِ تجارت۔ یہ شخص شریعت کی نظر میں مالدار ہے۔

(۲) جس کے پاس درج ذیل پانچ چیزیں نصاب کے برابر ہوں اس پر زکوۃ دینا تو ضروری نہیں لیکن لینا بھی درست نہیں: سونا، چاندی، نقدی، سامانِ تجارت اور ضرورت سے زائد تمام چیزیں۔ واضح ہو کہ اس شخص پر زکوۃ تو فرض نہیں لیکن صدقہ فطر اور قربانی ضروری ہے۔ گویا یہ زکوۃ لینے کے حرام ہونے اور صدقۂ فطر و قربانی واجب ہونے کا نصاب ہے۔ ایسا شخص شریعت کی نظر میں متوسط اور درمیانی حیثیت والا ہے۔

(۳) جس کے پاس مندرجہ بالا پانچ چیزیں ملا کر نصاب کے برابر نہ ہوتی ہوں، اس کے لیے زکوۃ و صدقۂ فطر لینا جائز ہے۔ یہ شخص شریعت کی نظر میں فقیر اور مستحق ہے۔

سوال: کیا بڑی بڑی دیگیں، قالین، خیمے وغیرہ جن کی سالوں میں ایک دو دفعہ ضرورت پڑتی ہے، یہ ضروری سامان میں داخل ہیں؟

جواب: جی نہیں! یہ چیزیں ضروری سامان میں داخل نہیں، یہ ضرورت سے زائد سامان میں شمار ہیں۔[۱]

سوال: کیا رہنے کا گھر، پہننے کے کپڑے اور کام کاج کے لیے نوکر چاکر گاڑی جو اکثر کام میں رہتی ہے، ضروری چیزوں میں داخل ہیں؟

جواب: جی ہاں! یہ سب چیزیں ضروری سامان میں داخل ہیں۔ ان کے ہونے سے

۱۔ لیکن یہ قابل زکوۃ اموال بھی نہیں، ان پر زکوۃ نہیں آتی، البتہ جس کے پاس یہ نصاب جتنے ہوں وہ زکوۃ لے نہیں سکتا۔

کوئی عورت شریعت میں مالدار نہیں کہلاتی، چاہے جتنی قیمت کے ہوں۔

سوال: اگر پڑھے لکھے آدمی کے پاس بہت سی کتابیں ہوں تو وہ کس کھاتے میں ہیں؟

جواب: یہ ضروری سامان میں داخل ہیں۔

سوال: اگر کسی کے پاس دو چار مکان ہیں جن کو کرایہ پر دیتی ہے، ان کی آمدنی سے گزارا ہوتا ہے۔ سب خرچ ہو جاتا ہے اور گھر کے افراد زیادہ ہونے کی وجہ سے تنگی رہتی ہے تو کیا اسے زکوٰۃ کی رقم دینا درست ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر ایسی حالت ہے اور اس کے پاس کوئی ایسا مال بھی نہیں کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اسے زکوٰۃ کی رقم دینا درست ہے۔

سوال: اگر کسی کے پاس نصاب کے برابر کوئی چیز یا رقم موجود ہے لیکن اتنی ہی رقم یا اس سے زائد کا قرض دار ہے تو کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسے شخص کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔

سوال: اگر نصاب کی مقدار سے کم کا قرض دار ہے تو کیا اسے زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟

جواب: ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ قرضہ ادا کرنے کے بعد کتنے روپے بچتے ہیں؟ اگر اتنے روپے بچیں جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس کو زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جاسکتی ہے، ورنہ دی جاسکتی ہے۔

سوال: اگر کسی شخص کی یہ حالت ہو کہ گھر میں تو مالدار ہو لیکن کہیں سفر میں ایسا اتفاق ہوا کہ اس کے پاس کچھ خرچ باقی نہ رہا، مثلاً اس کا سفر کا خرچ چوری ہو گیا یا کوئی ایسی وجہ پیش آئی کہ گھر تک پہنچنے کا خرچ تک ختم ہو گیا تو کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

سوال: اگر حج کے سفر میں اوپر ذکر کردہ صورت کی طرح کوئی صورت پیش آ گئی تو کیا حاجی کو زکوٰۃ دینا درست ہے؟

جواب: جی ہاں! حاجی کو بھی اس حالت میں زکوٰۃ کی رقم دینا درست ہے۔

سوال: کیا زکوٰۃ کا پیسہ کسی کافر کو دینا درست ہے؟

جواب: جی نہیں! زکوٰۃ کا پیسہ کسی کافر کو دینا جائز نہیں۔ مسلمان ہی کو دے۔ اس طرح سے عشر، صدقۂ فطر، نذر اور کفارہ کی رقم بھی مسلمان کو دینا ضروری ہے۔

سوال: کیا نفلی صدقہ کی رقم اور خیرات وغیرہ کافر کو دینا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! زکوٰۃ، عشر، صدقۂ فطر نذر اور کفارہ کو چھوڑ کر نفلی صدقہ اور خیرات وغیرہ کافر کو دینا جائز ہے۔

خلاصہ یہ کہ واجبِ شرعی کی رقم کافر کو دینا جائز نہیں، نفلی جائز ہے۔

سوال: کیا زکوٰۃ کی رقم مسجد کی تعمیر میں لگانا یا کسی لاوارث یا غریب کے کفن دفن میں لگانا یا مردے کی طرف سے اس کا قرضہ ادا کرنا یا کسی اور نیک کام میں لگانا جائز ہے؟

جواب: ان تمام صورتوں میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ جب تک زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق کے مالکانہ قبضے میں نہ دے دی جائے، زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

سوال: رشتہ داروں میں سے زکوٰۃ کی رقم کس کو دینا جائز ہے اور کس کو دینا جائز نہیں ہے؟

جواب: اپنی زکوٰۃ کا پیسہ اپنے ماں، باپ، دادا، دادی، پردادا، پردادی، نانا، نانی، پرنانا، پرنانی وغیرہ کو دینا جائز نہیں، اسی طرح اپنی اولاد اور پوتے پڑپوتے، نواسے پڑنواسے کو دینا بھی جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ نہ تو ان لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے جن سے یہ پیدا ہوئی ہے اور نہ ہی ان لوگوں کو دینا جائز ہے جو اس سے پیدا ہوئے ہیں اور ان رشتہ داروں کے علاوہ باقی سب رشتہ داروں کو جیسے بھائی، بہن، بھتیجی، بھانجی، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، سوتیلی ماں، سوتیلا باپ، سوتیلا دادا، ساس سُسر وغیرہ کو دینا جائز ہے۔

سوال: نابالغ لڑکے لڑکی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

جواب: اگر نابالغ لڑکے لڑکی کا والد مالدار یعنی صاحب نصاب ہے تو ان کو زکوٰۃ دینا

جائز نہیں اور اگر لڑکا لڑکی بالغ ہو گئے، ان کا باپ اگرچہ مالدار ہی کیوں نہ ہو، اگر یہ لوگ مالدار نہیں تو ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

سوال: اگر نابالغ کا والد تو مالدار نہیں لیکن اس کی والدہ مالدار ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اسے زکوٰۃ دینا درست ہے۔

سوال: کیا کچھ ذاتیں ایسی بھی ہیں جن کو زکوٰۃ، نذر، کفارے، عشر اور صدقہ فطر کا پیسہ دینا جائز نہیں؟

جواب: جی ہاں! سید، یعنی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں۔(۱)

اور علوی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں۔(۲)

اسی طرح عباسی جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں یا جو لوگ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ یا حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یا حضرت حارث رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں، ان چھ طرح کے حضرات کو زکوٰۃ اور شرعی واجبات دینا جائز نہیں ہے۔(۳)

سوال: گھر کے نوکر چاکر ماسی وغیرہ کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ان میں سے جو مستحق ہوں ان کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا جائز ہے، لیکن ان کی تنخواہ میں شمار نہ کرے، بلکہ تنخواہ سے زائد بطورِ انعام واکرام کے دے دے اور دل میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی نیت رکھے تو درست ہے۔

سوال: کیا رضاعی بیٹے اور رضاعی ماں کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! جائز ہے۔

سوال: اگر کسی عورت کا مہر نصاب کی قیمت کے برابر ہے لیکن اس کا شوہر غربت کی وجہ

۱- یعنی حسنی اور حسینی حضرات۔

۲- یعنی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری بیویوں سے پیدا ہوئے۔

۳- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل اور اقارب کے لیے مالی مفادات کے حصول کے راستے کھولے نہیں بلکہ بند کیے ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ ترین اخلاص کی علامت ہے۔

سے ادا نہیں کرسکتا یا ویسے ہی مہر نہیں دیتا یا یہ کہ عورت نے معاف کردیا تو کیا ایسی عورت کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسی عورت کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

سوال: اگر وہ عورت خود ہی نہیں مانگتی لیکن اسے اُمید ہے کہ جب بھی مانگے گی، اس کا شوہر بغیر کسی روک ٹوک کے دے دے گا تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں وہ صاحبِ نصاب کہلائے گی اور اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

سوال: اگر ایسا اتفاق ہوا کہ جس کو زکوٰۃ دی وہ ان لوگوں میں سے تھا جن کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، مثلاً: وہ مالدار ہے یا سید ہے یا ماں یا بیٹی وغیرہ ہے تو کیا زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؟

جواب: ایسی صورت میں زکوٰۃ تو ادا ہوجائے گی لیکن جس کو دی ہے، اگر اسے معلوم ہوجائے کہ یہ زکوٰۃ کا پیسہ ہے اور مجھے لینا جائز نہیں تو اسے چاہیے کہ واپس کردے۔

سوال: اگر اتفاقاً کسی کافر کو زکوٰۃ دے دی تو کیا ادا ہوجائے گی؟

جواب: ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، دوبارہ ادا کرنا ضروری ہے۔

سوال: اگر کسی کے بارے میں پورے یقین کے ساتھ معلوم نہیں کہ مالدار ہے یا غریب تو اس کو زکوٰۃ دینے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اولاً تو تحقیق کیے بغیر نہ دے اور اگر تحقیق کیے بغیر اس کو دے دی تو غور کرے کہ اس کا دل زیادہ کس جانب مائل تھا؟ اس کو مالدار سمجھ رہی تھی یا غریب؟ اگر دل اس کی غربت کی طرف زیادہ مائل تھا تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اور اگر دل میں یہ آرہا تھا کہ یہ مالدار ہے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، دوبارہ سے دے، لیکن اگر دینے کے بعد معلوم ہوجائے کہ غریب ہی ہے تو دوبارہ نہ دے۔ زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

مسئلہ: جو بھکاری پیشہ ور ہوتے ہیں، ان کی علامت یہ ہے کہ مخصوص قسم کی صدائیں لگاتے، طرح طرح کی شکلیں بناتے اور پیچھے پڑ جاتے ہیں، انہیں نہ دے۔ یہ مستحق نہیں

ہوتے۔ان کو دینے سے بری عادت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

سوال: زکوٰۃ اور صدقہ خیرات وغیرہ دیتے وقت سب سے زیادہ ترجیح کن لوگوں کو دینی چاہیے؟

جواب: سب سے زیادہ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھنا چاہیے۔ پہلے ان ہی کو دینا چاہیے لیکن ان کو یہ نہ بتائیں کہ یہ زکوٰۃ کا پیسہ ہے، کہیں وہ برا نہ مانیں۔حدیث شریف میں آیا ہے: رشتہ داروں کو خیرات دینے سے دہرا ثواب ملتا ہے۔ایک تو خیرات دینے کا دوسرے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا۔

اس کے بعد دینی کاموں میں مصروف لوگ مثلاً دینی مدارس کے طلبہ اور مجاہدین کو دینا چاہیے کہ دہرا ثواب ہے۔زکوٰۃ بھی ادا ہوگی اور دین کی اور اشاعت میں حصہ لینے کا ثواب بھی ہوگا۔

سوال: جس شہر میں رہائش ہو اسی شہر کے غریبوں کو زکوٰۃ دینا ضروری ہے یا دوسرے شہر میں بھی بھیج سکتے ہیں؟

جواب: ایک شہر سے دوسرے شہر میں زکوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔ ہاں! اگر رشتہ دار دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا اپنے شہر والوں سے دوسرے شہر کے مسلمان زیادہ ضرورت مند ہوں یا اپنے شہر کے مقابلے میں دوسرے شہر کے لوگ دین کے کام میں زیادہ لگے ہوئے ہوں تو ان کو زکوٰۃ کا پیسہ بھیج دینا مکروہ نہیں ہے۔

صدقۂ فطر

سوال: صدقۂ فطر کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس مسلمان کے پاس عید الفطر کے دن صدقۂ فطر کا نصاب ہو، چاہے اس پر سال گزر چکا ہو یا نہ گزرا ہو، اس پر عید الفطر کے دن صدقہ دینا واجب ہے۔ اس صدقہ کو شرع میں ''صدقۂ فطر'' کہتے ہیں۔

سوال: صدقۂ فطر کا نصاب کتنا ہے؟

جواب: زکوٰۃ کے بیان میں بتایا جاچکا ہے کہ نصاب کی دو قسمیں ہیں:

(۱) زکوٰۃ کا نصاب   (۲) صدقۂ فطر کا نصاب۔

دونوں کی مقدار ایک جیسی ہے یعنی 613 گرام چاندی کی قیمت، بس اتنا فرق ہے کہ ''قابلِ زکوٰۃ اشیاء'' کُل چار ہیں۔ زکوٰۃ کا حساب کرتے وقت صرف ان چار چیزوں کو شمار کیا جاتا ہے۔ یعنی سونا، چاندی، نقدی اور مال تجارت۔ اور صدقۂ فطر کے نصاب کو جانچنے کے لیے پانچ چیزوں کو شمار کیا جاتا ہے۔ چار تو یہی ہیں اور پانچویں چیز ہے ضرورت سے زائد تمام اشیاء۔ قربانی کا نصاب وہی ہے جو صدقۂ فطر کا ہے۔

سوال: صدقۂ فطر کس پر واجب ہوتا ہے؟

جواب: اوپر کے جواب سے معلوم ہو گیا کہ جس کے پاس پانچ چیزوں کا مجموعہ نصاب (613 گرام چاندی) کے برابر ہو، اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ وہ پانچ چیزیں پھر دہرا دیے ہیں: سونا، چاندی، نقدی، سامان تجارت اور ضرورت سے زائد تمام اشیاء۔

سوال: صدقۂ فطر کس وقت واجب ہوتا ہے؟

جواب: عید کے دن یعنی شوال کی پہلی تاریخ کو جب فجر کا وقت شروع ہوتا ہے، اس وقت صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص شوال کی پہلی تاریخ کو فجر کے وقت سے پہلے انتقال کر گیا تو کیا اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اس پر صدقۂ فطر واجب نہ تھا، لہٰذا اس کے مال میں سے نہ دیا جائے۔

سوال: صدقۂ فطر ادا کرنے کا بہتر وقت کون سا ہے؟

جواب: جس وقت مرد حضرات عید کی نماز کے لیے عیدگاہ جا رہے ہوں، اس سے پہلے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دینا بہتر ہے ورنہ بعد میں بھی درست ہے۔

سوال: اگر کسی نے صدقۂ فطر عید کے دن ادا نہیں کیا تو کیا معاف ہو جائے گا؟

جواب: صدقۂ فطر معاف نہیں ہوگا، کسی اور دن دے دے، ورنہ اس پر واجب باقی رہے گا۔

سوال: اگر کسی نے عید کے دن کے بجائے رمضان المبارک میں ہی صدقۂ فطر ادا کر دیا تو کیا ادا ہو جائے گا؟

جواب: جی ہاں! ادائیگی ہو جائے گی۔

سوال: صدقۂ فطر کس کس کی طرف سے دینا ضروری ہے؟

جواب: عورت کو صدقۂ فطر صرف اپنی طرف سے دینا واجب ہے اور کسی کی طرف سے دینا واجب نہیں۔ مرد کو اپنے ساتھ ساتھ اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے دینا بھی واجب ہے۔

سوال: اگر کسی عورت کی طرف سے اس کا والد، بھائی یا شوہر صدقۂ فطر ادا کر دے تو کیا ادا ہو جائے گا؟

جواب: ہاں! اگر عورت کو علم ہو اور اس کی طرف سے اجازت ہو تو ادا ہو جاتا ہے۔ عموماً یہ اجازت عرفاً پائی ہی جاتی ہے۔

سوال: اگر نابالغ اولاد خود صاحب نصاب ہو تو کیا پھر بھی والد کو اس کی طرف سے صدقۂ فطر دینا واجب ہے؟

جواب: ایسی صورت میں والد کے ذمہ واجب نہیں، بلکہ انہی کے مال میں سے دے دے۔ اگر بالغ اولاد میں کوئی مجنون ہو تو اس کی طرف سے والد کو دینا واجب ہے۔

سوال: مشہور ہے کہ صدقۂ فطر اس پر واجب ہوتا ہے جو روزے رکھتا ہے؟ کیا یہ بات درست ہے؟

جواب: روزہ رکھنے نہ رکھنے سے صدقۂ فطر کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ دونوں الگ چیزیں ہیں۔

سوال: صدقۂ فطر کی مقدار کیا ہے؟

جواب: پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت، احتیاطاً پورے دو کلو دے دے۔ تفصیل کے لیے نیچے دیا گیا چارٹ دیکھیے۔

سوال: صدقۂ فطر کے مستحق لوگ کون ہیں؟

جواب: صدقۂ فطر کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں جو زکوۃ کے مستحق ہیں۔

صدقۃ الفطر کی ادائیگی کا طریقۂ کار

صدقۃ الفطر کے مسائل جاننے کے لیے تین باتوں کا سمجھ لینا کافی ہے:

❶ صدقۃ الفطر کس پر واجب ہوتا ہے؟

ہر وہ مسلمان جس کی ملکیت میں درج ذیل پانچ چیزوں میں سے کوئی ایک یا ان پانچوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ (613 گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے، اس پر صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں: (۱) سونا (۲) چاندی (۳) نقدی (٤) مالِ تجارت اور (۵) ضرورت سے زائد تمام چیزیں۔

نوٹ: 613 گرام چاندی کی قیمت اس سال (2006ء) تقریباً 13 ہزار روپے کے لگ بھگ ہے۔

❷ صدقۃ الفطر کی مقدار:

گیہوں کے اعتبار سے: پونے دوکلو (احتیاطاً دوکلو)
جو، کشمش اور کھجور کے اعتبار سے: ساڑھے تین کلو

ذیل کا چارٹ دیکھیے

نمبر شمار	نام اشیاء	مقدار	رقم (2006ء میں)
1	کشمش	ساڑھے تین کلو	360روپے
2	کھجور	ساڑھے تین کلو	175روپے
3	جو	ساڑھے تین کلو	50روپے
4	گندم	دوکلو (احتیاطاً)	30روپے

❸ زکوٰۃ وصدقۃ الفطر کا مصرف:

ہر وہ مسلمان جو سید ہاشمی نہ ہو اور اس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے چاندی (613 گرام) یا اس کی مالیت کے برابر سونا، چاندی، نقد رقم، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد چیزیں نہ ہوں، اسے صدقۃ الفطر دیا جاسکتا ہے۔ ٹی وی، وی سی آر وغیرہ ضرورت سے زائد چیزیں ہیں۔

زکوٰۃ وصدقۃ الفطر کا بہترین مصرف:

① مستحق رشتہ دار کو زکوٰۃ وصدقات دینے سے دُہرا ثواب ملتا ہے: صلۂ رحمی اور زکوٰۃ وصدقہ کی ادائیگی۔

② دینی اداروں اور مجاہدین کو دینے سے بھی دُگنا ثواب ملتا ہے: دین کی خدمت اور زکوٰۃ وصدقہ کی ادائیگی۔

مسئلہ: زکوٰۃ وصدقۃ الفطر کی رقم اپنے ''اصول'' یعنی جن سے پیدا ہوا ہے، یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ اور ''فروع'' یعنی اولاد پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ کو نہیں دی جاسکتی۔

مسئلہ: بیوی شوہر کو، شوہر بیوی کو نہیں دے سکتا۔

مسئلہ: زکوٰۃ وصدقۃ الفطر کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ زکوٰۃ وصدقہ کی نیت سے مستحق کو رقم وغیرہ کا مالک بنادیا جائے۔ زبان سے کہنا ضروری نہیں۔ دل میں نیت کر لینا کافی ہے۔

وضاحت: اوپر دی گئی قیمتیں سن 2006ء کے لیے ہیں۔ ہر سال بازار میں رائج الوقت قیمت دیکھی جاتی ہے۔

روزے کا بیان

سوال: شریعت میں روزہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: جب نماز فجر کا وقت شروع ہوتا ہے، اس وقت سے لے کر سورج غروب ہونے کے وقت تک روزے کی نیت سے کھانا، پینا اور میاں بیوی کا خاص تعلق چھوڑ دینے کو شریعت میں ''روزہ'' کہتے ہیں۔

سوال: رمضان المبارک کے روزے رکھنا کن لوگوں پر فرض ہے؟

جواب: رمضان المبارک کے روزے ہر عاقل اور بالغ مسلمان پر فرض ہیں۔

سوال: ماہِ رمضان کے علاوہ باقی مہینوں کے روزوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: ماہِ رمضان المبارک کے علاوہ باقی مہینوں میں روزے رکھنا نفل ہے۔ سوائے پانچ دنوں کے کہ ان میں روزہ رکھنا حرام ہے: (1) عید الفطر کا دن (2) بقر عید کا دن (3) بقر عید کا دوسرا، تیسرا اور چوتھا دن۔

سوال: کیا رمضان المبارک کے علاوہ بھی کچھ روزے ضروری ہوتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! قضا اور کفارے کے روزے فرض ہوتے ہیں اور اگر کوئی روزے کی نذر مان لے تو روزہ واجب ہو جاتا ہے۔

سوال: کیا روزے کی نیت زبان سے کرنا ضروری ہے؟

جواب: زبان سے نیت کرنا اور کچھ کہنا ضروری نہیں ہے۔ جب دل میں یہ خیال کرے کہ آج میرا روزہ ہے اور روزے کی شرائط پوری کرے تو روزہ ہو جائے گا۔

سوال: اگر کوئی زبان سے بھی کچھ کہہ دے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی زبان سے بھی کچھ کہہ دے، مثلاً: یوں کہے کہ یا اللہ! میں کل تیرا روزہ رکھوں گی یا عربی میں کہے: "وبصوم غدٍ نویت" تو بھی کوئی حرج نہیں ہے بلکہ بہتر ہے۔

سوال: اگر کسی نے دن بھر نہ تو کچھ کھایا نہ پیا، شام تک بھوکی پیاسی رہی، لیکن دل میں روزے کا ارادہ نہ تھا بلکہ بھوک پیاس نہیں لگی یا کسی وجہ سے کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تو کیا اس کا روزہ ہو جائے گا؟

جواب: ایسی صورت میں روزہ نہیں ہوا۔ اگر ارادہ کر لیتی تو روزہ ہو جاتا۔

سوال: روزہ کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس سے پہلے یعنی آدھی رات کو ہی سحری کھا کر روزہ کی نیت کر کے سو جائے تو کیا اس کا روزہ ہو جائے گا۔

جواب: جی ہاں! ہو جائے گا اور جب تک صبح صادق نہ ہو، کھا پی سکتی ہے۔ چاہے نیت کر چکی ہو یا ابھی نہ کی ہو۔

رمضان شریف کے روزے کا بیان:

سوال: رمضان شریف کے روزے کی نیت کرنا کب تک درست ہے؟

جواب: اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو تو روزے کا آدھا وقت[1] گزرنے سے پہلے پہلے نیت کرنا درست ہے۔

سوال: اگر رمضان شریف کے مہینے میں کسی نے نفل روزہ رکھنے کی نیت کر لی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں بھی رمضان ہی کا روزہ ہوگا، نفل نہ ہوگا۔

سوال: اگر پچھلے رمضان کا روزہ قضا کرنا رہ گیا تھا، اب جب رمضان شروع ہوا تو اس قضا کی نیت کر لی تو اس کا کیا حکم ہے؟

---

۱ - یعنی صبح صادق سے لے کر غروب تک کے کل وقت کا آدھا حصہ گزرنے سے پہلے پہلے۔ اس کو "نصف النہار شرعی" کہتے ہیں۔ یہ "نصف النہار عرفی" جسے زوال بھی کہتے ہیں، سے تقریباً گھنٹہ بھر پہلے ہوتا ہے۔

جواب: ایسی صورت میں بھی موجودہ رمضان کا روزہ ادا ہوگا۔ قضا کا روزہ نہیں ہوگا۔ قضا روزے رمضان کے بعد رکھے۔

سوال: اگر کسی نے بغیر کسی وجہ کے رمضان المبارک کا روزہ چھوڑ دیا کہ بعد میں قضا رکھ لوں گی، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بغیر کسی وجہ کے رمضان المبارک کا روزہ چھوڑ دینا جائز نہیں، بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان کے ایک روزہ کے بدلے اگر سال بھر برابر روزے رکھتی رہے تب بھی اتنا ثواب نہ ملے گا جتنا رمضان المبارک میں ایک روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔

سوال: اگر کسی نے شامت اعمال سے روزہ نہ رکھا تو لوگوں کے سامنے کھانا پینا کیسا ہے؟

جواب: گناہ کر کے اس کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔ ایک تو روزہ نہ رکھنا گناہ ہے، پھر لوگوں کو بتانا دہرے گناہ کا سبب ہے۔

سوال: لڑکے یا لڑکی کو کس عمر سے روزہ رکھوانا چاہیے؟

جواب: جب لڑکا یا لڑکی روزہ رکھنے کے قابل ہو جائیں تو ان کو روزہ شروع کرا دینا چاہیے اور جب دس سال کے ہو جائیں تو روزہ کی تاکید اور اہتمام کروانا چاہیے۔ ڈانٹ ڈپٹ مارنے کی ضرورت پڑے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ اگر پورے روزے نہ رکھ سکیں تو جتنے رکھ سکیں رکھوانا چاہیے۔

سوال: اگر نابالغ لڑکا یا لڑکی روزہ رکھ کر توڑ ڈالے تو کیا اس کی قضا واجب ہوگی؟

جواب: ایسی صورت میں قضا واجب نہ ہوگی۔ ہاں! البتہ اگر نماز کی نیت کر کے توڑ ڈالے تو اس کو دہرانا ضروری ہے۔

قضا روزے کا بیان:

سوال: جو روزے کسی وجہ سے نہ رکھ سکی ہو تو کیا اس کی قضا رکھنا واجب ہے؟ اور یہ کہ قضا کب رکھے؟

جواب: رمضان المبارک کے جو روزے کسی وجہ سے قضا ہو گئے ہوں، ان کی قضا رکھنا

واجب ہے۔ رمضان کے بعد جہاں تک ہو سکے، جلدی سے ان کی قضا کرے۔ دیر نہ کرے۔ قضا رکھنے میں بلا وجہ دیر لگانا گناہ ہے۔

سوال: کیا روزے کی قضا میں دن تاریخ مقرر کر کے قضا کی نیت کرنا واجب ہے؟

جواب: جی نہیں! یہ ضروری نہیں بلکہ جتنے روزے قضا ہوں اتنے ہی روزے رکھ لینے چاہییں۔ البتہ اگر دو رمضان کے روزے قضا ہوں تو سال کا مقرر کرنا ضروری ہے یعنی اس طرح نیت کرے کہ فلاں سال کے روزوں کی قضا رکھتی ہوں۔

سوال: قضا روزے کی نیت کب سے کرے؟

جواب: قضا روزے میں رات سے ہی نیت کرنا ضروری ہے۔ اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو قضا صحیح نہیں ہوئی، وہ روزہ نفل ہو گیا، قضا کا روزہ دوبارہ رکھے۔

سوال: کفارہ کے روزے کی نیت کب سے کرے؟

جواب: کفارہ کے روزے کی نیت بھی رات سے ہی کرنا ضروری ہے۔ اگر صبح ہونے کے بعد نیت کی تو کفارہ کا روزہ صحیح نہیں ہوا، دوبارہ سے رکھے۔

سوال: جتنے روزے قضا ہو گئے ہیں، کیا سب کو ایک ساتھ رکھنا ضروری ہے؟

جواب: چاہے تو ایک ساتھ رکھ لے اور چاہے تو تھوڑے تھوڑے کر کے رکھے۔ دونوں طرح درست ہے۔

سوال: ابھی ایک رمضان کے قضا روزے نہیں رکھے تھے کہ دوسرا رمضان آ گیا تو کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں اب کے رمضان کے ادا روزے رکھے اور عید کے بعد قضا رکھے، لیکن اتنی دیر کرنا بری بات ہے۔

نذر کے روزے کا بیان:

سوال: اگر کسی نے روزے کی نذر مانی تو اس کا پورا کرنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! نذر کے روزے کا پورا کرنا واجب ہے۔ اگر پورا نہ کرے گی تو گناہ گار ہوگی۔

سوال: کیا نذر کے روزے کو پورا کرنے کے لیے بھی رات سے نیت کرنا ضروری ہے؟

جواب: نذر دو طرح کی ہوتی ہیں: ایک تو یہ کہ دن تاریخ مقرر کر کے نذر مانی، مثلاً: یا اللہ! اگر آج میرا فلاں کام ہو جائے تو کل ہی تیرے لیے روزہ رکھوں گی۔ ایسی نذر میں اگر رات سے روزہ کی نیت کرے تو بھی درست ہے اور اگر رات سے نیت نہ کی تو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے نیت کر لے، تب بھی نذر ادا ہو جائے گی۔

نذر کی دوسری قسم یہ ہے کہ دن تاریخ مقرر کر کے نذر نہیں مانی بلکہ اتنا ہی کہا: یا اللہ! اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو ایک روزہ رکھوں گی، یا کسی کام کا نام نہ لیا ویسے ہی کہہ دیا کہ پانچ روزے رکھوں گی۔ ایسی نذر میں رات سے نیت کرنا ضروری ہے۔

نفلی روزے کا بیان:

سوال: کیا نفلی روزہ رکھتے ہوئے نیت میں نفل کا نام لینا ضروری ہے؟

جواب: نفل روزے کی نیت اگر مقرر کر کے کرے کہ میں نفل کا روزہ رکھتی ہوں تو بھی صحیح ہے اور اگر فقط اتنی نیت کرے کہ میں روزہ رکھتی ہوں، تب بھی درست ہے۔

سوال: اگر دن کے دس بجے تک روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا لیکن ابھی کچھ کھایا پیا نہیں اور دل میں خیال آ گیا کہ روزہ رکھ لیتی ہوں تو کیا یہ روزہ درست ہو جائے گا؟

جواب: دوپہر سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے تک نفل روزہ کی نیت کر لینا درست ہے لیکن اگر ایسی صورت پیش آ گئی جو اوپر سوال میں مذکور ہے، تب بھی روزہ درست ہو جائے گا۔

سوال: کیا سال بھر میں کسی بھی دن نفل روزہ رکھنے کی اجازت ہے؟

جواب: رمضان شریف کے مہینے کے سوا جس دن چاہے نفل روزہ رکھے۔ جتنے زیادہ

روزے رکھے گی اتنا زیادہ ثواب پائے گی۔ البتہ عید الفطر کے دن یعنی شوال کی پہلی تاریخ اور عید الاضحیٰ کے تین دن (یعنی ذوالحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخ) اور عید الاضحیٰ کا چوتھا دن (یعنی تیرہویں ذی الحجہ) کو روزہ رکھنا حرام ہے۔ ان پانچ دنوں کے علاوہ باقی سال بھر میں کسی بھی دن روزہ رکھنا درست ہے۔

سوال: اگر کسی نے ان پانچ دنوں (جن میں روزہ رکھنا حرام ہے) میں روزہ کی نذر مان لی تو کیا کرے؟

جواب: ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ ان کے بدلے میں کسی اور دن رکھ لے۔

سوال: اگر نفل روزہ رکھ کر توڑ دیا تو کیا اس کی قضا واجب ہے؟

جواب: نفل روزہ نیت کر لینے سے واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ اگر یہ نیت کی کہ آج میرا روزہ ہے، پھر روزہ کا وقت شروع ہونے کے بعد توڑ دیا تو اب اس کی قضا رکھے۔

سوال: اگر کسی نے رات کو ارادہ کیا کہ میں کل (صبح) روزہ رکھوں گی لیکن پھر صبح صادق ہونے سے پہلے ارادہ بدل گیا اور روزہ نہیں رکھا تو کیا قضا واجب ہوگی؟

جواب: ایسی صورت میں قضا واجب نہیں ہے۔

سوال: کیا نفل روزہ میں کسی کی اجازت کی بھی ضرورت ہوتی ہے؟

جواب: نفل روزہ میں شوہر کی اجازت ضروری ہے۔ اگر شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھ لیا اور اس نے توڑنے کو کہا تو روزہ توڑ دینا درست ہے، پھر جب وہ کہے تب اس کی قضا رکھے۔

سوال: کیا مہمان یا میزبان کو کسی وجہ سے نفل روزہ توڑنے کی اجازت ہے؟

جواب: ہاں! اگر ایسی صورت پیش آئی کہ کسی کے گھر مہمان گئی یا کسی نے دعوت کر دی تو سوچا کہ کھانا نہ کھانے سے میزبان کا دل برا ہوگا اور دل شکنی ہوگی تو اس کی خاطر نفل روزہ توڑ دینا درست ہے اور اس طرح سے میزبان کو بھی مہمان کی خاطر نفل روزہ توڑ دینا درست ہے۔

سوال: اگر کسی نے عید کے دن نفل روزہ رکھ لیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں روزہ توڑ دے اور اس کی قضا رکھے جو واجب ہے۔

سوال: کیا سال بھر میں کچھ دن ایسے بھی ہیں جن میں نفل روزہ رکھنے کا ثواب دوسرے دنوں کے مقابلے میں زیادہ ہے؟

جواب: جی ہاں! ان روزوں کا ثواب زیادہ ہے:

(۱) محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی اس دن کا روزہ رکھے اس کے گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور دس محرم کے روزہ کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے۔

(۲) بقرعید سے ایک دن قبل ذی الحجہ کی نویں تاریخ (اسے ''یومِ عرفہ'' کہتے ہیں) کو روزہ رکھنے کا بھی بہت ثواب ہے۔ حدیث پاک کے مطابق اس سے گزشتہ ایک سال اور آئندہ ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

(۳) اور اگر ذی الحجہ کے شروع سے نویں تک مسلسل روزہ رکھے تو بہت بہتر ہے۔

(٤) پندرہ شعبان کے روزے کو سنت سمجھنا تو درست نہیں، کیونکہ اس کا ثبوت ضعیف حدیث سے ہے، البتہ دو وجہ سے اس کی فضیلت ہے۔ سنت سمجھے بغیر ان دو فضیلتوں کو حاصل کرنے کے لیے اس دن روزہ رکھ سکتی ہے۔ ایک تو یہ ''ایامِ بیض'' کا روزہ ہے[۱]۔ دوسرے شعبان کے پورے مہینے کے روزے رکھنا باعثِ فضیلت ہے۔

(۵) شوال کے چھ دن نفل روزہ رکھنے کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے۔

(٦) ہر مہینہ کی تیرہویں، چودہویں، پندرہویں کو (تین دن) روزہ رکھ لیا تو یہ ایسا ہے جیسے پورے مہینے روزہ رکھا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ تین روزے رکھا کرتے تھے۔

(۷) ایسے ہی پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ میں سے تھا۔ اگر کوئی رکھے تو اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

۱- ہر مہینے کی تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں کے تین روزوں کو ''ایامِ بیض'' کے روزے کہتے ہیں، یہ مستحب ہیں۔

سحری کھانے اور افطار کرنے کا بیان:

سوال: سحری کھانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سحری کھانا سنت ہے۔ اگر بھوک نہ ہو اور کھانا نہ کھائے تو کم سے کم دو تین چھوہارے ہی کھالے یا کوئی اور چیز تھوڑی سی کھالے اور کچھ نہیں تو پانی ہی پی لے۔ سحری کا ثواب مل جائے گا۔

سوال: اگر کسی نے سحری نہ کھائی اور اُٹھ کر ایک آدھ پان کھالیا تو کیا سحری کھانے کا ثواب مل جائے گا؟

جواب: جی ہاں! سحری کھانے کا ثواب مل جائے گا۔

سوال: سحری جلدی کھالینا بہتر ہے یا دیر کرنا بہتر ہے؟

جواب: سحری میں جہاں تک ہو سکے، دیر کر کے کھانا بہتر ہے، لیکن اتنی دیر بھی نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزے میں شبہ پڑ جائے۔

سوال: اگر رات کو سحری کھانے کے لیے آنکھ نہ کھلی تو روزے کا کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں بغیر سحری کھائے روزہ رکھ لے۔ سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا بہت کم ہمتی اور بڑا گناہ ہے۔

سوال: کسی کی آنکھ دیر سے کھلے اور یہ خیال ہو کہ ابھی رات باقی ہے، اس گمان پر سحری کھالی، پھر معلوم ہو کہ صبح ہو جانے کے بعد سحری کھائی ہے تو اب روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اس روزہ کی قضا بعد میں رکھے، کفارہ واجب نہیں لیکن دن بھر کچھ نہ کھائے پیے اور روزہ داروں کی طرح رہے۔

سوال: اگر کسی نے سورج غروب ہونے کے گمان سے روزہ کھول لیا، پھر سورج نکل آیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ گیا۔ قضا کرلے، کفارہ واجب نہیں اور اب جب

تک سورج غروب نہ ہو، کچھ کھانا پینا درست نہیں۔

سوال: روزہ کھولنے کے لیے کون سی چیز بہتر ہے؟

جواب: کھجور سے روزہ کھولنا بہتر ہے۔ اگر کوئی اور میٹھی چیز ہو تو اس سے کھولے، وہ بھی نہ ہو تو پانی سے افطار کرے۔ کچھ لوگ نمک سے افطار کرتے ہیں اور اسے ثواب سمجھتے ہیں، یہ غلط عقیدہ ہے۔

روزہ توڑنے اور نہ توڑنے والی چیزوں کا بیان

سوال: اگر روزہ دار بھول کر کھاپی لے یا بھولے سے خاوند سے ہم بستر ہو جائے تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: ایسی صورت میں روزہ نہیں ٹوٹتا، اگرچہ بھولے سے پیٹ بھر کر بھی کھاپی لے یا کئی مرتبہ کھاپی لے۔

سوال: اگر کسی نے روزہ دار کو بھول کر کھاتے پیتے دیکھ لیا تو کیا اس کو روزہ یاد دلانا واجب ہے؟

جواب: ایسی صورت میں دیکھا جائے کہ اگر روزہ دار اتنی طاقت رکھتا ہے کہ روزے سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تو روزہ یاد دلانا واجب ہے اور اگر وہ کمزور ہے، روزہ سے اس کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کو یاد دلانا واجب نہیں، کھانے دے۔

سوال: روزہ کی حالت میں سرمہ، تیل لگانا یا خوشبو سونگھنا کیسا ہے؟

جواب: درست ہے، مکروہ بھی نہیں۔ اس سے روزہ میں کچھ نقصان نہیں آتا، اگرچہ تھوک میں یا رینٹھ (ناک کی میل) میں سرمہ کا رنگ دکھائی دے یا تیل کا ذائقہ محسوس ہو۔

سوال: اگر حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا دھواں یا گردوغبار خود بخود چلا گیا تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: ایسی صورت میں روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہاں! اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال: روزہ کی حالت میں کسی چیز کی دھونی لینے یا حقہ پینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی چیز کی دھونی سلگائی، پھر اس کو اپنے پاس رکھ کر سونگھا تو روزہ ٹوٹ گیا، اسی طرح حقہ پینے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ اس دھوئیں کے علاوہ دوسری خوشبوئیں سونگھنا جن میں دھواں نہ ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جیسے: عطر، کیوڑہ، گلاب کا پھول وغیرہ۔

سوال: اگر دانتوں میں گوشت کا ریشہ یا چھالیہ کی ڈلی وغیرہ اٹکی ہوئی تھی، اس کو نگل گئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر منہ سے باہر نہیں نکالا، خود ہی حلق میں چلی گئی تو دیکھا جائے گا: اگر چنے سے کم ہے، تب تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اگر منہ سے باہر نکال لیا تھا، پھر اس کے بعد نگل گئی تو ہر حال میں روزہ ٹوٹ جائے گا، چاہے وہ چیز چنے کے برابر ہو یا اس سے کم، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

سوال: کیا تھوک نگلنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: نہیں! تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: اگر پان کھا کر خوب کلی کر لی اور غرغرہ بھی کر لیا، اس کے باوجود بھی تھوک میں سے سرخی نہیں گئی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس سے کچھ حرج نہیں، روزہ نہیں ٹوٹا۔

سوال: اگر ناک کو اتنے زور سے سڑک لیا کہ رینٹھ حلق میں چلی گئی یا منہ کی رال نگل گئی تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ گیا؟

جواب: دونوں صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹا۔

سوال: اگر سحری کے وقت منہ میں پان رکھ کر سو گئی اور سحری کا وقت ختم ہو جانے کے بعد آنکھ کھلی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں روزہ نہیں ہوا، قضا واجب ہے، البتہ کفارہ واجب نہیں۔

سوال: کلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر روزہ یاد تھا تو ٹوٹ گیا، قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

سوال: اگر خود ہی قے ہوگئی تو روزہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ایسی صورت پیش آگئی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ چاہے تھوڑی سی قے ہوئی ہو یا زیادہ۔ البتہ اگر جان بوجھ کر اپنے اختیار سے قے کی اور وہ منہ بھر کر ہوئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر منہ بھر کر قے نہ ہوئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

وضاحت: منہ بھر قے یہ ہے کہ روکنے سے بھی نہ رُکے۔

سوال: اگر تھوڑی سی قے ہوئی، پھر خود ہی حلق میں لوٹ گئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں روزہ نہیں ٹوٹا، ہاں! اگر جان بوجھ کر واپس حلق میں لوٹا لے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال: کسی نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا وغیرہ، کوئی ایسی چیز کھالی جس کو کھایا نہیں جاتا اور نہ ہی اس کو بطورِ دوا استعمال کیا جاتا ہے تو کیا ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسی صورت میں روزہ تو ٹوٹ جاتا ہے، البتہ قضا لازم آتی ہے، کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

سوال: اور اگر کوئی ایسی چیز کھائی جس کو لوگ عام طور پر کھاتے تو نہیں لیکن بطورِ دوا کے استعمال کی جاتی ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں لازم آتے ہیں۔

سوال: اگر رات کو غسل کی حاجت پیش آئی، مگر غسل نہیں کیا۔ روزہ رکھ کر دن کو غسل کیا تو کیا روزہ ہوگا؟

جواب: جی ہاں! اس صورت میں روزہ ہوگیا بلکہ اگر دن بھر غسل نہ کیا تب بھی روزہ ہوگیا، البتہ غسل میں تاخیر کرنے کا گناہ ملے گا۔

سوال: اگر دن میں سوگئی اور کوئی ایسا خواب دیکھا جس سے غسل کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: نہیں! اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: کیا روزہ کی حالت میں میاں بیوی کا ساتھ لیٹنا، ہاتھ لگانا، بوسہ لینا وغیرہ درست ہے؟

جواب: یہ سب درست ہے، لیکن اگر جوانی کا جوش ہو کہ ان باتوں سے صحبت کرنے کا اندیشہ ہو تو ایسا نہ کرنا چاہیے۔ مکروہ ہے۔

سوال: کسی نے روزہ میں بھاپ لی یا ناک میں اوپر کھینچنے والی کوئی دوا لی یا کان میں تیل ڈالا یا جلاب کے لیے عمل لیا لیکن پینے کی دوا نہیں لی تو کیا اس سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں! ان سب صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے، لیکن صرف قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔

سوال: کیا کان میں پانی ڈالنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جی نہیں! کان میں پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: کیا مرد سے تعلق قائم کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب؛ جی ہاں! مرد سے ہمبستر ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی قضا بھی واجب ہے اور کفارہ بھی۔ جب مرد کے عضو کی سپاری (اگلا حصہ) اندر چلی گئی تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ قضا و کفارہ دونوں واجب ہو جاتے ہیں، چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔

سوال: اگر مرد نے عورت کے پاخانے کے مقام میں اپنا عضو داخل کر دیا اور سپاری (اگلا حصہ) اندر چلی گئی تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب: جی ہاں! اس صورت میں بہت سخت گناہ بھی ہوا اور روزہ بھی مرد و عورت دونوں کا ٹوٹ گیا۔ قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

سوال: روزہ کی حالت میں پیشاب کی جگہ کوئی دوا رکھنا یا تیل وغیرہ کوئی چیز ڈالنا درست ہے؟

جواب: درست نہیں! اگر کسی نے دوا رکھ لی تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ قضا واجب

ہے، کفارہ واجب نہیں ہے۔

سوال: اگر کسی ضرورت سے دائی یا نرس نے پیشاب کی جگہ اُنگلی ڈالی یا خود کسی عورت نے اپنی اُنگلی ڈالی تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اگر ساری اُنگلی ڈال دی تو بھی روزہ ٹوٹ گیا۔ اسی طرح اگر تھوڑی سی اُنگلی ڈالنے کے بعد نکال دی اور پھر ڈال دی تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن کفارہ واجب نہیں اور اگر نکالنے کے بعد پھر نہیں ڈالی تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہاں! البتہ اگر اُنگلی پانی وغیرہ کسی چیز میں بھیگی ہوئی ہو تو پہلی مرتبہ ڈالنے سے ہی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔[1]

سوال: اگر کوئی عورت غافل سو رہی تھی یا بے ہوش پڑی تھی، اس سے کسی نے صحبت کر لی تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن صرف قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔ مرد پر کفارہ بھی واجب ہے۔

سوال: اگر کسی کے منہ سے خون نکلتا ہے اور وہ اس کو تھوک کے ساتھ نگل گئی تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر خون تھوک سے کم ہو اور خون کا ذائقہ حلق میں محسوس نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: کیا روزہ کی حالت میں زبان سے کوئی چیز چکھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن ضرورت کے بغیر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! البتہ اگر کسی کا شوہر بڑا بدمزاج ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ نمک پانی سالن

۱- یہ مسئلہ اور اس سے پچھلا مسئلہ قدیم طبی تحقیق کی بنیاد پر لکھے گئے تھے کہ عورت کے مثانے اور معدے کے درمیان منفذ موجود ہے، لیکن جدید طبی تحقیق کے مطابق مرد کی طرح عورت کے مثانے اور معدہ کے درمیان بھی کوئی منفذ موجود نہیں، اس لیے پیشاب کی جگہ کوئی دوا رکھنے یا تر انگلی داخل کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہونا چاہیے، البتہ بہتر یہ ہے کہ روزے کی حالت میں احتیاط کی جائے۔ ضرورت پڑے تو رات کو دوا رکھی جائے۔

میں درست نہیں ہوا تو ناک میں دم کر دے گا، تو نمک چکھ لینا درست ہے، مکروہ نہیں ہے۔

سوال: روزے کی حالت میں اپنے منہ سے کوئی چیز چبا کر چھوٹے بچے کو کھلانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مکروہ ہے، البتہ اگر اس کی شدید ضرورت پڑ جائے اور مجبوری و ناچاری ہو تو مکروہ نہیں۔

سوال: روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ یا منجن کا استعمال کیسا ہے؟

جواب: مکروہ ہے، اگر اس میں سے کچھ حلق میں چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

سوال: روزہ کی حالت میں مسواک سے دانت صاف کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسواک سے دانت صاف کرنا درست ہے۔ چاہے سوکھی مسواک ہو یا تر و تازہ۔ اگر نیم کی مسواک ہو اور اس کا کڑوا پن منہ میں محسوس ہوتا ہو، تب بھی مکروہ نہیں۔

سوال: کسی نے بھولے سے کچھ کھا لیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن کوئی یہ سمجھے کہ اس سے میرا روزہ ٹوٹ گیا اس وجہ سے جان بوجھ کر اب کچھ کھا پی لیا تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے، تاہم فقط قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔

سوال: یہ بات تو معلوم ہے کہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر کوئی یہ سمجھے کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا پھر قصداً کچھ کھا پی لیا تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے، قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔

سوال: اگر سرمہ لگایا یا تیل وغیرہ ڈالا، پھر سمجھی کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اور جان بوجھ کر کچھ کھا پی لیا تو کیا روزہ ٹوٹ گیا؟

جواب: جی ہاں! ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں۔

سوال: ماہِ رمضان میں اگر کسی کا روزہ کسی وجہ سے ٹوٹ گیا تو اب اس کے لیے کھانا پینا کیسا ہے؟

جواب: ایسی صورت میں دن بھر کچھ کھانا پینا درست نہیں، پورا دن روزے داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

سوال: اگر کسی نے رمضان کے روزہ کی نیت ہی نہیں کی، اس لیے دن کو کھاتی پیتی رہی تو کیا اس پر کفارہ واجب ہے؟

جواب: ایسی صورت میں کفارہ واجب نہیں، کفارہ روزہ رکھنے کے بعد (بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر) توڑ دینے سے واجب ہوتا ہے۔

جن وجوہات سے روزہ توڑ دینا جائز ہے، ان کا بیان:

سوال: کیا کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ جس میں روزہ توڑ دینا جائز ہو؟

جواب: جی ہاں! شریعت نے ہر طرح سے آسانیاں فراہم کی ہیں اور لوگوں کی مجبوریوں کا خیال رکھا ہے، چنانچہ اگر کوئی ایسی بیمار ہوگئی کہ اگر روزہ نہ توڑے گی تو جان جانے کا خطرہ ہے یا بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہے تو روزہ توڑ دینا درست ہے۔ مثلاً ایک دم پیٹ میں ایسا درد اُٹھا کہ بے تاب ہوگئی یا سانپ وغیرہ نے ڈس لیا تو ایسی صورتوں میں دوا پی لینا اور روزہ توڑ دینا جائز ہے۔ اس طرح اگر ایسی بھوک یا پیاس لگی کہ کچھ نہ کھایا پیا تو جان جانے کا اندیشہ ہے تو بھی روزہ توڑ دینا درست ہے۔

سوال: اگر کسی حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آ گئی جس سے اس کی اپنی یا اس کے بچے کی جان جانے کا ڈر ہو تو کیا اس کو بھی روزہ توڑ ڈالنے کی اجازت ہے؟

جواب: جی ہاں! اس صورت میں بھی روزہ توڑ دینے کی اجازت ہے۔

جن وجوہات سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے، ان کا بیان:

سوال: کیا بیماری و مجبوری کی وجہ سے شریعت نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر ایسی بیماری ہو کہ روزہ نقصان دہ ہو اور یہ ڈر ہو کہ اگر روزہ رکھے گی تو بیماری بڑھ جائے گی یا صحت میں تاخیر ہو جائے گی یا جان چلی جائے گی تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، جب تندرست ہو جائے تو اس کی قضا رکھ لے۔

لیکن خود سے ایسا سمجھ لینے سے روزہ چھوڑ دینا درست نہیں بلکہ جب کوئی مسلمان، دیندار ڈاکٹر یا طبیب کہہ دے کہ اس بیماری میں روزہ نقصان دہ ہے تو چھوڑنے کی اجازت ہے۔ اگر حکیم یا ڈاکٹر کافر ہے یا شرع کا پابند نہیں اور اسے روزے کی اہمیت کا احساس نہیں تو اس کی بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور روزہ توڑنے کی اجازت نہ ہوگی۔

سوال: اگر ڈاکٹر نے کچھ نہیں کہا لیکن خود اپنا تجربہ ہے اور کچھ ایسی نشانیاں معلوم ہوئیں کہ جن کی وجہ سے دل یہ کہتا ہے کہ روزے سے نقصان ہوگا تو شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

سوال: اگر خود تجربہ نہیں اور بیماری کے اثرات کا کچھ علم نہیں، بس موہوم سی بات پر روزہ چھوڑ دیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر دین دار ڈاکٹر کے بتائے بغیر اور بغیر ذاتی تجربہ کے محض اپنے خیال سے رمضان المبارک کا روزہ رکھ کر توڑے گی تو کفارہ دینا پڑے گا اور اگر روزہ چھوڑے گی (یعنی شروع سے رکھے گی ہی نہیں) تو گناہ گار ہوگی۔

سوال: اگر بیماری سے تو ٹھیک ہوگئی لیکن کمزوری ہے اور غالب گمان ہے کہ اگر روزہ رکھا تو پھر بیمار پڑ جائے گی، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

سوال: سفر میں روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سفر اگر تین منزل یعنی اڑتالیس میل (تقریباً ۷۸ کلومیٹر) یا اس سے زائد کا ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز اور روزہ رکھنا بہتر ہے۔

سوال: اگر بیماری سے ٹھیک نہیں ہوئی، اسی بیماری میں فوت ہوگئی یا مسافر ہونے کی حالت میں انتقال کر گئی، ابھی تک گھر نہ پہنچی تھی تو جتنے روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے چھوٹ گئے، کیا آخرت میں ان کی پوچھ ہوگی؟

جواب: ایسی صورت میں کوئی پوچھ نہ ہوگی، کیونکہ قضا رکھنے کی مہلت ابھی اس کو نہیں ملی تھی۔

سوال: اگر بیماری سے ٹھیک ہونے کے بعد کچھ دن تک زندہ رہی لیکن قضا نہ رکھی تو

آخرت میں پکڑ ہوگی؟

جواب: اس میں تفصیل ہے۔ اگر بیماری کی وجہ سے مثلاً دس روزے چھوڑے تھے اور پانچ دن تک ٹھیک رہنے کے بعد فوت ہوگئی لیکن قضا روزے نہیں رکھے تو پانچ روزے تو معاف ہیں، باقی پانچ روزوں کی قضا نہ رکھنے پر پکڑ ہوگی اور اگر پورے دس دن تک ٹھیک رہی پھر مرگئی تو پورے دس روزوں کی قضا نہ رکھنے پر پکڑ ہوگی۔

سوال: کیا کوئی اور ایسی صورت ہے کہ وہ پکڑ سے بچ جائے؟

جواب: جی ہاں! اب مرتے وقت اس کے لیے ضروری ہے کہ جتنے روزے اس کے ذمے ہیں اتنے دنوں کا فدیہ اپنے مال میں سے دینے کے لیے وصیت کردے۔

سوال: حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو اگر اپنی جان یا بچے کی جان کا خطرہ ہو تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: ان کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے پھر بعد میں قضا رکھ لیں، لیکن اگر دودھ پلانے والی عورت کا شوہر مالدار ہے، دودھ پلانے کے لیے دائی رکھ سکتا ہے یا بچہ ڈبے کا دودھ پی لیتا ہے تو دودھ پلانے کی وجہ سے ماں کو روزہ چھوڑنا درست نہیں۔

سوال: اگر وہ بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی اور کا دودھ نہ پیتا ہو تو اب کیا حکم ہے؟

جواب: یہ مجبوری ہے۔ ایسی حالت میں ماں کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

سوال: حیض ونفاس والی عورت کے بارے میں روزہ نہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی عورت کو حیض آگیا یا بچہ پیدا ہوا اور نفاس شروع ہوگیا تو حیض اور نفاس کی حالت میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔

سوال: اگر حیض ونفاس والی عورت رات کو پاک ہوگئی تو کیا صبح کا روزہ رکھنا اس پر واجب ہے؟

جواب: جی ہاں! رات کو غسل کرے اور صبح کا روزہ نہ چھوڑے، اور اگر رات کو غسل نہ کیا ہو تب بھی روزہ رکھ لے اور صبح کو غسل کرے۔

سوال: اگر صبح صادق ہونے کے بعد پاک ہوئی تو اب کیا کرے؟

جواب: اگر صبح ہونے کے بعد پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد روزہ کی نیت کرنا درست نہیں، لیکن کچھ کھانے پینے کی بھی اجازت نہیں۔ دن بھر روزہ داروں کی طرح رہے اور بعد میں اس روزہ کی قضا رکھ لے۔

سوال: اگر کوئی دن کو نئی مسلمان ہوئی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ وہ دن بھر کچھ کھائے پیے نہیں، لیکن اس دن کی قضا بھی اس پر واجب نہیں ہے۔

روزہ توڑنے کا کفارہ

سوال: کفارہ رمضان کے روزہ کے ساتھ خاص ہے یا اور روزوں کے توڑنے پر بھی کفارہ لازم آتا ہے؟

جواب: روزہ توڑنے سے کفارہ تب ہی لازم آتا ہے جبکہ رمضان شریف میں روزہ توڑ ڈالے۔ رمضان شریف کے علاوہ اور کسی روزے کے توڑنے میں کفارہ واجب نہیں ہوتا اگرچہ رمضان شریف کی قضا ہی کیوں نہ ہو۔

سوال: رمضان شریف کا روزہ توڑ دینے کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: رمضان شریف کا روزہ توڑ دینے کا کفارہ یہ ہے کہ دو ماہ لگاتار روزے رکھے۔ تھوڑے تھوڑے کر کے روزے رکھنا درست نہیں۔ اگر کسی وجہ سے بیچ میں ایک دو روزے نہیں رکھے تو اب پھر نئے سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے۔

سوال: حیض کی وجہ سے لگاتار روزہ رکھنے کا سلسلہ منقطع ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت پیش آجانے پر وقفہ کرنا درست ہے، حیض کے آجانے کی وجہ سے روزے چھوٹ جانے سے کفارے میں کوئی فرق نہیں آیا، لیکن پاک ہونے کے فوراً بعد لگاتار روزے رکھنے شروع کرے اور ساٹھ روزے پورے کرے۔

سوال: اور اگر نفاس کی وجہ سے درمیان میں روزے چھوٹ گئے تو اب کیا حکم ہے؟

جواب: نفاس کی وجہ سے بیچ میں روزے چھوٹ گئے ہوں تو پورے روزے پھر نئے سرے سے رکھے، ورنہ کفارہ صحیح نہ ہوگا۔

سوال: اگر کسی تکلیف یا بیماری کی وجہ سے کفارہ کے روزوں کے درمیان وقفہ آگیا تو کیا

حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں حکم یہ ہے کہ تندرست ہونے کے بعد نئے سرے سے پورے روزے لگاتار رکھے۔

سوال: اگر کفارے کے روزے رکھتے رکھتے درمیان میں رمضان المبارک آ گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں بھی کفارہ صحیح نہیں ہوا۔ رمضان المبارک کے بعد پھر سے لگاتار روزے رکھے۔

سوال: اگر کسی میں روزہ رکھنے کی طاقت بالکل نہ ہوتو وہ کفارہ کس طرح ادا کرے؟

جواب: اگر کسی میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہوتو ساٹھ مسکینوں کو صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ اتنا کہ خوب پیٹ بھر کر کھالیں کہ بالکل بھوک نہ رہے۔

سوال: ان غریبوں میں اگر کچھ چھوٹے بچے ہوں تو کوئی حرج تو نہیں؟

جواب: ایسی صورت میں ان بچوں کے بدلے بالغ غریب افراد کو پھر سے کھلا دے، بچوں کو کھلانے سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔

سوال: صرف روٹی کھلا دے یا سالن بھی ضروری ہے؟

جواب: اگر گندم کی روٹی ہوتو بغیر سالن کے روکھی کھلا دینا بھی درست ہے، کفارہ ادا ہو جائے گا اور اگر جو، باجرہ، جوار وغیرہ کی روٹی ہوتو ان کے ساتھ کچھ دال، گوشت وغیرہ بطور سالن کے بھی دے۔

سوال: اگر کھانا نہ کھلائے بلکہ راشن دے دے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ساٹھ مسکینوں کو راشن دے دینا بھی جائز ہے۔ ہر ایک مسکین کو اتنا دے، جتنا صدقۂ فطر دیا جاتا ہے۔

سوال: اگر راشن بھی نہ دے بلکہ قیمت دے دے تو کیا حکم ہے؟

جواب: صدقۃ الفطر جتنی قیمت دے دینا بھی جائز ہے۔

سوال: اگر کسی اور سے کہہ دیا جائے کہ تم میری طرف سے کفارہ ادا کردو تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

جواب: اگر کسی سے کہہ دیا اور پھر اس نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا یا اناج دیا یا قیمت دے دی تو درست ہے، کفارہ ادا ہو جائے گا اور اگر کہے بغیر کسی نے اس کی طرف سے دیا تو درست نہ ہوگا۔

سوال: اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن تک صبح وشام کھانا کھلایا یا ساٹھ دن تک راشن دے دیا یا قیمت دیتی رہی تو کیا کفارہ ادا ہو جائے گا؟

جواب: جی ہاں! ادا ہو جائے گا۔

سوال: اگر ساٹھ دن تک لگا تار نہیں کھلایا، درمیان میں ناغہ ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: بیچ میں کچھ دن ناغے ہو جانے سے کوئی حرج نہیں، یہ بھی درست ہے۔

سوال: اور اگر ساٹھ دن کا حساب کر کے ایک ہی غریب کو دے دیا تو کیا کفارہ صحیح ہو جائے گا؟

جواب: ایسی صورت میں کفارہ درست نہ ہوگا، قیمت دینے کا بھی حکم یہی ہے کہ ایک مسکین کو ایک ہی دن کی قیمت دے۔ ایک مسکین کو ایک روزے کے کفارے سے زیادہ دینا درست نہیں۔

سوال: اگر کسی غریب کو صدقۂ فطر کی مقدار سے کم دے دیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں کفارہ درست نہیں ہوا۔

سوال: اگر ایک رمضان المبارک میں دو یا تین یا اس سے زائد روزے توڑ ڈالے تو کیا سب کا کفارہ علیحدہ علیحدہ دینا ہوگا؟

جواب: ایسی صورت میں ایک ہی کفارہ واجب ہے۔ البتہ اگر رمضان المبارک مختلف ہوں، مثلاً ایک روزہ ایک رمضان المبارک کا اور دوسرا روزہ دوسرے رمضان المبارک کا ہو

تو الگ الگ کفارہ دینا ہوگا۔

فدیہ کا بیان:

سوال: فدیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو اتنی بوڑھی ہوگئی ہو کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی یا اتنی بیمار ہے کہ اب تندرست ہونے کی اُمید نہیں رہی اور نہ ہی روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو صدقہ فطر کے برابر غلہ یا اس کی قیمت دے دے یا صبح وشام پیٹ بھر کے اس کو کھانا کھلا دے۔ شریعت میں اس کو "فدیہ" کہتے ہیں۔

سوال: فدیہ کا غلہ یا اس کی قیمت تھوڑی تھوڑی کر کے کئی غریبوں میں بانٹنا کیسا ہے؟

جواب: یہ بھی درست ہے۔

سوال: پھر اگر کبھی اللہ تبارک وتعالی نے تندرست کردیا اور روزہ رکھنے کی طاقت آگئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں سب روزوں کی قضا رکھے اور روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے جو فدیہ دیا تھا اس کا ثواب الگ ملے گا۔

سوال: کسی کے ذمہ کئی روزے قضا تھے اور مرتے وقت فدیہ دینے کی وصیت کرگئی تو کتنے مال میں سے فدیہ دیا جا سکتا ہے؟

جواب: اس کے ولی کو چاہیے کہ اس کے مال میں سے کفن دفن اور قرض ادا کر کے جتنا مال بچے، اس کی ایک تہائی میں سے اس کا فدیہ ادا کرے۔ اگر سارا فدیہ ادا ہو جائے تو ٹھیک، ورنہ جتنا ہو دے دے، باقی کوئی وارث اپنی خوشی سے ادا کرنا چاہے تو کرلے۔

سوال: اگر کسی نے فدیہ دینے کی وصیت تو نہیں کی لیکن اس کے ذمہ روزہ، نماز، وغیرہ قضا ہیں تو کوئی ولی فدیہ دے سکتا ہے؟

جواب: اگر وصیت نہیں کی مگر ولی نے اپنے مال سے فدیہ دے دیا تو خدا سے اُمید رکھے کہ شاید قبول کرلے اور گرفت نہ کرے، لیکن بغیر وصیت کے خود مردے کے مال میں سے فدیہ دینا جائز نہیں ہے۔ ہاں! البتہ اگر سب وارث خوشی سے رضامند ہو جائیں اور

مردے کے مال میں سے ادا کردیں تو اس طرح سے فدیہ ادا کیا جا سکتا ہے، لیکن شرط ہے کہ وارث بالغ ہوں، نابالغ وارث کی اجازت کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

سوال: ایک روزہ کا فدیہ تو معلوم ہو گیا کہ صدقۃ الفطر کے برابر ہے۔ نماز کا فدیہ کتنا ادا کیا جائے گا؟

جواب: ہر نماز کا فدیہ ایک روزہ کے فدیہ کے برابر ہے۔ اسی حساب سے دن رات کے پانچ فرض اور ایک وتر، کُل چھ نمازوں کا فدیہ ادا کرنا ہوگا۔

سوال: اگر کسی کے ذمہ زکوۃ ادا کرنا واجب تھا، لیکن اس نے نہ خود ادا کی اور نہ ہی وصیت کی تو کیا بغیر وصیت کیے اس کے مال میں سے زکوۃ ادا کی جا سکتی ہے؟

جواب: وصیت کرنے کی صورت میں تو اس کے مال میں سے زکوۃ ادا کرنا وارثوں پر واجب ہے، لیکن بغیر وصیت کے وارثوں نے اپنی خوشی سے بھی دے دی تب بھی زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

سوال: اگر میت کا ولی میت کی طرف سے قضا روزہ رکھ لے یا قضا نماز پڑھ لے تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: یہ درست نہیں، میت کے ذمہ سے یہ فرائض ساقط نہ ہوں گے۔

اعتکاف کا بیان

سوال: اعتکاف کسے کہتے ہیں؟

جواب: رمضان المبارک کی بیسویں تاریخ کو غروب آفتاب سے لے کر رمضان المبارک کی انتیس یا تیس تاریخ یعنی جس دن عید کا چاند نظر آ جائے، اس تاریخ کو غروب تک عورتوں کے لیے اپنے گھر (اور مردوں کے لیے اپنی مسجد جس میں پانچوں وقت کی نماز ہوتی ہو) میں جہاں نماز پڑھنے کے لیے جگہ مقرر کر رکھی ہے، اس جگہ پر جم کر پابندی سے بیٹھنے اور بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کو "اعتکاف" کہتے ہیں۔ بیس رمضان المبارک کو غروب سے چند منٹ پہلے اعتکاف میں بیٹھ جانا چاہیے۔

سوال: کیا اعتکاف گاہ سے نکلنا بالکل جائز نہیں؟

جواب: اعتکاف شروع کرنے کے بعد فقط پیشاب وغیرہ طبعی ضروریات کے لیے اُٹھنا درست ہے اور اگر کوئی کھانا پانی دینے والا نہ ہو تو کھانے کے لیے بھی اُٹھنا درست ہے۔

سوال: اگر عورت کو دوران اعتکاف حیض یا نفاس کا عذر پیش آ جائے تو کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت پیش آ جانے پر اعتکاف چھوڑ دے۔ ایسی حالت میں اعتکاف کرنا درست نہیں۔ اس کے علاوہ اعتکاف کی حالت میں مرد سے تعلق کرنا، لپٹنا، چمٹنا بھی درست نہیں۔

سوال: جو اعتکاف شرعی عذر کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے تو کیا اس کی قضا بھی کرنا ہوگی؟

جواب: جی ہاں! پاک ہو جانے کے بعد خاص اس دن [1] کے اعتکاف کی قضا ضروری

۱۔ یعنی جس دن کا اعتکاف چھوڑا گیا، صرف اس دن کی۔ پورے دس دن کی یا جو دن باقی ہیں، ان سب کی قضا ضروری نہیں۔

ہے پھر اگر رمضان ہی میں قضا کرے تو رمضان کا روزہ کافی ہے اور اگر رمضان کے بعد قضا کی تو اس دن کا روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا۔

حج کا بیان

سوال: حج کے کچھ فضائل بیان کیجیے؟

جواب: قرآن وحدیث میں حج کی بہت فضیلت آئی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو حج گناہوں اور خرابیوں سے پاک ہو، اس کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔'' اسی طرح عمرہ پر بھی بڑے ثواب کا وعدہ آیا ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حج اور عمرہ دونوں گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔''

جس پر حج فرض ہو اور پھر بھی وہ حج نہ کرے تو اس کے لیے بڑی وعید آئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس کھانے پینے اور سواری کا ایسا انتظام ہو جس سے وہ بیت اللہ شریف تک جا سکے اور پھر بھی وہ حج نہ کرے تو وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے، اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ پروا نہیں ہے۔'' اور یہ بھی فرمایا: ''حج نہ کرنا اسلام کا طریقہ نہیں ہے۔''

سوال: حج کس پر فرض ہے اور زندگی بھر میں کتنے حج فرض ہیں؟

جواب: جس عورت کے پاس ضروریات سے زائد اپنا اور محرم کا[1] اتنا خرچہ ہو کہ حج کے لیے آنے جانے اور کھانے پینے کا خرچہ نکل سکتا ہو تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے اور پوری زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے۔

۱۔ گویا عورت پر اسی وقت حج فرض ہوتا ہے جب اس کے پاس دو آدمیوں کے حج کا خرچہ موجود ہو۔ ایک اپنا اور ایک اپنے محرم کا، لہٰذا اگر محرم کے پاس حج کا خرچ نہیں اور عورت کے پاس صرف اپنا خرچہ ہے تو اس پر حج فرض ہی نہیں۔

سوال: اگر بالغ ہونے سے پہلے کرلیا تو کیا بلوغت کے بعد وہی حج کافی ہے یا دوبارہ کرنا ہوگا۔

جواب: بلوغت سے پہلے حج کرنے سے فرض ادا نہیں ہوتا۔ اگر بالغ ہونے کے بعد استطاعت ہوئی تو دوبارہ حج کرنا فرض ہے۔

سوال: کیا نابینا پر حج فرض ہے؟

جواب: نہیں! نابینا پر حج فرض نہیں ہے، چاہے جتنا بھی مالدار ہو۔

سوال: کسی پر حج فرض ہوگیا تو فوراً اسی سال حج کرنا فرض ہے یا یہ کہ زندگی میں جب بھی موقع آئے، کرلے؟

جواب: فوراً اسی سال حج کرنا فرض ہے۔ کسی معقول عذر کے بغیر دیر کرنا اور یہ سوچنا کہ ابھی کافی عمر پڑی ہے، پھر کسی سال کرلیں گے، درست نہیں ہے۔ پھر اگر دو چار سال میں کرلیا تو فرض تو ادا ہو جائے گا لیکن تاخیر کا گناہ ہوگا۔

سوال: کیا حج پر جانے کے لیے عورت کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر مکہ مکرمہ سے اتنی دور رہتی ہے کہ اس کے گھر سے مکہ مکرمہ ۴۸ میل (تقریباً ۷۸ کلومیٹر) سے زیادہ دور ہے تو حج پر جانے کے لیے اس کے ساتھ محرم ہونا ضروری ہے۔ محرم کے بغیر حج پر جانا درست نہیں۔

سوال: محرم کا خرچہ کون دے گا؟

جواب: جو عورت اس کو اپنے ساتھ لے کر جائے، اس کے ذمہ محرم کا سب خرچہ کرایہ وغیرہ لازم ہے[1]۔ ہاں! اگر وہ نہ لے تو الگ بات ہے۔

سوال: احرام کی حالت میں کیا عورت کو پردہ کرنا ضروری ہے؟

جواب: عورت کے لیے ہر حالت میں پردہ کرنا ضروری ہے۔ احرام کی حالت میں اور

۱- پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اگر محرم کا خرچہ نہ ہو تو عورت پر حج فرض ہی نہیں ہوتا۔

زیادہ اہتمام کرے، البتہ احرام کی حالت میں چہرہ ڈھانکتے ہوئے چہرے سے نقاب کا چھونا منع ہے، لہذا کوئی ایسی صورت اختیار کرے کہ چہرے پر کپڑا نہ لگے۔ آج کل اس کے لیے ایک چھجہ والی ٹوپی ملتی ہے، وہ استعمال کرے۔

قربانی کا بیان

سوال: قربانی کے کچھ فضائل بیان کیجیے؟

جواب: قربانی کا بڑا ثواب ہے۔ حدیث شریف میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ذی الحجہ کی دسویں تاریخ (یعنی عیدالاضحیٰ کے دن) آدم کے بیٹے کا کوئی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں، اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ (زندہ ہوکر) آئے گا۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے، پس اے خدا کے بندو! دل کی پوری خوشی سے قربانیاں کیا کرو۔''

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! ان قربانیوں کی کیا حقیقت (اور کیا تاریخ) ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تمہارے (روحانی اور نسلی) مورث حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے (یعنی سب سے پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا حکم دیا گیا اور وہ قربانی کیا کرتے تھے۔ ان کی اس سنت اور قربانی کے اس عمل کی پیروی کا حکم مجھ کو اور میری امت کو بھی دیا گیا ہے) ان صحابہ نے عرض کیا: پھر ہمارے لیے یا رسول اللہ ان قربانیوں میں کیا اجر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔'' انہوں نے عرض کیا: ''تو کیا اون کا بھی یارسول اللہ یہی حساب ہے؟'' (اس سوال کا مطلب تھا کہ بھیڑ، دنبہ، مینڈھا، اونٹ جیسے جانور جن کی

کھال پر گائے، بیل یا بکری کی طرح کے بال نہیں ہوتے، بلکہ اون ہوتا ہے، اور یقیناً ان میں سے ایک ایک جانور کی کھال پر لاکھوں یا کروڑوں اون ہوتے ہیں تو کیا ان اون والے جانوروں کی قربانی کا ثواب بھی ہر بال کے بدلے ایک نیکی کے حساب سے ملے گا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! یعنی اون والے جانور کی قربانی کا اجر بھی اسی شرح اور اسی حساب سے ملے گا کہ اس کے بھی ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔''

سوال: قربانی کن لوگوں پر واجب ہے؟

جواب: جس مسلمان کے پاس صدقۂ فطر والا نصاب ہو، چاہے اس پر سال گزرا ہو یا نہ گزرا ہو، اس پر قربانی واجب ہے۔

سوال: صدقۂ فطر کا نصاب کتنا ہے؟

جواب: پہلے بتایا جاچکا ہے کہ پانچ چیزوں میں سے کچھ یا سب کا مجموعہ اگر ساڑھے باون تولہ چاندی (613 گرام) کے برابر ہو تو صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں: سونا، چاندی، نقدی، مالِ تجارت (یعنی فروخت کے لیے رکھی ہوئی چیزیں) اور ضرورت سے زائد تمام سامان۔

سوال: اگر کسی کے پاس اتنا مال نہ ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہے، پھر بھی وہ نفلی قربانی کرلے تو کیسا ہے؟

جواب: یہ بڑے ثواب کی بات ہے۔

سوال: کتنے دن تک قربانی کرنا درست ہے؟

جواب: تین دن تک۔ دس ذوالحجہ یعنی بقرعید کے دن عید کی نماز پڑھنے کے بعد سے لے کر بارہویں ذی الحجہ کو سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے تک قربانی کرنا درست ہے۔ ان اوقات میں جب جی چاہے قربانی کرے۔ چاہے دن میں کرے چاہے رات میں۔

سوال: اگر کسی پر قربانی واجب نہیں، لیکن ذوالحجہ کی بارہویں تاریخ کے سورج غروب

سے پہلے پہلے کہیں سے پیسہ مل گیا اور وہ پیسہ نصاب کے جتنا ہے تو کیا اس پر قربانی واجب ہو جائے گی؟

جواب: جی ہاں! ایسی صورت میں قربانی واجب ہو جائے گی۔

سوال: قربانی کے جانور کو خود ذبح کرنا بہتر ہے یا کسی اور سے کروانا چاہیے؟

جواب: اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ آتا ہو تو کسی اور سے کروا لینا بھی درست ہے اور ذبح کے وقت وہاں جانور کے سامنے کھڑی ہو جانا بہتر ہے اور اگر ایسی جگہ ہے کہ پردہ کی وجہ سے سامنے کھڑی نہ ہو سکتی ہو تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: کیا قربانی کرتے وقت زبان سے نیت کرنا ضروری ہے؟

جواب: زبان سے نیت پڑھنا اور دُعا پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ اگر دل میں سوچ لیا کہ میں قربانی کرتی ہوں اور زبان سے کچھ نہ پڑھا۔ صرف بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کر دیا تو بھی قربانی صحیح ہو گی، لیکن اگر یاد ہو تو دُعا پڑھ لیں۔

سوال: کون سی دُعا پڑھیں؟

جواب: ''اِنَّ صَلاتِیْ، وَنُسُکِیْ، وَمَحْیَایَ، وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.''

سوال: اگر نابالغ اولاد کا اپنا مال نصاب جتنا ہو تو کیا اس کا ولی اس کے پیسوں میں سے اس کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے؟ کیا ایسا کرنا ولی پر واجب ہو گا؟

جواب: اس صورت میں قربانی واجب نہیں ہے۔ اگر کرنا چاہتا ہے تو اپنے پیسوں میں سے کر لے۔ بچے کے پیسوں میں سے نہ کرے۔

سوال: قربانی کس کس کی طرف سے کرنا واجب ہے؟

جواب: قربانی صرف اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔

سوال: کس جانور کی قربانی کرنا درست ہے؟

جواب: بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی کی قربانی کرنا درست ہے۔[۱]

سوال: گائے اور بھینس میں کتنے حصے ہوتے ہیں؟

جواب: ان دونوں جانوروں میں سات حصے ہوتے ہیں، یعنی اگر سات آدمی شریک ہوکر قربانی کریں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی کرنے یا عقیقہ کرنے کی ہو، صرف گوشت کھانے کی نہ ہو، اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔

سوال: اونٹ میں کتنے آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟

جواب: گائے، بھینس کی طرح اونٹ میں بھی سات حصے ہوتے ہیں، یعنی سات آدمی اونٹ میں شریک ہو سکتے ہیں۔

سوال: کتنے سال کے جانوروں کی قربانی درست ہے؟

جواب: بکری یا بکرا سال بھر سے کم کا درست نہیں ہے اور گائے بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں اور اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں ہے۔

سوال: اگر دنبہ یا بھیڑ سال بھر کا تو نہ ہو لیکن اتنا موٹا تازہ اور بڑا دکھائی دیتا ہو کہ اگر اسے سال بھر کے دنبوں اور بھیڑوں میں چھوڑ دیا جائے تو فرق معلوم نہ ہو سکے تو کیا ایسے دنبے یا بھیڑ کی قربانی درست ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسے دنبے یا بھیڑ کی قربانی درست ہے۔[۲] اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا

۱- یعنی یہ جانور چاہے نر ہوں یا مادہ، ان کی قربانی درست ہے۔

۲- واضح رہے کہ یہ حکم دنبے اور بھیڑ کا ہے، بکرے کا نہیں۔ بکرے کو بہر حال سال بھر کا ہونا چاہیے۔ دنبے اور بکرے میں فرق یہ ہے کہ اس قسم کا دنبہ سال سے پہلے بھی نسل کشی کے قابل ہو جاتا ہے جبکہ بکرا سال سے پہلے اس قابل نہیں ہوتا۔

ہونا چاہیے۔

سوال: جانوروں کے کون کون سے عیب ہیں جن کی وجہ سے قربانی نہیں ہوتی ؟

جواب: جو جانور اندھا ہو یا کانا ہو، ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ ختم ہو چکی ہو، یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو، یا اتنا لنگڑا جانور ہے کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہے، چوتھا پاؤں اس سے رکھا ہی نہیں جاتا یا چوتھا پاؤں رکھتا تو ہے لیکن اس سے چل نہیں سکتا، اسی طرح جانور اتنا دبلا ہو یا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں گودا بالکل نہ رہا ہو، اسی طرح جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا وہ جانور جس کے پیدائش ہی سے کان نہ ہوں، ان سب جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔

سوال: جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں یا سینگ تو ہیں لیکن ٹوٹ گئے تو کیا ایسے جانور کی قربانی درست ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسے جانور کی قربانی درست ہے۔ ہاں! البتہ اگر سینگ جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو پھر قربانی درست نہ ہوگی۔

سوال: اگر جانور قربانی کے لیے خرید لیا، خریدنے کے بعد کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس سے قربانی درست نہیں تو اب کیا کرے؟

جواب: اس صورت میں اس جانور کے بدلے دوسرا خرید لے اور قربانی کر لے اور اگر ایسا شخص ہے کہ اس پر قربانی واجب نہیں، ویسے ہی ثواب کے لیے کر رہا تھا تو اسی جانور کی قربانی کر دے۔

سوال: قربانی کا گوشت کس طرح تقسیم کرے؟

جواب: قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب کو دے اور فقیروں محتاجوں کو خیرات کرے۔ خیرات میں تہائی حصہ گوشت دینا مستحب ہے۔ اس سے کمی نہ کرے۔

سوال: اگر کسی نے تھوڑا سا گوشت ہی خیرات کیا تو کیا گناہ ہوگا؟

جواب: ایسی صورت میں گناہ تو نہیں لیکن یہ بہتر طریقہ بھی نہیں۔

سوال: قربانی کی کھال کا کیا کرے؟

جواب: قربانی کی کھال کو اگر بیچا نہ جائے تو خود بھی استعمال کر سکتی ہے۔ مثلاً: جائے نماز یا بچھونا بنالے اور کسی مالدار کو بھی بطورِ ہبہ (تحفہ) دے سکتی ہے۔ اگر کھال بیچ دی گئی تو اس کی قیمت انہی لوگوں کو صدقہ میں دینی ضروری ہوگی جو مستحق زکوۃ ہوتے ہیں۔

سوال: قربانی کی کھال کس کو دینا بہتر ہے؟

جواب: دو طرح کے لوگوں کو دینا افضل ہے:

(۱) اپنے غریب رشتہ داروں کو۔ اس میں دو ثواب ہیں: صلہ رحمی اور صدقہ۔ اگر قیمت دے تو ان کو بتانا ضروری نہیں کہ یہ کھال کی رقم ہے لیکن ان کا مستحق زکوۃ ہونا ضروری ہے۔

(۲) دینی مدارس کے طلبہ اور مجاہدین ان کو دینے میں بھی دُہرا ثواب ہے: دین کی خدمت بھی ہے اور صدقہ بھی۔

سوال: اگر کسی پہ قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے تینوں دن گزر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی تو اب کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت (یا بڑے جانور کے ایک حصے کی قیمت) صدقہ کر دے اور اگر بکری خریدی تھی تو وہی بکری صدقہ کر دے۔

سوال: اگر کسی نے قربانی کرنے کی منت مانی پھر وہ کام ہو گیا جس کے واسطے منت مانی تھی تو اب قربانی واجب ہے؟

جواب: جی ہاں! اس صورت میں قربانی واجب ہے۔ چاہے مالدار ہو یا نہ ہو۔ اور منت کی قربانی کا گوشت غریبوں کو صدقہ میں دے، نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔ جتنا خود کھایا یا امیروں کو دے دیا، اتنا دوبارہ سے خیرات کرنا پڑے گا۔

سوال: اگر کوئی مردہ وصیت کر گیا ہو کہ میرے ترکہ میں سے میری طرف سے قربانی کر دینا اور اس کی وصیت کے مطابق اسی کے مال سے قربانی کی گئی تو کیا اس گوشت کو خود

کھانا درست ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں پورے گوشت کا صدقہ کرنا واجب ہے، خود نہیں لے سکتی نہ رشتہ داروں کو دے سکتی ہے۔

سوال: اگر کسی شخص کی طرف سے اس کے کہے بغیر قربانی کر دی گئی تو کیا اس کی طرف سے قربانی صحیح ہو جائے گی؟

جواب: نہیں! صحیح نہ ہوگی۔

سوال: اگر کسی بڑے جانور میں کسی کا حصہ اس کے کہے بغیر رکھ دیا گیا تو باقی حصہ داروں کی قربانی پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟

جواب: جب اس کی صحیح نہیں تو کسی ایک کی قربانی صحیح نہ ہونے سے بقیہ حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہ ہوگی۔ اطلاع دینا یا پوچھ لینا ضروری ہے۔

سوال: کیا قربانی کا گوشت کافروں کو دینا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! جائز ہے۔

عقیقہ کا بیان

سوال: عقیقہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن اگر لڑکا ہو تو دو بکرے اور اگر لڑکی ہو تو ایک بکرا ذبح کرنا، اس کو ''عقیقہ'' کہتے ہیں۔ عقیقہ ایک قسم کا صدقہ ہے۔ عقیقہ کر دینے سے الاؤں بلاؤں اور دکھ تکلیف سے بچہ کی حفاظت ہو جاتی ہے۔

سوال: عقیقہ کس دن مستحب ہے؟

جواب: مستحب یہ ہے کہ ساتویں روز (یعنی جس دن بچہ پیدا ہوا ہے اگلے ہفتے اسی دن) عقیقہ کیا جائے۔ اسی روز بال مونڈے جائیں۔ اسی روز بکرا ذبح کیا جائے۔[1] اسی روز بچے کا نام رکھا جائے۔ اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو چودھویں یا اکیسویں دن عقیقہ کرے۔ اس کے بعد بالغ ہونے سے پہلے پہلے کیا جا سکتا ہے۔ بالغ ہونے کے بعد عقیقہ کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔ کوئی دوسرا اس کی طرف سے عقیقہ نہیں کر سکتا۔ ہاں! اگر خود اپنی طرف سے اپنا عقیقہ کرنا چاہے تو اس کی گنجائش ہے۔[2]

سوال: بعض لوگ لڑکے کے عقیقہ کے لیے دو بکریاں ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟

جواب: لڑکا ہو یا لڑکی، بہر حال ایک بکری کافی ہے۔ البتہ لڑکے کے لیے دو جانور بہتر ہیں۔[3]

سوال: عقیقہ کا گوشت ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: عقیقہ کے گوشت کا حکم قربانی کے گوشت کی طرح ہے۔ جیسے قربانی کا گوشت

۱- اعلاء السنن: ۱۱۸/۱۷، فتاوی دار العلوم دیوبند: ۶۸۲

۲- کشف الباری، کتاب النفقات: ۲۰۳، بحوالہ شرح المہذب: ۸/ ۴۳۲

۳- احسن الفتاوی: ۵۳۵/۷

سب گھر والے اور رشتہ دار کھا سکتے ہیں، اسی طرح عقیقہ کا گوشت بھی سب رشتہ دار کھا سکتے ہیں۔ ماں باپ، دادا دادی وغیرہ سب کے لیے اس کا کھانا جائز ہے۔

سوال: عقیقے کے جانور کا گوشت بناتے وقت ہڈیاں توڑنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ عوام نے جو یہ مشہور کر دیا ہے کہ اس کی ہڈیاں توڑنا گناہ اور ناجائز ہے، درست نہیں۔

سوال: یہ جو مشہور ہے کہ عقیقہ کے جانور کا سر بال مونڈنے والے کو اور ایک ران دائی کو دیتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟

جواب: عوام کی گھڑی ہوئی رسم ہے۔ شریعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

سوال: بچپن میں یا زندگی میں عقیقہ نہ ہو سکا تو کیا بالغ ہونے یا انتقال کے بعد عقیقہ کرنا درست ہے؟

جواب: بالغ ہونے کے بعد درست ہے۔ انتقال کے بعد عقیقہ نہیں، کیونکہ عقیقہ بلائیں مصیبتیں دور کرنے کے لیے ہوتا ہے۔(۱)

سوال: قربانی کے بڑے جانور میں ایک حصہ عقیقے کا رکھ سکتے ہیں؟

جواب: ہاں! رکھ سکتے ہیں۔ شریعت میں اس کی اجازت ہے۔

۱- احسن الفتاویٰ: ۵۳۶/۷

قسم کھانے کا بیان

سوال: کن چیزوں سے قسم ہو جاتی ہے؟

جواب: چار چیزوں سے قسم ہو جاتی ہے:

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کی قسم، قرآن کریم کی قسم، کلام اللہ کی قسم کھانے سے قسم ہو جاتی ہے۔

(۲) یوں کہا: میں نے اللہ کے لیے منت مانی ہے کہ یہ کام کروں گی تو بھی قسم ہو جاتی ہے۔

(۳) یوں کہا کہ فلاں کام کروں تو بے ایمان ہو کر مروں، مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو یا کہا کہ فلاں فلاں کام کروں تو میں مسلمان نہیں تو اس سے بھی قسم ہو جاتی ہے۔

(٤) کسی سے کہا: ''تیرے گھر کا کھانا مجھ پر حرام ہے'' تو کھانا تو حرام نہ ہوگا لیکن کسی حلال چیز کو حرام کرنے سے قسم ہو جائے گی۔

سوال: کن چیزوں سے قسم نہیں ہوتی؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی، جیسے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم، کعبہ کی قسم، اپنی جان کی قسم، اپنی جوانی کی قسم، اپنے ہاتھ پیروں کی قسم، اپنے بچوں کی قسم، تمہارے سر کی قسم، تمہاری قسم وغیرہ...... لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا بڑا گناہ ہے۔ حدیث پاک میں اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی سے منت ماننا، مثلاً: یوں کہنا: اے بڑے پیر! اگر میرا یہ کام ہو جائے تو میں تمہاری یہ بات کروں گی، تمہارے لیے ایسا کروں گی...... حرام اور شرک ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔

اسی طرح کسی دوسرے کی قسم دینے سے بھی قسم نہیں ہوتی مثلاً: یوں کہے: تمہیں فلاں کی قسم! یوں مت کرنا، وغیرہ وغیرہ۔

(معلّمہ مزید وضاحت کے لیے بہشتی زیور دیکھ کر طالبات کو مسائل سمجھائیں)

قسم کے کفارے کا بیان

سوال: اگر کسی نے قسم توڑ ڈالی تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس غریبوں کو دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کے کھلائے، یا ہر غریب کو احتیاطاً پورے دو سیر گیہوں یا اس کی قیمت دے دے۔[1] یا دس فقیروں کو کپڑا دے دے۔ بیک وقت بھی دے سکتی ہے اور تھوڑا تھوڑا کر کے بھی دے سکتی ہے۔

اگر ایسی غریب ہے کہ نہ کھانا کھلا سکتی ہے اور نہ ہی کپڑا دے سکتی ہے تو تین روزے رکھے۔

۱- آسان صورت یہ ہے کہ دس صدقۂ فطر کے برابر رقم دس غریبوں کو دے دے۔

مَنَّت (نذر) ماننے کا بیان

سوال: کن کن چیزوں سے منت ہو جاتی ہے اور کن چیزوں سے نہیں ہوتی؟

جواب: کسی کام کے ہونے نہ ہونے پر عبادت کی منت (نذر) مانی، بشرطیکہ وہ عبادت ایسی ہو کہ جس کا کرنا کسی نہ کسی وقت فرض یا واجب ہوتا ہے، پھر وہ کام پورا ہو جائے تو اب منت کا پورا کرنا واجب ہے۔ اگر منت پوری نہ کرے گی تو بہت گناہ ہوگا، لیکن اگر کوئی واہیات منت مانی جو شریعت میں معتبر نہیں تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔

سوال: کچھ ایسی مثالیں بیان کیجیے جن سے منت ہو جاتی ہے؟

جواب: کسی نے کہا: یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو پانچ روزے رکھوں گی تو جب کام ہو جائے گا تو پانچ روزے رکھنا واجب ہوں گے۔ اسی طرح کسی نے کہا: میری کھوئی ہوئی چیز مل جائے تو آٹھ رکعت نماز پڑھوں گی تو اس چیز کے ملنے کے بعد آٹھ رکعت پڑھنا واجب ہوگا۔ یا یوں منت مانی کہ بچی کا رشتہ ہو جائے تو اتنے روپے صدقہ کروں گی تو جب کام ہو جائے تو جتنا کہا ہے اتنا صدقہ کرنا واجب ہے۔ اگر کہا کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گی تو دل میں جتنے وقت کھانا کھلانے کا ارادہ کیا اتنے وقت دس مسکینوں کو کھانا کھلانا واجب ہوگا۔

(معلمہ مزید مثالیں سمجھانے کے لیے بہشتی زیور کا مطالعہ کریں)

سوال: کچھ ایسی مثالیں بیان کیجیے کہ جن سے منت نہیں ہوتی؟

جواب: کسی نے کہا: ہزار مرتبہ سبحان اللہ پڑھوں گی یا ہزار مرتبہ لاحول پڑھوں گی تو منت نہیں ہوتی اور پڑھنا واجب نہیں۔ (١)

١- اس لیے کہ یہ ایسی عبادتیں ہیں جو شریعت میں کسی وقت واجب نہیں اور اوپر بتایا جا چکا ہے کہ جو عبادت کسی وقت بھی شریعت میں واجب نہ ہو اس کی منت ماننے سے منت منعقد نہیں ہوتی۔

سوال: کچھ ایسی منتیں بتایئے جو شرعاً درست نہیں لیکن عوام انہیں مانتے رہتے ہیں۔

جواب: مثلاً یہ منت مانی کہ فلاں کام ہو جائے تو میلاد کرواؤں گی، قرآن خوانی کرواؤں گی، یا مزار پر چادر چڑھاؤں گی تو منت نہیں ہوتی اور کچھ بھی کرنا واجب نہیں۔ یا یہ کہا کہ بڑے پیر کی گیارہویں کروں گی یا مولیٰ مشکل کشا کا روزہ رکھوں گی۔ یہ سب شریعت میں بالکل غیر معتبر اور واہیات منتیں ہیں۔ نہ ایسی منت ہوتی ہے اور نہ ہی ایسی منت کو پورا کرنا چاہیے۔

اسی طرح یہ منت مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو ناچ گانا یا موسیقی، فنکشن وغیرہ کرواؤں گی تو ایسی منت گناہِ کبیرہ ہے اور ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے منت ماننا مثلاً یوں کہنا کہ اے بڑے پیر! میرا فلاں کام ہو جائے تو میں تمہارے لیے یہ کام کروں گی، مزار پر چادر چڑھاؤں گی، مزار کے مجاوروں میں رقم بانٹوں گی، وغیرہ وغیرہ...... ناجائز و حرام ہے۔

اسی طرح قبروں اور مزاروں پر جا کر یا جہاں جن رہتے ہوں وہاں جا کر کسی چیز کی درخواست کرنا حرام اور شرک ہے، بلکہ ایسی منت کی چیز کھانا بھی حرام ہے۔

حلال اور حرام چیزوں کا بیان

سوال: کون سے جانور یا پرندے کھانا جائز نہیں ہے؟

جواب: جو جانور اور پرندے اپنے نوکدار دانتوں یا پنجوں سے دوسرے جانداروں کا شکار کر کے کھاتے رہتے ہیں، ان کا کھانا جائز نہیں ہے۔ جیسے: شیر، بھیڑیا، گیدڑ، بلی، کتا، بندر، شکرا، باز، پھوا وغیرہ۔

☆ جن جانوروں کی غذا صرف گندگی ہے ان کا کھانا بھی درست نہیں، جیسے: کوا، چیل، گدھ وغیرہ۔ خچر، گدھا، گدھی کا گوشت کھانا اور گدھی کا دودھ پینا درست نہیں ہے۔

☆ اسی طرح جو مچھلی مر کر پانی کے اوپر اُلٹی تیرنے لگے، اس کا کھانا بھی درست نہیں ہے۔

☆ کسی چیز میں چیونٹیاں مر گئیں تو ان کو نکالے بغیر وہ چیز کھانا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک آدھ چیونٹی حلق میں چلی گئی تو حرام کھانے کا گناہ ہوگا۔

☆ جو گوشت ہندو بیچتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے مسلمان سے ذبح کروایا ہے، اس سے خرید کر کھانا بھی درست نہیں ہے۔

سوال: کون سے جانور اور پرندے کھانا جائز ہیں؟

جواب: طوطا، مینا، فاختہ، چڑیا، بٹیر، مرغابی، کبوتر، نیل گائے، ہرن، بطخ، خرگوش، بکرا، بھینس، گائے، اونٹ وغیرہ سب جائز ہیں۔ گھوڑے کا کھانا جائز ہے، لیکن بہتر نہیں۔ دریائی جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے، باقی حرام ہیں۔ جھینگا اکثر علماء کے نزدیک مچھلی کی ایک قسم ہے اور اس کا کھانا درست ہے۔ جو نہ کھائے اُس کی طبیعت ہے، لیکن کھانے والے کو ملامت نہ کرے۔ اوجھڑی کھانا حلال ہے۔

لباس اور پردے کا بیان

لباس:

سوال: عورتوں کے لیے کس طرح کا کپڑا پہننا جائز ہے اور کس طرح کا ناجائز؟

جواب: بہت باریک کپڑا جیسے ململ، جالی وغیرہ یعنی وہ کپڑا جس میں سے جسم جھلکتا ہو، پہننا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس طرح پہننا نہ پہننا دونوں برابر ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بہت سی کپڑے پہننے والیاں قیامت کے دن برہنہ شمار ہوں گی اور اس سے ایسے کپڑے پہننے والی عورتیں مراد ہیں جو باریک کپڑا پہنتی ہیں یا پھر ان کے کپڑے اس قدر چست اور تنگ ہوتے ہیں کہ جسم نمایاں نظر آتا ہے۔ ہاں اگر باریک کپڑے کے نیچے استر وغیرہ لگالیا جائے کہ جسم نظر نہ آئے تو پھر منع نہیں ہے۔

سوال: عورتوں کو مردانہ جوتا یا کپڑا پہننا یا مردانہ بال بنانا کیسا ہے؟

جواب: عورتوں کو مردانہ جوتا، کپڑا، وغیرہ پہننا اور مردانہ صورت بنانا جائز نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

سوال: لڑکوں کو کڑا، لاکٹ وغیرہ یا کوئی زیور یا ریشمی کپڑا پہنانا کیسا ہے؟

جواب: یہ سب چیزیں لڑکوں کے لیے ناجائز ہیں۔ اسی طرح سونے اور چاندی کا تعویذ پہننا پہنانا بھی منع ہے۔

پردہ:

سوال: عورت کو پردے کے بارے میں کن چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے؟

جواب: عورت کو چہرے سمیت سارا جسم سر سے پیر تک چھپائے رکھنے کا حکم ہے۔

غیر محرم کے سامنے کوئی حصہ کھولنا درست نہیں۔ ماتھے پر سے دوپٹہ یا چہرے سے حجاب سرک جاتا ہے اور اس طرح غیر محرم کے سامنے آجاتی ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔ غیر محرم کے سامنے ایک بال بھی نہ کھولنا چاہیے، بلکہ جو بال کنگھی وغیرہ میں ٹوٹتے ہیں اور کٹے ہوئے ناخن بھی ایسی جگہ ڈالنا چاہیے جہاں کسی غیر محرم کی نگاہ نہ پڑے، ورنہ گناہ ہوگا۔ اسی طرح اپنے جسم کے کسی عضو کو یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کو نامحرم مرد کے جسم سے لگانا بھی درست نہیں ہے۔

سوال: یہ تو معلوم ہوگیا کہ تمام اجنبی غیر محرم مردوں سے پردہ ضروری ہے۔ یہ بتادیجیے کہ رشتہ داروں میں سے کن کن سے پردہ ضروری ہے؟

جواب: درج ذیل سولہ رشتہ دار ایسے ہیں جن سے پردہ فرض ہے مگر عام طور پر دین دار خواتین بھی ان سے پردہ نہیں کرتیں۔ یہ بہت سخت کوتاہی ہے۔ وہ رشتہ دار یہ ہیں: چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد۔ دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی۔ پھوپھا، خالو۔ شوہر کا چچا، شوہر کا ماموں، شوہر کا پھوپھا، شوہر کا خالو۔ شوہر کا بھتیجا، شوہر کا بھانجا۔

سوال: جو غیر محرم گھر ہی میں رہتے ہیں، مثلاً: دیور، جیٹھ وغیرہ، ان سے کیسے پردہ کیا جائے؟

جواب: ایسے حالات میں شرعی پردہ کا طریقہ یہ ہے:

(۱) خواتین ذرا ہوشیار رہیں۔ بے پردگی کے مواقع سے حتی الامکان بچیں۔ لباس میں احتیاط رکھیں، بالخصوص سر پر دوپٹہ رکھنے کا اہتمام کریں۔

(۲) مرد آمد و رفت کے وقت ذرا کھنکار کر خواتین کو پردہ کی طرف متوجہ کردیں۔ بعض خواتین شکایت کرتی ہیں کہ ان کے غیر محرم رشتہ دار سمجھانے کے باوجود گھر میں کھنکار کر آنے کی احتیاط نہیں کرتے، اچانک سامنے آجاتے ہیں۔ آمد و رفت کا یہ سلسلہ ہر وقت چلتا ہی رہتا ہے، ان سے پردہ کرنے میں ہمیں بہت مشکل پیش آتی ہے، ایسی حالت میں خواتین جتنی احتیاط ہوسکے، کریں۔ اسے جہاد جیسا سمجھیں۔ جتنی زیادہ مشقت برداشت کریں گی، اتنا ہی زیادہ ثواب ملے ہوگا۔

(۳) غیر محرم مرد کی آمد پر خواتین اپنا رُخ دوسری جانب کرلیں۔

(۴) اگر رُخ دوسری جانب نہ کرسکیں تو سر سے دوپٹہ سرکا کر چہرہ پر لٹکالیں۔

(۵) شدید ضرورت کے بغیر غیر محرم سے بات نہ کریں۔

(٦) کسی غیر محرم کی موجودگی میں خواتین آپس میں یا اپنے محرم کے ساتھ بے حجابانہ بے تکلفی کی باتوں اور ہنسی مذاق سے پرہیز کریں۔

(۷) ان احتیاطوں کے باوجود اگر کبھی اچانک کسی غیر محرم پر نظر پڑ جائے تو معاف ہے بلکہ اس طرح بار بار بھی نظر پڑتی رہے، ہزار بار اچانک سامنا ہو جائے تو بھی سب معاف ہے، کوئی گناہ نہیں۔ اس سے پریشان نہ ہوں۔ جو کچھ اپنے اختیار میں ہے، اس میں ہرگز غفلت نہ کریں اور جو اختیار سے باہر ہے اس کے لیے پریشان نہ ہوں، اس لیے کہ اس پر کوئی گرفت نہیں۔ ہزاروں بار بھی غیر اختیاری طور پر ہو جائے تو بھی معاف ہے۔ رب کریم کا بہت بڑا کرم ہے، مگر ان کی اس مہربانی اور معافی کو سن کر نڈر اور بے خوف نہ ہو جائیں، جس حد تک احتیاط ہو سکتی ہے، اس میں ہرگز کوتاہی نہ کریں، ورنہ خوب سمجھ لیں کہ جس طرح وہ رب کریم شکر گزار اور فرمانبردار بندوں پر بہت مہربان ہے، اسی طرح ناقدروں، ناشکروں اور نافرمانوں پر اس کا عذاب بھی بہت سخت ہے۔[1]

سوال: منہ بولے بیٹے یا بھائی کا کیا حکم ہے؟ بعض خواتین کسی کو منہ بولا بیٹا یا بھائی بنا لیتی ہیں۔ کیا اس سے پردہ ساقط ہو جاتا ہے؟

جواب: نہیں! اس سے ہرگز پردہ ساقط نہیں ہوتا۔ منہ بولے بیٹے یا بھائی کا حکم بالکل ویسا ہی ہے جیسے اجنبی مرد کا۔ کسی کو منہ بولا بیٹا، بھائی بنانے سے وہ حقیقی بیٹے بھائی کی طرح نہیں ہو جاتا۔

سوال: بعض خواتین کہتی ہیں ہم نے تو اپنے دیوروں کو بچپن سے پالا ہے۔ ہم تو ان کی ماں جیسی ہیں، ان سے کیا پردہ؟ اسی طرح بعض مرد کہتے ہیں کہ فلاں لڑکی تو میری بیٹی کی طرح ہے یا بعض خواتین کہتی ہیں: فلاں شخص تو ہمارے ابا کی عمر کا ہے، اس سے بھلا کیا پردہ؟ تو کیا ایسا کہنا درست ہے؟

جواب: نہیں! ہرگز نہیں۔ ایسی باتوں سے پردہ معاف نہیں ہوتا۔

۱- ماخوذ از ''شرعی پردہ'' مؤلف حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ: ص: ۷۰-71

موت کے وقت کیا کیا جائے؟

سوال: جب موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: جب کسی پر موت کا اثر ظاہر ہو تو اس کو چت لٹا دیں۔ اس طرح کہ قبلہ اس کے داہنی طرف ہو اور سر کو ذرا قبلہ کی طرف جھکا دیں۔ یا اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کر دیں اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر ذرا اونچا کر دیں۔ اس طرح بھی قبلہ رُخ ہو جائے گا۔

☆...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مرنے والوں کو کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کی تلقین کرو۔'' تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے سامنے میٹھی میٹھی آواز میں کلمہ شریف دہرایا جائے۔ یہاں تک کہ وہ کلمہ پڑھ لے۔ اس کو پڑھنے کا نہ کہا جائے۔ کیا پتا، کہیں خدانخواستہ جان نکلنے کی سختی اور تکلیف میں انکار ہی نہ کر بیٹھے۔

☆...... حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے مرنے والوں پر سورۂ یٰسین پڑھا کرو۔''

تجہیز و تکفین کا بیان

سوال: میت کونہلانے اور کفنانے کا کچھ ثواب اور فضیلت ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میت کو غسل دے، وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو اور جو میت کے لیے کفن فراہم کرے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے۔

سوال: میت کو کون نہلائے؟

جواب: میت کو نہلانے کا حق سب سے پہلے تو اس کے قریب ترین رشتہ داروں کو ہے۔ بہتر ہے کہ وہ خود نہلائیں اور عورت کی میت کو قریبی رشتہ دار عورت نہلائے، کیونکہ یہ اپنے رشتہ دار کی آخری خدمت ہے۔

سوال: عورت کے کفن میں کتنے کپڑے شامل ہوتے ہیں؟ تفصیل سے بیان کریں؟

جواب: عورت کے کفن کے لیے مسنون کپڑے پانچ ہیں:

(1) ازار...... سر سے پاؤں تک (مرد کی طرح)

(2) لفافہ...... ازار سے لمبائی میں ایک ہاتھ زیادہ (مرد کی طرح)

(3) کرتہ، بغیر آستین اور بغیر کلی کا...... گردن سے پاؤں تک (مرد کی طرح)

(4) سینہ بند...... بغل سے رانوں تک ہوتو زیادہ اچھا ہے، ورنہ ناف تک بھی درست ہے اور چوڑائی میں اتنا ہو کہ بندھ جائے۔

(5) سر بند، اسے اوڑھنی بھی کہتے ہیں...... تین ہاتھ لمبا۔

سوال: عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ بیان کریں؟

جواب: پہلے لفافہ بچھا کر اس پر سینہ بند اور اس پر ازار بچھائیں، پھر قمیص کا نچلا نصف حصہ بچھائیں اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دیں۔ پھر میت کو غسل کے تختے سے آہستگی سے اوپر اُٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹا دیں۔ قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف اُلٹ دیں کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھا دیں۔ جب اس طرح قمیص پہنا چکیں تو جو چادر غسل کے بعد عورت پر ڈالی گئی تھی وہ نکال دیں اور اس کے سر پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگا دیں۔ پھر پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دیں۔ پھر سر کے بالوں کو دو حصے کر کے قمیص کے اوپر سینہ پر ڈال دیں۔ ایک حصہ داہنی طرف اور دوسرا بائیں طرف۔ پھر سر بند یعنی اوڑھنی سر پر اور بالوں پر ڈال دیں۔ ان کو باندھنا یا لپیٹنا نہیں چاہیے۔

اس کے بعد میت کے اوپر ازار اس طرح لپیٹیں کہ بایاں پلّہ (کنارہ) نیچے اور دایاں اوپر رہے۔ سر بند اس کے اندر آجائے۔ اس کے بعد سینہ بند سینہ کے اوپر بغلوں سے نکال کر گھٹنوں تک دائیں بائیں سے باندھیں، پھر لفافہ اس طرح لپیٹیں کہ بایاں پلہ نیچے اور دایاں اوپر رہے۔ اس کے بعد کسی دھجی (کترن) سے کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دیں اور بیچ میں کمر کے نیچے سے بھی ایک بڑی دھجی نکال کر باندھ دیں تاکہ ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو زندگی میں دین پر استقامت اور آخری وقت میں ایمان کی سلامتی نصیب فرمائے۔ آمین۔

پانچواں باب

پانچواں باب: تربیتِ اولاد

تربیت کرنے والے کی بنیادی صفات

(۱) اخلاص:

ماں کو چاہیے کہ نیت خالص رکھے۔ جو کام بھی کرے اس سے صرف اللہ کی رضا مقصود ہو تا کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول اور اپنے بچوں میں محبوب ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی محنت اور کوشش میں خیر و برکت کے فیصلے ہوں۔

(۲) تقویٰ:

ماں میں سب سے ضروری چیز تقویٰ ہے۔ اس لیے کہ وہ ایسا نمونہ ہوتی ہے جسے دیکھ دیکھ کر بچے سیکھتے ہیں اور اس لیے بھی کہ ماں ہی اسلام کے بتلائے ہوئے طریقوں پر بچے کو تربیت دینے کی ذمہ دار ہوتی ہے، لہٰذا اسلام کے احکام سب سے پہلے خود اس میں پائے جانے چاہییں۔

(۳) علم:

ماں کو تربیت کے ان اصولوں کا علم ہونا چاہیے جو اسلام نے سکھائے ہیں۔ اسے حلال وحرام کے احکام سے واقف، اخلاق کے بنیادی اصولوں کی جاننے والی اور اسلام کے نظامِ تربیت سے واقف ہونا چاہیے۔

خواتین کو چاہیے کہ دینی و دنیاوی علوم اور تربیت کے طریقے خوب اچھی طرح سیکھیں تا کہ ایسا اسلامی معاشرہ تیار کر سکیں جس کے افراد کی محنت اور عزم سے اسلام کو ترقی ملے اور دنیا میں مسلمانوں کی مضبوط حکومت قائم ہو۔

(٤) حلم وبردباری:

وہ بنیادی صفات جو ماں کے لیے اس کی تربیتی ذمہ داری میں کامیابی کی ضامن بنتی ہیں، ان میں سے بردباری اور حلم بھی ہے۔ اسی کے ذریعے بچہ اپنے استاد کی طرف کھنچتا ہے، اسی کی وجہ سے اپنے ماں کی باتوں پر لبیک کہتا ہے اور اسی کی وجہ سے اچھے آداب سیکھتا اور برے اخلاق سے بچتا ہے۔

(٥) احساسِ ذمہ داری:

ماں کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ وہ بچے کی ایمانی تربیت اور جسمانی ونفسیاتی شخصیت سازی کی ذمہ دار ہے۔ اس ذمہ داری کا احساس ماں کو اس بات پر مجبور کرے گا کہ وہ بچے کی بھرپور دیکھ بھال اور نگرانی کرے۔ اس کی رہنمائی، اس کی اصلاح اور اسے باادب بنانے کی مسلسل کوشش کرتی رہے۔ ماں کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اگر وہ بچے سے ذرا دیر کے لیے بھی غافل ہوئی یا اس کی دیکھ بھال میں ایک مرتبہ بھی غفلت کی تو بچہ آہستہ آہستہ قدم بقدم برائی کی طرف بڑھتا جائے گا اور اگر مسلسل غفلت اور بے توجہی سے کام لیا تو بچہ بداخلاق بچوں اور بگڑے ہوئے نوجوانوں میں سے بن جائے گا۔ پھر ماں کے لیے اس کی اصلاح بہت مشکل ہو جائے گی۔ پھر اسے اپنی اس کوتاہی پر ندامت ہوگی اور اسے رونا آئے گا، لیکن اس وقت ندامت اور رونے سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ اس وقت اسے اپنی اس کوتاہی پر رونا آئے گا، لیکن اس وقت رونے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

تربیت کرنے والوں کی ذمہ داریاں

وہ آیات اور احادیث جو تربیت کرنے والوں کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کا حکم دیتی ہیں اور اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی سے ڈراتی ہیں، اگر ہم ان کو جمع کریں تو وہ اتنی زیادہ ہیں کہ پوری کتاب تیار ہو جائے۔ یہ بات کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خواتین کو اپنی ذمہ داری کی اہمیت معلوم ہو جائے۔

اس بارے میں کچھ آیات ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

"وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ، وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا." (طٰه: ۱۳۲)

"اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہو"

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا." (التحریم: ٦)

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔"

"فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ. عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ." (الحجر: ۹۲-۹۳)

"چنانچہ تمہارے ربّ کی قسم! ہم ایک ایک کر کے ان سب سے پوچھیں گے کہ وہ کیا کچھ کیا کرتے تھے؟"

اس سلسلہ میں جو احادیث آئی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

"وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهٖ، وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ

زَوْجِهَا، وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا.''[۱]

''مرد اپنے گھر کا رکھوالا ہے اور اس سے اس کے زیرِ کفالت لوگوں کے بارے میں باز پرس ہوگی، اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی رکھوالی ہے، اور اس سے اس کے زیرِ تربیت لوگوں کے بارے میں سوال ہوگا۔''

'لَأَنْ يُؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهُ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ.''[۲]

''آدمی کا اپنے بیٹے کو ادب وتمیز سکھانا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔''

''مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَداً أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ.''[۳]

''کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھی تربیت سے بہتر تحفہ نہیں دیا۔''

قرآن کریم کی ان ہدایات اور ارشادات نبویہ کی بنا پر ہر دور میں مسلمان خواتین نے بچوں کی تربیت کا خوب اہتمام کیا۔ والدین اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے ایسے اساتذہ ومعلمین کا انتخاب کیا کرتے تھے جو تدریس وتعلیم اور اصلاح وتربیت کے ماہر ہوں تاکہ وہ بچے کو صحیح عقیدہ واخلاق سکھائیں اور تعلیم وتربیت کے فریضہ کو بحسن وخوبی ادا کرسکیں۔

چونکہ ماں باپ اور اساتذہ بچوں کی تربیت، ان کی شخصیت سازی اور انہیں دنیا میں رہنے کے قابل بنانے کے ذمہ دار ہیں، اس لیے یہ ضروری ہے کہ یہ حضرات اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ ''اسلامی تربیت'' کے ماہر علمائے کرام کی نظر میں یہ ذمہ داریاں بالترتیب اس طرح سے ہیں:

۱- ایمانی تربیت کی ذمہ داری
۲- اخلاقی تربیت کی ذمہ داری
۳- جسمانی تربیت کی ذمہ داری
۴- عقلی تربیت کی ذمہ داری

۱- صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری و المدن: ۸۴۴
۲- جامع الترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ماجاء فی أدب الولد: ۱۸۷۴
۳- جامع الترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ماجاء فی أدب الولد: ۱۸۷۵

۵- نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری ٦-معاشرتی تربیت کی ذمہ داری

۷-جنسی تربیت کی ذمہ داری

ان ساتوں ذمہ داریوں میں سے ہرایک پران شاءاللہ ہم روشنی ڈالیں گے۔

۱-ایمانی تربیت کی ذمہ داری:

ایمانی تربیت کا مطلب یہ ہے کہ جب سے بچے میں شعور اور سمجھ پیدا ہو اسی وقت سے اس کو ایمان کی بنیادی باتیں اور اسلامی عبادات سکھائی جائیں اور سمجھ دار ہونے پر اسے اسلامی عبادات کا عادی بنایا جائے اور جب وہ تھوڑا اور بڑا ہو جائے تو اسے شریعت مطہرہ کے بنیادی اصولوں کی تعلیم دی جائے۔

ایمان کی بنیادی باتوں سے ہماری مراد آیات واحادیث سے ثابت حقائق اور غیبی امور ہیں، جیسے: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، فرشتوں پر ایمان لانا، آسمانی کتابوں پر ایمان لانا، تمام رسولوں پر ایمان لانا، قبر میں فرشتوں کے سوال جواب پر ایمان، عذابِ قبر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے، حساب کتاب، جنت و دوزخ اور دیگر تمام غیبی امور پر ایمان لانا۔

عبادات سے ہماری مراد تمام بدنی اور مالی عبادات ہیں، مثلاً: نماز، روزہ، زکوۃ اور جو استطاعت رکھتا ہو اس کے لیے حج۔

لہٰذا ماں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ شروع ہی سے ایمانی تربیت اور اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر بچے کی تربیت کرے، تاکہ وہ عقیدہ وعبادت اور اخلاق وآداب کے لحاظ سے اسلام سے وابستہ رہے اور اس تربیت اور رہنمائی کے بعد اسلام کے علاوہ کسی مذہب کو دین، قرآن کے علاوہ کسی کتاب کو رہنما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو قائد نہ جانے۔

اس کے لیے اسے یہ کام کرنے چاہییں:

(۱) بچے کو سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ سکھائے۔

(۲) بچے میں عقل وشعور پیدا ہونے پر سب سے پہلے اسے حلال وحرام کی تمیز سکھائے۔
(۳) سات سال کی عمر ہونے پر بچے کو عبادات کا حکم دے اور قرآن کریم کی تلاوت کا عادی بنائے۔
(٤) بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت وصحابہ کرام کی محبت سکھائے۔

۲- اخلاقی تربیت کی ذمہ داری:

اخلاقی تربیت سے مراد وہ تمام اخلاقی باتیں اور مسنون آداب ہیں جنہیں سیکھنا اور بچپن سے ہی ان کا عادی بننا بچے کے لیے ضروری ہے تاکہ جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو اور عملی زندگی میں قدم رکھے تو یہ تمام اچھی عادتیں اس میں موجود ہوں۔

چنانچہ خواتین اس بات کی ذمہ دار ہیں کہ بچپن سے ہی بچوں کو سچائی، دیانت، ایثار، مصیبت زدہ لوگوں کی مدد، بڑوں کے احترام، مہمانوں کے اکرام، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور دوسروں کے ساتھ محبت سے پیش آنے کا عادی بنائیں اور ان کی زبان کو گالم گلوچ، برا بھلا کہنے، گندے الفاظ منہ سے نکالنے اور ان تمام چیزوں سے بچائیں جو اخلاق کی خرابی اور بری تربیت کی علامت ہیں۔

بچوں میں پائی جانے والی چار بری عادتیں:

ماں باپ، معلمین اور تربیت کے تمام ذمہ داروں کو چاہیے کہ وہ بچے کو ان چار انتہائی بُری عادات سے بچانے کا خاص خیال رکھیں:

۱- جھوٹ ۲- چوری ۳- گالم گلوچ اور بدزبانی ٤- بے راہ روی وآزادی

(۱) جھوٹ بولنے کی عادت:

جھوٹ بہت بری چیز ہے اس لیے ماؤں کو چاہیے کہ بچے کو اس سے بچانے کا بہت زیادہ خیال رکھیں۔ اس کی نفرت ان کے دلوں میں راسخ کردیں تاکہ منافقت کی اس گندی عادت سے اپنے معصوم فرشتوں کو بچا سکیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو بچوں کے سامنے مذاق میں یا کسی چیز کی لالچ دلانے یا یونہی جھوٹ بولنے سے بھی منع کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسا مذاق بھی جھوٹ سمجھا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میری والدہ نے مجھے پکارا۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ میری والدہ نے کہا: آؤ میں تمہیں یہ دے دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

"مَا اَرَدْتِ اَنْ تُعْطِیَه؟"

"آپ اس کو کیا دینا چاہتی تھیں؟"

انہوں نے کہا: "میں اس کو کھجور دینا چاہتی تھی۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَمَا اِنَّکِ لَوْلَمْ تُعْطِیْهِ شَیْئًا، کُتِبَتْ عَلَیْکِ کَذِبَةٌ." [1]

"سن لو! اگر تم اسے کچھ بھی نہ دیتیں تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔"

اور امام احمد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ قَالَ لِصَبِیٍّ: هَاکَ! ثُمَّ لَمْ یُعْطِه، فَهِیَ کَذِبَةٌ." [2]

"جس شخص نے بچے سے کہا: "آجاؤ! یہ لے لو اور پھر اس کو کچھ نہ دیا تو یہ بھی جھوٹ ہے۔"

(۲) چوری کی عادت:

چوری کی عادت بھی جھوٹ کی عادت سے کچھ کم خطرناک نہیں ہے اور یہ عادت ان پس ماندہ علاقوں میں زیادہ عام ہے جو اسلامی اخلاق اور ایمانی تربیت سے صحیح طرح فیض

۱- سنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب في التشدید في الکذب: ٤٣٣٩
۲- مسند أحمد بن حنبل، باب مسند أبي هریره رضي الله عنه: ٩٤٦٠

یاب نہیں ہوئے ہیں۔

والدین پر یہ فرض ہے کہ وہ بچوں کے دل میں خدا کا خوف پیدا کریں۔ چوری کے برے نتائج اور دھوکہ بازی اور خیانت کے برے انجام سے انہیں آگاہ کریں اور بتادیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے والوں کے لیے قیامت میں کیسا بدترین انجام اور دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یہ نہایت افسوس ناک بات ہے کہ بہت سے ماں باپ جب اپنے بچوں کے پاس روپیہ پیسہ یا دوسری چیزیں دیکھتے ہیں تو ان سے پوچھ گچھ نہیں کرتے اور ان کے صرف اتنا کہہ دینے سے کہ انہیں راستے میں پڑا مل گیا یا انہیں کسی دوست نے دیا ہے، ان کی بات مان لیتے ہیں اور اپنے آپ کو تفتیش کی بالکل بھی تکلیف نہیں دیتے، حالانکہ یہ ایک فطری بات ہے کہ بچہ اپنی چوری چھپانے کے لیے اسی طرح کی باتیں بنائے گا تا کہ اس پر الزام نہ آئے اور یہ بھی فطری بات ہے کہ جب بچہ یہ دیکھے گا کہ اس کے والدین باریک بینی اور تحقیق سے کام نہیں لیتے اور اس کے جھوٹے بہانے آسانی سے مان لیتے ہیں تو وہ اور زیادہ بے باک ہو جائے گا۔

(۳) گالم گلوچ اور بدزبانی کی عادت:

گالم گلوچ اور بدزبانی کی عادت ان بچوں میں عام ہے جن کے گھرانے قرآن کریم کی ہدایت اور اسلامی تربیت سے دور ہیں۔ اس مرض کا سبب دو باتیں ہیں:

۱- بُرا نمونہ:

جب بچہ اپنے بڑوں کی زبان سے گندے گندے الفاظ اور گالم گلوچ سنے گا تو ضرور بچہ بھی ان کی نقل اُتارتے ہوئے بار بار انہی الفاظ کو دہرائے گا اور آخر کار گندے الفاظ، بری باتیں اور جھوٹ اس کی عادت بن جائے گا۔

۲- بُری صحبت:

جو بچہ سڑکوں اور گلیوں میں آزاد چھوڑ دیا جائے گا اور اسے گندے ساتھیوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے دیا جائے گا تو ظاہر ہے کہ ایسا بچہ ان غلط قسم کے لوگوں سے نہ صرف گالم گلوچ اور گندی زبان سیکھے گا بلکہ بُرے اخلاق بھی اپنے اندر پیدا کرلے گا۔

اس لیے ماں باپ پر جہاں یہ لازم ہے کہ اولاد کے لیے پیار بھرا میٹھا انداز، شائستہ زبان اور اچھے آداب واخلاق کا بہترین نمونہ بنیں وہاں ان پر یہ بھی لازم ہے کہ انہیں گلیوں سڑکوں پر کھیلنے، گندے بچوں اور بدتمیز ساتھیوں کی صحبت سے بچائیں تاکہ وہ ان لوگوں کی عادتوں سے متاثر نہ ہوں۔ بچوں کو بُری عادتوں سے بچانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بچوں کو بری زبان کے اثرات ونتائج سمجھاتے ہوئے یہ بھی بتائیں کہ بے ہودہ پن اور فحش گوئی سے آدمی کی شخصیت کا وقار مجروح ہوتا ہے، معاشرے میں بغض، عداوت، کینہ اور حسد پیدا ہوتا ہے۔

ایک اور مؤثر طریقہ یہ ہے کہ اپنے بچوں کو وہ احادیث سکھائیں جو گالم گلوچ اور فحش گوئی سے منع کرتی ہیں تاکہ بچے ان بری عادتوں سے بچیں۔ اس کی برکت سے ان شاءاللہ وہ ان چیزوں سے بچ جائے گا۔

(٤) بے راہ روی اور آزاد خیالی کی عادت:

ہمارے دور میں ایک بہت بُری چیز جو بہت زیادہ پھیل گئی ہے، وہ بے حیائی اور آزادی ہے۔ آپ بہت سے قریب البلوغ اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو دیکھیں گے کہ وہ مغرب کی اندھی تقلید کرتے ہوئے گمراہی اور آزادی کے سیلاب میں بہے چلے جارہے ہیں۔ نہ ان کے لیے والدین کی طرف سے کوئی رکاوٹ ہے اور نہ ضمیر کی طرف سے کوئی روک ٹوک ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زندگی ان لوگوں کی نظر میں ایک نہ ختم ہونیوالی عیش وعشرت، حیوانی

شہوت اور حرام و ناجائز لذت سمیٹنے کا دوسرا نام ہے اور بس...... اگر انہیں یہ چیزیں نہ ملیں تو ان کے لیے دنیا بے معنی ہے۔

کچھ کم عقلوں نے تو یہ تک سمجھ لیا کہ آزادانہ اختلاط ترقی کی نشانی اور اندھی تقلید کامیابی کا معیار ہے۔ یہ لوگ جہاد کے میدان میں شکست کھانے سے پہلے نفسیاتی اور فکری جنگ کے میدان میں شکست کھا گئے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو صحیح اخلاقی تربیت دینے اور انہیں غیروں کی اندھی تقلید سے بچانے کے لیے چند اصول تلقین کیے ہیں۔ ان میں سے اہم اصول یہ ہیں:

١: غیر مسلموں کی اندھی تقلید اور مشابہت سے بچانا:

امام بخاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ، وَفِّرُوا اللُّحٰى، وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ."[١]

"مشرکوں کی مخالفت کرو۔ مونچھیں کاٹو اور داڑھی بڑھاؤ۔"

اور امام ترمذی نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں:

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا، لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلَا بِالنَّصَارٰى."[٢]

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو دوسروں کی مشابہت (نقل) کرے۔ یہود اور نصاریٰ جیسی شکل صورت نہ بناؤ۔"

ابوداؤد کی روایت میں ہے: "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ، فَهُوَ مِنْهُمْ."[٣]

"جو شخص کسی قوم کی مشابہت (نقل) کرتا ہے، وہ انہی میں سے ہو جاتا ہے۔"

١- صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار: ٥٤٤٢

٢- جامع الترمذي، كتاب الاستيذان، باب ما جاء في كراهية إشارة اليد بالسلام: ٢٦١٩

٣- سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ٣٥١٢

۲: عیش وعشرت میں پڑنے کی ممانعت:

صحیح مسلم میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایران میں رہنے والے مسلمانوں کو لکھا تھا: ''تم لوگ عیش وعشرت میں پڑنے اور مشرکوں جیسا لباس پہننے سے بچو۔''[1]

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے: ''عیش وعشرت اور غیر مسلموں کے لباس کو چھوڑ دو۔''[2]

عیش وعشرت سے مراد یہ ہے کہ انسان ضرورت سے زیادہ لذتوں اور سہولتوں کا عادی ہوجائے اور عیش وآرام اور نازنخرے میں پڑا رہے۔ یہ ظاہری بات ہے کہ اس عادت سے آدمی نہ صرف دعوت اور جہاد سے رہ جائے گا بلکہ آزادی اور بے راہ روی کا عادی بھی بن جائے گا، نیز یہ چیز مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہونے کا ذریعہ بھی ہے۔

۳: موسیقی اور گانے سننے کی ممانعت:

کسی بھی عقلمند شخص پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ان حرام چیزوں کا سننا بچے کے اخلاق پر بہت بُرا اثر ڈالتا ہے۔ اس کو برائی، گندگی اور گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور حیوانی لذتوں کی دلدل میں دھکیل دیتا ہے۔

٤: عورتوں سے مشابہت کی ممانعت:

وگ یعنی مصنوعی بال لگانا، مردوں کے لیے سونے اور ریشم کا استعمال، عورتوں کا مردوں جیسی شکل وصورت اور مردوں کا عورتوں جیسا حلیہ بنانا اور عورتوں کا ایسا لباس

۱- باب تحریم استعمال إنا الذهب والفضة: ۳۸۵۷

۲- باب مسند عمر ابن الخطاب رضی اللّٰه عنه: ۲۸٤

پہننا جسے پہننے کے باوجود وہ عریاں نظر آتی ہوں، یہ سارے کام شخصیت کو تباہ کرنے والے اور شرافت واخلاق کے لیے زہر قاتل ہیں۔ان سے بے حیائی اور بے راہ روی کی عادت پڑ جاتی ہے۔

۵: بے پردگی، بن سنور کر نکلنے، نامحرموں سے میل جول اور اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کی ممانعت:

مستند شرعی دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ عورت کا چہرہ بھی حجاب کے حکم میں داخل ہے لہٰذا اس کا چھپانا واجب اور کھولنا حرام ہے۔بعض فقہائے کرام چہرہ کھولنے کی اجازت اس وقت دیتے ہیں جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔آج ہمارے اس معاشرے میں جہاں لوگ حیوانوں کی طرح رہ رہے ہیں کیا کوئی شخص فتنہ وفساد سے انکار کرسکتا ہے؟ لہٰذا جب صورتِ حال یہ ہے تو ہر غیرت مند مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی اور بچیوں کو چہرے پر نقاب ڈالنے کا حکم دے، انہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری اور پاکباز و پاک دامن صحابیات رضی اللہ عنہن کی پیروی کی عادت ڈلوائے۔نیز قریب البلوغ بچوں اور بچیوں کو غیر محرم کی طرف دیکھنے اور ان سے ملنے جلنے سے بچنے کی تربیت دی جائے۔

۳- جسمانی تربیت کی ذمہ داری:

یہاں ماؤں کے سامنے وہ عملی طریقہ کار پیش کیا جاتا ہے جو بچوں کی جسمانی تربیت کے سلسلے میں اسلام نے مقرر کیا ہے، تاکہ وہ اس ذمہ داری کو سمجھ لیں جو اسلام نے ان پر عائد کی ہے۔جسمانی تربیت کے حوالے سے ماں کو ان چیزوں پر توجہ دینی چاہیے:

(۱) کھانے پینے اور سونے میں طبی قواعد اور حفظانِ صحت کے اصولوں کا خیال رکھنا

(۲) متعدی امراض سے بچانا

(۳) ''نہ نقصان پہنچاؤ اور نہ نقصان اٹھاؤ'' کے اصول پر عمل کرنا

(٤) بچوں کو ورزش، تیراکی اور شہسواری جیسے مفید کھیلوں کا عادی بنانا

(٥) بچے کو سادگی سکھانا اور عیش وعشرت سے بچنے کا عادی بنانا

(٦) بچے کو حقیقت پسندانہ اور جواں مردانہ زندگی گزارنے کا عادی بنانا اور اس کو سستی، آزادی اور بے راہ روی کی زندگی سے بچانا

٤- ذہنی تربیت کی ذمہ داری:

ذہنی تربیت سے مراد یہ ہے کہ بچے کو دینی علوم، اسلامی تہذیب وثقافت اور فکری و نفسیاتی سوجھ بوجھ پر مبنی ایسی مفید معلومات فراہم کی جائیں جو اس کی فکر میں پختگی پیدا کریں اور اسے علمی وتہذیبی اعتبار سے کامل ومکمل بنادیں۔

اس حوالے سے تین چیزیں قابلِ توجہ ہیں:

١- تعلیمی ذمہ داری ٢- فکری ذہن سازی کی ذمہ داری ٣- ذہنی تندرستی

(١) تعلیمی ذمہ داری:

اسلام کی نظر میں یہ ذمہ داری نہایت اہم اور نازک ہے۔ اس سے خداداد صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں اور عقل میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔

قرآن کریم اور حدیث شریف میں علم سیکھنے سکھانے پر بہت زور دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے زمانے کے مسلمان کائنات کے مختلف علوم پڑھنے اور ان پر مزید تحقیق کرنے میں لگ گئے۔ انہوں نے ہر مفید علم سیکھنے کو اپنا فریضہ سمجھ کر دنیا میں موجود دوسری قوموں کے علوم و تجربات سے بھرپور فائدہ اٹھایا، ان میں جدت پیدا کی اور ان کو اسلام کے سانچے میں ڈھال لیا۔ پھر ایک طویل عرصے تک پوری دنیا ان کے علوم اور ایجادات سے فائدہ اُٹھاتی رہی۔ مغرب کو آج کل جو شان وشوکت نصیب ہوئی ہے وہ صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے اندلس کے مسلمانوں کے علوم وتجربات اور ان کی تہذیب وثقافت سے فائدہ اٹھایا اور اس طرح گم راہ

انسانیت کے لیے اسلامی سلطنت بجاطور پر ایک استاد و معلم بنی۔

عورت اور حصولِ علم:

علماء اور فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جتنا علم حاصل کرنا فرض کے درجے میں ہے اس میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں۔ اس علم کے حاصل کرنے کا عورت کو بھی بالکل اسی طرح حکم ہے جس طرح مرد کو، اور اس کی دو وجوہات ہیں:

۱- شرعی اور دینی احکامات میں عورت مرد کی طرح ہے۔

۲- آخرت میں جزا وسزا کے اعتبار سے عورت مرد کی طرح ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کی طرف بھرپور توجہ دیتا ہے۔ ترمذی اور ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ عَالَ ثَلاثَ اَخَوَاتٍ اَوْ ثَلاثَ بَنَاتٍ، اَوْ بِنْتَانِ اَوْ اُخْتَانِ، فَاَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ، فَلَهُ الْجَنَّةُ." [1]

"جس نے اپنی تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی کفالت کی، انہیں ادب سکھایا، ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور پھر ان کی شادی کرادی تو اس کو جنت ملے گی۔"

شریعت نے عورت کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ ایسے علوم حاصل کرے جو اسے دین ودنیا میں فائدہ پہنچائیں لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ تعلیم مردوں سے الگ تھلگ اور علیحدہ ہوتا کہ لڑکیوں کی عزت وآبرو محفوظ رہے اور وہ بہترین و پاکیزہ اخلاق کی مالک ہوں۔

(۲) فکری ذہن سازی کی ذمہ داری:

اسلام نے والدین پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ بچوں کو شروع سے ہی فکری وذہنی طور

۱- سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب فضل من عال يتيمًا: ٤٤٨١

سے تیار کیا جائے، اس لیے خواتین کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچہ جب سمجھدار اور باشعور ہو جائے تو اسے مندرجہ ذیل باتیں اسی وقت سے ذہن نشین کرا دیں:

الف: اسلام ایک ابدی اور دائمی مذہب ہے جو ہر زمانے اور ہر جگہ کے لیے آیا ہے۔ اس میں اس بات کی پوری صلاحیت موجود ہے کہ وہ ہر دور اور ہر علاقے کی تمام ضروریات پوری کرے اور ہر زمانے میں پیش آنے والے مسائل کا حل پیش کرے۔

ب: ہمارے آباء واجداد عزت وعظمت اور ترقی کے جس عظیم الشان مرتبے کو پہنچے تھے وہ صرف اس وجہ سے کہ انہیں اسلام نے طاقت وعزت بخشی تھی اور انہوں نے قرآن کریم اور اس کے احکامات کو اپنی زندگیوں میں زندہ کرلیا تھا۔

ج: دشمنانِ اسلام سازشوں کا جو جال بچھاتے ہیں اسے بچوں کے سامنے ان کے ذہن کے مطابق بیان کیا جائے۔ مثلاً مندرجہ ذیل سازشوں کی تفصیل:

- مکار یہودیت کی سازشیں
- مسلمانوں سے بغض وحسد رکھنے والے عیسائیوں کی سازشیں
- ظالم سامراج اور مغربی ممالک کی سازشیں
- سوشلزم اور کمیونزم کی سازشیں

د: اسلام کی اس تہذیب وتمدن کو بیان کیا جائے جس سے ایک طویل عرصے تک تمام دنیا فائدہ اُٹھاتی رہی ہے اور جو مکمل طور پر تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے۔

اس قسم کی ذہنی وفکری کے لیے مسلمان والدین نوعمری سے ہی بچے کو قرآن کریم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور بزرگوں کے کارناموں کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

(۳) ذہنی صحت وتندرستی:

اللہ تعالیٰ نے والدین پر جو ذمہ داریاں ڈالی ہیں ان میں سے ایک ذمہ داری یہ بھی ہے

کہ وہ اپنی اولاد کے حافظے اور ذہن کی بھی فکر کریں، ان کی خوب دیکھ بھال کریں تاکہ ان کا حافظہ قوی، ذہن تیز اور دماغی صلاحیت مضبوط ہو۔

یہ ذمہ داری اس وقت ادا ہوگی جب بچوں کو معاشرے میں جابجا بکھری ہوئی ان چیزوں سے دور رکھا جائے گا جن کا عقل، حافظے اور انسانی جسم پر برا اثر پڑتا ہے۔ اس موضوع پر ہم ''جسمانی تربیت کی ذمہ داری'' کے ذیل میں تفصیل سے گفتگو کرچکے ہیں۔

۵- نفسیاتی تربیت کی ذمہ داریاں:

نفسیاتی تربیت سے مراد یہ ہے کہ بچہ جب سمجھدار ہوجائے تو اسی وقت سے اس کو جرأت، بے باکی وصداقت اور شجاعت وبہادری کی تربیت دی جائے۔ نیز دوسروں کے لیے خیر وبھلائی پسند کرنے، غصہ کے وقت قابو میں رہنے اور اخلاقی خوبیوں سے آراستہ ہونے کی تربیت دی جائے۔

اسی طرح ماؤں پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ بچے کو ان تمام نفسیاتی کمزوریوں سے بچانے کی کوشش کریں جو نہ صرف اس کے وقار وشخصیت کو مجروح کردیتی ہیں بلکہ اسے ایسا انسان بنادیتی ہیں جو زندگی کو نفرت وحسد کی نظر سے دیکھتا ہے۔

وہ نفسیاتی کمزوریاں جن سے اپنے بچوں کو بچانا چاہیے مندرجہ ذیل ہیں:

۱- شرمیلا پن اور جھینپنے کا مرض
۲- ڈرنے اور گھبرانے کی عادت
۳- احساس کمتری کا شعور
٤- حسد وبغض کی بیماری
۵- غصے کی بیماری

(۱) شرمیلا پن اور جھینپنے کا مرض:

بچوں میں فطری طور سے شرمیلا پن ہوتا ہے اور اس کی ابتدائی علامات اس وقت سے شروع ہوجاتی ہیں جب وہ کسی نئی جگہ جاتا ہے تو سارا وقت اپنی ماں کی گود میں یا اس کے

پاس بیٹھ کر گزار دیتا ہے اور اپنا ہونٹ تک نہیں ہلاتا۔

اس مرض کا علاج اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ہم بچوں کو ان کے ہم عمروں کے ساتھ میل جول کا عادی بنائیں، چاہے اس کے لیے اپنے مخلص دوستوں اور ان کے مہذب بچوں کو گھر پر بار بار بلا کر بچے میں گھلنے ملنے کی عادت ڈالیں، یا جب والدین اپنے دوستوں یا عزیزوں سے ملنے جائیں تو بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں، یا ان میں اس کی عادت پیدا کریں کہ وہ دوسروں سے بات چیت کیا کریں اور اپنے ہم عمروں سے گھل مل کر رہا کریں۔

بچوں کو اس کا عادی بنانے سے ان کی طبیعتوں میں شرمیلا پن کم ہو جائے گا، ان میں خود اعتمادی اور یہ جرأت پیدا ہوگی کہ وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ اور جھجک کے حق بات کہہ سکیں۔

(۲) خوف و ڈر:

ڈرنا اور گھبرانا...... ایک ایسی نفسیاتی کیفیت ہے جو بڑوں، چھوٹوں، عورتوں اور مردوں سب کو پیش آتی ہے۔

جن بچوں میں یہ بیماری زیادہ ہوتی ہے ان میں عمر کے پہلے سال کبھی کبھی خوف کی علامات ظاہر ہوتی ہیں اور یہ اس وقت جب اچانک شور و غل ہو یا کوئی چیز اچانک گر جائے یا اس طرح کی کوئی اور چیز پیش آ جائے۔ تقریباً چھٹے مہینہ سے یہ ہو جاتا ہے کہ جب کوئی اجنبی اور نیا آدمی آ جائے تو بچہ اس سے ڈرنے لگتا ہے۔ پھر جب ایسا بچہ تیسرے سال میں داخل ہوتا ہے تو وہ بہت سی چیزوں سے ڈرنے لگتا ہے۔ مثلاً: حیوانات، گاڑیاں، نشیبی جگہیں، پانی اور اس طرح کی دوسری بہت سی چیزیں۔

عام طور سے لڑکوں کی بنسبت لڑکیاں زیادہ خوف محسوس کرتی ہیں۔ بچوں کا یہ خوف و ڈر ان کے وہم پر مبنی ہوتا ہے۔ بچہ جتنا زیادہ سوچنے کا عادی ہوگا اتنا ہی زیادہ اس میں خوف کا مادہ ہوگا۔

بچوں میں خوف و ڈر کی بیماری کے اہم اسباب یہ ہیں:

- ماں کا بچے کو سایوں، تاریکی اور فرضی بلاؤں وغیرہ سے ڈرانا
- ماں کا زیادہ ناز نخرے اٹھانا، بچے کے لیے ضرورت سے زیادہ بے چین ہونا
- بچے کو الگ تھلگ رہنے اور گھر کی دیواروں کے پیچھے چھپنے کا عادی بنانا
- جنوں، بھوتوں اور چڑیلوں کی فرضی کہانیاں سنانا

اور ان کے علاوہ بھی کئی دیگر اسباب ہیں جو مشاہدے اور تجربے سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

بچوں میں پائے جانے والے خوف وڈر کے اس مرض کا علاج کرنے کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے:

۞... بچے کو شروع ہی سے اللہ پر ایمان، اس پر توکل اور ہر پیش آنے والی چیز پر اللہ کے سامنے گردن جھکانے کی تربیت دینا۔ بلاشبہ اگر بچے کی تربیت ان ایمانی حقائق کے مطابق ہو اور اس کو ان روحانی وبدنی عبادات کا عادی بنادیا جائے تو وہ کسی بھی مشکل کے وقت نہ تو خوف زدہ ہوگا اور نہ ہی کسی مصیبت پر روئے دھوئے گا۔

۞... بچے کو مناسب حد تک آزادی دینی چاہیے۔

۞... بچے پر تھوڑی بہت ذمہ داری ڈالنی چاہیے اور اس کی عمر کے مطابق مختلف کاموں کا بوجھ اس پر ڈالنا چاہیے۔

۞... بچوں کو جن، بھوت، چڑیل، چور، ڈاکو، شیر، کتے وغیرہ سے نہیں ڈرانا چاہیے، خصوصاً جب وہ رو رہا ہو تاکہ بچہ خوف وڈر کے سائے سے بھی دور رہے اور شروع سے ہی اس کے دل میں بہادری اور جرأت کے جذبات پروان چڑھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہدایات سے پتا چلتا ہے کہ بچوں کو شجاعت اور بہادری کی تربیت دینے کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ مستقبل میں وہ اسلام کے بہترین خادم بنیں اور ایسا مضبوط معاشرہ تشکیل دیں جو دنیا میں اسلام اور

مسلمانوں کا نام بلند کرنے کا ذریعہ بنے۔

(۳) احساس کمتری کی بیماری:

کمی کا احساس اور دوسروں سے کم ہونے کا شعور ایک ایسی نفسیاتی کیفیت ہے جو بعض بچوں میں پیدائشی ہوتی ہے اور بعض میں بیماری کی وجہ سے یا ناقص تربیت یا ناموافق اقتصادی حالات کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے......

نفسیاتی بیماریوں میں سب سے خطرناک بیماری یہی ہے جو بچے کو بے کار، کم حوصلہ اور بزدل بنا کر اُسے کم ہمتی اور مجرمانہ زندگی کی طرف دھکیل دیتی ہے۔

والدین کے لیے ضروری ہے کہ اس بیماری سے بچاؤ کی وہ تمام تدابیر اختیار کریں جو بچے کو کمتری کے شعور، نقص کے احساس اور نفسیاتی پیچیدگیوں سے بچائیں تاکہ بچوں کی صحیح نفسیاتی تربیت ہو سکے اور ان میں عمدہ و اچھے اخلاق پیدا ہو سکیں۔

وہ اسباب جو بچے کی زندگی میں احساسِ کمتری پیدا کرتے ہیں درج ذیل ہیں:

۱- تذلیل و تحقیر اور اہانت آمیز سلوک
۲- ضرورت سے زیادہ ناز نخرے اٹھانا
۳- بچوں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا
٤- جسمانی بیماریاں
۵- یتیمی
٦- فقر و فاقہ اور غربت

اب ہم ان عوامل میں سے ہر ایک پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے اور اسلام نے اس کا جو علاج بیان کیا ہے اسے بھی ذکر کریں گے۔

۞ ...تحقیر و تذلیل اور اہانت آمیز سلوک:

یہ بچے کے نفسیاتی بگاڑ کا سب سے بدترین سبب اور بچوں میں احساس کمتری پیدا کرنے اور اس بیماری کو پکا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ بسا اوقات ہوتا یوں ہے کہ ماں باپ جب بچے کی کوئی غلطی دیکھتے ہیں تو پہلی مرتبہ ہی اس کی تشہیر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ

اگر وہ ایک مرتبہ بھی جھوٹ بول دے تو ہم اسے ہمیشہ ''جھوٹے'' کے نام سے پکارتے ہیں اور اگر وہ اپنے چھوٹے بھائی کو ایک مرتبہ بھی تھپڑ رسید کر دے تو ہم اسے ''لڑاکو'' کہنے لگتے ہیں اور اگر وہ اپنی چھوٹی بہن کے ہاتھ سے چالاکی سے سیب چھین لے تو ہم اسے ''مکار'' کہنے لگتے ہیں اور اگر وہ اپنے والد کی جیب سے قلم نکال لے تو ہم اسے ''چور'' کے نام سے پکارنے لگتے ہیں اور اگر ہم اس سے پانی کا گلاس مانگیں اور وہ فوراً نہ لائے تو ہم اسے ''سست'' کے نام سے پکارنے لگتے ہیں اور اس طرح سے اس کی پہلی لغزش یا غلطی اس کے بہن بھائیوں اور سب گھر والوں کے سامنے مشہور کر دیتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں بچے سے اہانت آمیز سلوک کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بچے کو اس کے بہن بھائیوں، رشتہ داروں اور بعض اوقات بچے کے دوستوں کے سامنے بھی ناپسندیدہ اور برے الفاظ سے پکارا جاتا ہے حتی کہ بعض اوقات تو ان اجنبی لوگوں کے سامنے بھی یہ باتیں کہہ دی جاتی ہیں جنہیں بچے نے پہلے کبھی دیکھا بھی نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اس صورتحال کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بچہ اپنے آپ کو حقیر اور ایسا بے کار ونکما سمجھنے لگے گا جس کی نہ کوئی حیثیت ہے، نہ عزت، نہ قدر وقیمت۔ اس کی وجہ سے بچے میں ایسی نفسیاتی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ دوسروں کو ناپسندیدگی اور حسد ونفرت کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے اور اپنے آپ کو دوسروں سے کم تر، عاجز اور شکست خوردہ سمجھنے لگتا ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب ہم بچوں بچیوں کے ساتھ ایسا غلط سلوک کرتے ہیں تو ہم کتنی بڑی غلطی کرتے ہیں۔

بھلا بتایئے! جب ہم نے بچپن سے ہی بچوں کے دلوں میں نافرمانی اور سرکشی کے بیج بو دیے ہوں تو ہم ان سے اطاعت وفرمانبرداری، عزت واحترام اور تحمل وبردباری کی کیسے توقع کر سکتے ہیں؟

ہمیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ والدین کی طرف سے بچے کو جو سخت سست کہا جاتا یا برے القاب سے نوازا جاتا ہے، وہ اس کے کسی چھوٹے یا بڑے جرم یا غلطی کی وجہ سے ہی ہوتا ہے اور والد کا مقصد اصلاح وتربیت ہی ہوتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس گناہ کا علاج چھوٹتے ہی غصے وناراضگی سے نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ اس سے بچے کے ذہن پر بہت خطرناک اثرات پڑتے ہیں اور اس کا کردار بری طرح مجروح ہوتا ہے۔

اگر بچے سے کوئی غلطی یا لغزش ہوجائے تو اسلام بچے کی اصلاح کا کیا طریقہ بتلاتا ہے؟ یہ سمجھنے کی بات ہے۔

علاج کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہم نرمی و پیار سے اسے اس کی غلطی سمجھائیں اور مضبوط دلیلوں سے اس کو یہ ذہن نشین کرائیں کہ اس سے جو حرکت سرزد ہوئی ہے اسے کوئی بھی عقل مند اور سمجھ دار انسان کبھی بھی پسند نہیں کرے گا۔

اگر اس طریقے سے وہ سمجھ جائے تو ہمیں اپنا مقصد یعنی اس کی اصلاح، حاصل ہوگیا ورنہ پھر اس کے علاج کا دوسرا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جسے ہم عنقریب ''سزا کے ذریعہ تربیت'' کے عنوان کے تحت بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ

۞...ضرورت سے زیادہ ناز نخرے اٹھانا:

یہ بھی بچے کے نفسیاتی واخلاقی بگاڑ کا خطرناک سبب ہے۔ اس لیے کہ عام حالات میں اس کا نتیجہ شرمیلے پن، ہر ایک سے ناز برداری کی توقع، مردانگی اور بہادری کے فقدان، اپنے اوپر عدم اعتماد، بے راہ روی کی طرف بڑھنے اور ساتھیوں سے پیچھے رہنے کی شکل میں نکلتا ہے۔

آپ ہی بتایئے کہ جس بچے کی یہ حالت اور یہ کیفیت ہو، کیا وہ کامل ومکمل انسان ہوسکتا ہے؟ کیا وہ معاشرہ کے لیے فائدہ مند فرد بن سکتا ہے؟ اور کیا وہ ایسی شخصیت بن سکتا ہے

جسے اپنی ذات پر اعتماد اور بھروسہ ہو؟

اگر ان سوالوں کا جواب نہیں میں ہے.....

تو پھر والدین بچے کے حد سے زیادہ ناز کیوں اُٹھاتے ہیں؟ اس کی پرورش نازنخرے اٹھا کر کیوں کرتے ہیں؟ اور بچے سے ضرورت سے زیادہ بے جالاڈ پیار کیوں کرتے ہیں؟

اور خاص کر ماں، اس لیے کہ ماں بچے کا ضرورت سے زیادہ خیال کرتی ہے۔ یہ کہنا بھی درست ہے کہ ماں وہم کا شکار ہوتی ہے جو اسے اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ ہر وقت اپنے بچے کو گلے سے لگائے رکھے اور اس انداز سے اس کے ناز اٹھائے جو اعتدال کی حد سے باہر ہو۔

یہ نہایت خطرناک بات ہے اور اسے ہم ان ماؤں میں بہت نمایاں پاتے ہیں جو بچے کی اسلامی تربیت کے قواعد وضوابط سے نا آشنا ہیں لہٰذا وہ بچے کی تربیت میں درج ذیل غلطیاں کرتی ہیں:

۞ ...وہ بچے کو ان کاموں کی بھی اجازت نہیں دیتیں جن کو وہ آسانی سے کرسکتا ہے، اور سمجھتی ہیں کہ ان کا یہ رویّہ بچے کے ساتھ شفقت اور اس سے محبت کی وجہ سے ہے۔

۞ ...اس غلط تربیت کا ایک اظہار بچے کو ہمیشہ سینے سے لگائے رکھنا بھی ہے۔ چنانچہ ماں جب بھی فارغ ہوتی ہے تو ذرا دیر کے لیے بھی بچے کو نہیں چھوڑتی، چاہے اسے گود میں لینے کی ضرورت ہو یا نہ ہو؟

۞ ...ماں اس خوف سے کہ کہیں بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے، ایک لمحے کے لیے بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتی۔

۞ ...ان غلط رویّوں میں سے یہ بھی ہے کہ جب بچہ گھر کا سازوسامان خراب کردے یا میز پر چڑھ جائے یا قلم سے دیوار سیاہ کرڈالے تو ایسی صورت میں بھی ماں اس سے پوچھ پچھ اور روک ٹوک نہ کرے۔

ضرورت سے زیادہ ناز نخرے اٹھانے کی بیماری والدین میں اس وقت اور بھی خطرناک شکل اختیار کر لیتی ہے جب ان کے یہاں کافی عرصے کے بعد اولاد پیدا ہو، یا چند لڑکیوں کی پیدائش کے بعد لڑکا پیدا ہو، یا بچہ کسی ایسی بیماری میں گرفتار رہ چکا ہو جس سے اس کی جان کے لالے پڑ گئے ہوں اور پھر اس کو تندرستی نصیب ہوئی ہو۔

والدین اور خصوصاً ماں کو چاہیے کہ وہ ان طریقوں کو اختیار کریں جو اسلام نے بچوں کی تربیت کے سلسلے میں مقرر کیے ہیں، مثلاً:

- بچے سے محبت اور اس کے ساتھ تعلق میں اعتدال رکھا جائے اور ہر پریشانی اور مصیبت کے وقت اللہ کے حکم کے سامنے گردن جھکانے کی عادت ڈالی جائے۔
- بچہ جب سمجھ دار ہو جائے اور سمجھانے کے باوجود غلطی کرے تو اس کو سزا دینے کی جتنی ضرورت ہو۔اتنی سزا دینا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بچے تھے، آپ کی اس وقت کی شخصیت کو بھی نمونہ بنایا جائے۔اس لیے کہ آپ نبوت سے قبل بھی بہترین نمونہ تھے اور اس کے بعد بھی۔

- بچے کی تربیت سادگی، خود اعتمادی، فرائض کے احساس اور حق گوئی کی جرأت پیدا کر کے کی جائے۔

۞...بچوں میں ایک دوسرے پر ترجیح دینا:

یہ بھی بچے میں نفسیاتی بگاڑ پیدا کرنے کا ایک بڑا سبب ہے۔ چاہے یہ ترجیح اور فرق کچھ دینے کے سلسلے میں ہو یا محبت سے پیش آنے یا کسی دوسرے معاملہ میں؟

بچوں کے ساتھ ایسے برتاؤ کا ان کی نفسیات اور کردار پر بہت برا اثر پڑتا ہے، اس لیے کہ اس کی وجہ سے بچے میں حسد کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ وہ گھبرانے، جھینپنے، الگ تھلگ رہنے اور بلاوجہ رونے دھونے لگتا ہے۔ اس کی طبیعت میں لڑائی جھگڑا، نافرمانی اور بغاوت پیدا

ہوتی ہے۔ بچہ رات کو ڈرنے لگتا ہے اور مختلف اعصابی بیماریوں کا شکار ہو کر احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ہاں! کبھی کبھی بچے سے محبت نہ کرنے اور دوسروں کو اس پر ترجیح دینے کے کچھ ظاہری اسباب بھی ہوتے ہیں، مثلاً یہ کہ:

- وہ اس جنس سے تعلق رکھتا ہو جسے لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے ناپسند کرتے ہیں یعنی وہ لڑکی ہے۔
- یا یہ کہ خوبصورتی اور ذہانت میں دوسروں سے کم ہے۔
- یا یہ کہ اس میں کوئی جسمانی نقص پایا جاتا ہے یا..... یا.....

لیکن یہ تمام چیزیں بچے کو ناپسند کرنے اور اس کے بہن بھائیوں کو اس پر ترجیح دینے کا جواز نہیں بن سکتیں۔

آپ ہی بتایئے! اگر بچہ لڑکی کی شکل میں پیدا ہوا ہے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے؟

اور اگر وہ بدصورت ہے تو اس میں اس کا کیا جرم ہے؟

اور اگر وہ ذہین یا سمجھدار نہیں تو اس میں اس کا کیا دخل ہے؟

اور اگر بچپن ہی میں کسی جسمانی نقص یا بیماری کا شکار ہونا اس کی تقدیر میں لکھا تھا تو اس میں اس کا کیا قصور ہے؟

اگر والدین یہ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد نفسیاتی پیچیدگیوں، احساس کمتری اور بغض وحسد میں مبتلا نہ ہو تو ان کے سامنے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر عمل کریں:

''اللہ سے ڈرو! اور اپنی اولاد کے درمیان برابری اور انصاف کرو۔''[1]

اور اللہ نے ان کے لیے جو بھی فیصلہ کر دیا ہے خواہ بیٹوں کا ہو یا بیٹیوں کا، اس پر صابر وشاکر

۱- صحيح مسلم، كتاب الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد في الهبة: ۳۰۵۵

رہیں۔ اسی طرح ان کا فرض یہ بھی ہے کہ وہ اس بات کی پوری کوشش کریں کہ ان کی تمام اولاد میں محبت، بھائی چارے اور مساوات کی روح جلوہ گر ہو، تاکہ وہ الفت و پیار، سچی محبت اور عدل وانصاف سے بھرپور رویّوں کے سائے میں مزے کی زندگی گزار سکیں۔

۞... جسم کے کسی عضو کا نہ ہونا یا متاثر ہونا:

یہ بھی ان چیزوں میں سے ہے جو بچے میں نفسیاتی بگاڑ پیدا کرتی ہیں۔ اس لیے کہ عام طور سے اس کا اثر احساس کمتری اور زندگی سے نفرت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

اگر خدانخواستہ بچپن سے ہی بچے کو کوئی جسمانی نقص لاحق ہو جائے، مثلاً بھینگا یا بہرا پن یا باؤلا پن یا تتلانا اور بولنے میں زبان کا صاف نہ ہونا، تو ایسی صورت میں مناسب یہ ہوتا ہے کہ اس کے ماں، باپ، بہن، بھائی، رشتے دار، پڑوسی، دوست اور اہل وعیال سب کے سب اس کے ساتھ محبت والفت، نرمی، اچھے اخلاق اور شریفانہ برتاؤ کا اظہار کریں اور اسے اس کی کمزوری کا احساس نہ ہونے دیں، ورنہ اس کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

۞... بچے کا یتیم ہونا:

یہ بھی بچے میں نفسیاتی بگاڑ پیدا کرنے کا ایک سبب ہے، خصوصاً اس صورت میں جب وہ ایسے معاشرے میں ہو جس میں یتیم کا خیال نہ رکھا جاتا ہو، اس کے غموں کا مداوا نہ کیا جاتا ہو اور اس کی طرف شفقت ومحبت اور پیار کی نظر سے نہ دیکھا جاتا ہو۔ اسی چیز کو سامنے رکھ کر اسلام نے یتیم بچے کا بہت زیادہ خیال رکھنے کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ اچھے برتاؤ اور اس کی ضروریات زندگی کے پورے کرنے کا بہت اہتمام کیا ہے تاکہ وہ ایک کامیاب انسان بنے اور باوقار زندگی گزارے۔

۞... غربت:

بچہ جب آنکھیں کھولتا ہے اور اپنے والدین کو غربت اور اپنے خاندان کو محرومی کا شکار

دیکھتا ہے تو وہ نفسیاتی الجھنوں میں پڑ جاتا ہے۔ اور یہ صورت حال اس وقت اور زیادہ گھمبیر صورتِ حال اختیار کرتی جاتی ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کے ہم عمر بچے تو مزے کررہےہیں، ناز ونعمت میں ہیں اور اسے پیٹ بھرنے کو اچھا لقمہ اور تن ڈھانپنے کو اچھے کپڑے نہیں ملتے۔ یہی دیکھتے اور سوچتے سوچتے وہ بچہ رفتہ رفتہ نفسیاتی پیچیدگیوں اور احساسِ کمتری جیسی خطرناک بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے۔

اسلام نے غربت کا علاج دو چیزوں سے کیا ہے:

۱- انسانیت کے احترام ۲- امداد باہمی کے اصول

انسان اور انسانی عزت کا احترام اسلام نے اس طرح کیا ہے کہ اس نے تمام قوموں کو انسان ہونے کے اعتبار سے برابر قرار دیا ہے اور اگر کہیں پر ترجیح کی ضرورت ہوئی بھی تو اسلام نے تقویٰ، نیک اعمال اور ایثار وقربانی کی بنیاد پر ترجیح دی ہے۔

رہے امداد باہمی کے اصول تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے غربت کے حل کے لیے امداد کے جو اصول مقرر کیے ہیں وہ اس جدید دور میں بھی جبکہ انسان نے معاشیات و اقتصادیات میں بہت زیادہ ترقی کرلی ہے، اعلیٰ ترین اور کارآمد اصول ہیں۔

اسلام نے اس شخص کو کامل کامل مسلمان شمار نہیں کیا جو خود تو پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کا پڑوسی بھوک کا شکار ہو اور اس کو اس کی خبر بھی ہو۔ اسلام نے ضرورت مندوں کی امداد اور اُن کی خدمت کو بہترین نیکی اور بڑا اونچا عمل قرار دیا ہے۔ تنگی اور سختی کے وقت اسلام نے غریبوں اور ناداروں کی امداد کو اہم فریضہ قرار دیا ہے۔

(٤) بغض وحسد کی بیماری:

حسد کا مطلب یہ ہے کہ انسان دوسرے کے پاس موجود نعمت اس سے چھن جانے کی تمنا کرے۔ یہ ایک خطرناک معاشرتی بیماری ہے۔ اگر ماں اپنے بچوں کی اس بیماری کا

علاج نہیں کرے گی تو اس کے خطرناک نتائج نکلیں گے۔ ماں کو چاہیے کہ بچے کی تربیت بہت حکمت سے کرے۔ اور ان طریقوں کو اپنائے جو بچے کے دل سے حسد کی بیماری ختم کرتے ہیں، مثلاً:

۞...اگر نئے بچے کی آمد کی وجہ سے پہلے بچے کو یہ محسوس ہو رہا ہو کہ اس کے والدین اس سے پہلے جیسی محبت اور پیار نہیں کر رہے ہیں تو والدین کو چاہیے کہ وہ بچے کو یہ احساس دلانے کی پوری کوشش کریں کہ اس کی محبت ان کے دلوں سے کبھی ختم نہیں ہوگی۔

۞...اور اگر بچے کے بُرے بُرے نام رکھنا یا سخت سست الفاظ سے اس کو پکارنا اس کے سینہ میں حسد اور بغض کی آگ بھڑکاتا ہو تو والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو اس طرح کے الفاظ سے ہرگز نہ پکاریں۔

۞...اور اگر تحائف دینے یا برتاؤ میں کسی ایک بچہ کو ترجیح دینے سے دوسرے بچے کو تکلیف پہنچتی ہو اور اس میں حسد کی بیماری پیدا ہوتی ہو تو والدین کو چاہیے کہ بچوں کے چیزیں لاکر دینے یا محبت سے پیش آنے میں سب بچوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کریں۔

(۵) غصے کی بیماری:

غصہ ایک نفسیاتی بیماری ہے جس میں کچھ بچے اپنی زندگی کی ابتدا ہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھر وہ ساری زندگی ان کے ساتھ لگی رہتی ہے۔

اس لیے ماں کو چاہیے کہ بچے کی ابتدائی عمر سے لے کر شعور کو پہنچنے تک اس بیماری سے بچانے کا خوب اہتمام کرے۔ غصے کی بیماری کم یا ختم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بچے کو غصے کے اسباب سے بچایا جائے تاکہ غصہ اس کا مزاج، عادت اور فطرت نہ بن جائے۔

۞...اگر غصے کا سبب یہ ہو کہ بلاوجہ بچے کی توہین کی جاتی ہو، اسے ڈانٹا ڈپٹا جاتا ہو تو ایسی صورت میں ماں کا فرض ہے کہ وہ اپنی زبان سے ایسے اہانت آمیز الفاظ نہ نکالے۔

۞ ...اور اگر غصے کا سبب بچے کا اپنے ماں باپ کی دیکھا دیکھی غصہ کرنا ہو تو والدین کو چاہیے کہ وہ حلم و بردباری اور وقار و سکون کا مظاہرہ کریں اور غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھ کر خود کو بچے کے لیے ایک مثالی نمونہ ثابت کریں۔

۞ ...اور اگر غصے کا سبب ضرورت سے زیادہ ناز نخرے اٹھانا اور عیش وعشرت میں پرورش کرنا ہو تو ماں کو چاہیے کہ وہ بچوں کی محبت میں اعتدال سے کام لے اور ان پر خرچ کرنے میں میانہ روی کو اختیار کرے۔

٦- معاشرتی تربیت کی ذمہ داری:

معاشرتی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ بچے کو شروع ہی سے ایسے اعلیٰ معاشرتی آداب کا عادی بنا دیا جائے جو اسلامی عقیدے اور گہرے ایمانی شعور سے پھوٹ کر نکلتے ہیں تاکہ بچہ معاشرے میں حسنِ اخلاق، ادب، سنجیدگی، عقل کی پختگی غرضیکہ ہر حیثیت سے ایک بہترین فرد بنے۔

والدین پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں میں سب سے اہم ذمہ داری یہی ہے بلکہ یہ ذمہ داری اس تربیت کا نچوڑ ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے...اس لیے کہ یہی وہ چیز ہے جو بچے کو حقوق کی ادائیگی، آداب کا خیال رکھنے اور دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا عادی بناتی ہے۔

والدین کو چاہیے کہ وہ اس حوالے سے بھرپور جدوجہد کریں تاکہ اپنی اس عظیم ذمہ داری کو پورا کر سکیں اور ایک ایسا معاشرہ تعمیر کر سکیں جس کی بنیاد ایمان، اخلاق، معاشرتی تربیت اور اعلیٰ اسلامی اقدار پر قائم ہو۔

وہ کون سے عملی طریقے ہیں جو بہترین معاشرتی تربیت کا ذریعہ بنتے ہیں؟

علمائے اسلام کی نظر میں یہ چار ہیں:

۱- بہترین نفسیاتی اصولوں کو اپنانا
۲- دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا

۳- معاشرتی آداب کا خیال رکھنا　　　۴- اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا

پہلی چیز - نفسیاتی اصولوں کو اپنانا:

اسلام نے معاشرے کے تمام افراد کی چاہے وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، مرد ہوں یا عورتیں، بوڑھے ہوں یا جوان، تربیت کی بنیاد ایسے عظیم نفسیاتی اصولوں اور تربیتی قواعد پر رکھی ہے جن کے بغیر اسلامی شخصیت کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

جن نفسیاتی خوبیوں کو اسلام لوگوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے ان میں سے اہم درج ذیل ہیں:

۱- تقویٰ:

یہ اس گہرے ایمانی شعور کا نتیجہ ہے جو اللہ عزوجل کے حاضر ناظر ہونے کے خیال، اس کے خوف، اس کے عذاب و ناراضگی کے ڈر، اس کے عفو و درگزر اور ثواب کی امید کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ علماء نے تقویٰ کی تعریف یہ کی ہے: ''اللہ تعالیٰ انسان کو اس جگہ نہ دیکھے جہاں اس نے منع کیا ہے اور وہاں سے غائب نہ پائے جہاں حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔'' اور بعض حضرات نے تقوای کی تعریف یہ کی ہے: ''اچھے اعمال کر کے اللہ کے عذاب سے بچنا اور لوگوں کے سامنے بھی اور تنہائی میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔''

۲- اسلامی اخوت:

یہ ایک ایسا نفسیاتی جذبہ ہے جو ہر اس شخص کے ساتھ نرمی، محبت اور احترام سے پیش آنے کا شعور پیدا کرتا ہے جس کا انسان سے ایمان اور تقوی کی بنیاد پر تعلق ہو۔ بھائی چارے کا یہ شعور اور سچا احساس جہاں مسلمان کے دل میں تعاون، ایثار و شفقت اور انتقام پر قدرت کے باوجود معاف کرنے کے بہترین جذبات پیدا کرتا ہے وہاں مسلمان کو اس بات پر بھی مجبور کرتا ہے کہ وہ ایسے تمام کاموں سے بچے جو لوگوں کی جان، مال یا عزت و آبرو کو نقصان پہنچائیں۔ اسلام نے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ اخوت و بھائی چارگی صرف اور

صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو۔

۳- رحم:

رحم نام ہے دل کے نرم اور ضمیر کے حساس ہونے کا۔ یہ ایسا جذبہ ہے جو دوسروں کے ساتھ ہمدردی، دوسروں کے دُکھ درد میں شریک ہونے اور ان کے غموں اور تکالیف میں ان کے کام آنے پر ابھارتا ہے۔ رحم ہی ایک ایسی چیز ہے جو مسلمان کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ کسی مسلمان کو تکلیف دینے سے باز رہے۔ جرائم سے کنارہ کش رہے اور تمام لوگوں کے لیے خیر و بھلائی اور سلامتی کا ذریعہ ہو۔

٤- ایثار:

یہ ایک ایسا جذبہ ہے جس کے نتیجے میں انسان دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہے۔ ایثار کی اہمیت سمجھنے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ قرآن کریم اور احادیث نے اسلامی تاریخ کی عظیم روایت یعنی انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بھائی چارگی، غم خواری، ایثار، شفقت اور محبت کی عظیم ترین مثالیں محفوظ کی ہیں۔ یہ ایثار، رحم دلی اور شفقت جو انصار کے اخلاق میں نمایاں تھی، اس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ قربانی، ایثار اور خود فراموشی کے یہ جذبات ہمیں اپنے بچوں میں پیدا کرنا چاہییں اور شروع ہی سے انہیں ان کی تربیت دینا چاہیے۔

۵- عفو و درگزر:

عفو و درگزر بہت اچھی فطری عادت ہے جو مضبوط ایمان اور بہترین اسلامی اخلاق کی علامت ہے۔ یہ ایک ایسی صفت ہے جس کی وجہ سے انسان دوسروں کی لغزشوں کو معاف کرتا ہے، ان کی غلطیوں سے چشم پوشی کرتا ہے اور اپنے حق سے دست بردار ہو جایا کرتا ہے، چاہے زیادتی کرنے والا کتنا بڑا ظالم ہی کیوں نہ ہو...... لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ مظلوم شخص بدلہ اور انتقام لے سکتا ہو اور زیادتی اسلام کے کسی حکم کے خلاف نہ ہو رہی ہو۔ ورنہ معاف کرنا ذلت

ورسوائی، عاجزی اور ہتھیار ڈالنے کے مترادف ہوجائے گا۔

٦- جرأت وبہادری:

یہ ایک ایسی نفسیاتی طاقت ہے جسے مومن ایک اکیلے خدا پر ایمان لانے کے عقیدے کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔

مومن کو اللہ کی ذات پر جتنا ایمان ہوگا، اتنا ہی وہ جرأت وشجاعت اور کلمۂ حق کے اظہار میں بے باک ہوگا۔ اگر ہم تاریخ کے اوراق میں مسلمانوں کے حالات کا مطالعہ کریں تو ہمیں عظیم کارناموں، بہادری کے واقعات سے لبریز سرگزشتوں اور دینِ حق کے لیے جرأت بھری قربانیوں سے بھرپور وسیع ذخیرہ ملے گا۔

ثابت قدمی وجرأت کی یہ عظیم عادت پر ہمیں اپنے بچوں کی گھٹی میں ڈالنی چاہیے۔

☆.....☆.....☆

یہ وہ اہم نفسیاتی اصول ہیں جنہیں دین اسلام مسلمان بچے میں پیدا کرنے کی پوری جدوجہد کرتا ہے اور یہ مسلمان شخصیت کی تعمیر میں مدد دیتے ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کو یہ اصول اپنانے کی بھرپور تربیت دیں۔

دوسری چیز - دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا:

بچے کو معاشرتی حقوق ادا کرنے کی تربیت دینے کا مقصد یہ ہے کہ افراد کی اجتماعی تربیت ہو تا کہ مسلمانوں کا معاشرہ ایک دوسرے کے ساتھ اچھے برتاؤ، عمدہ اخلاق بہترین آداب، باہمی محبت اور خیرخواہی کا جیتا جاگتا نمونہ ہو۔

وہ اہم معاشرتی حقوق جن کی بچے کو تربیت دینی چاہیے تا کہ وہ اچھی طرح سے انہیں ادا کرسکے یہ ہیں:

١- والدین کا حق　　٢- رشتہ داروں کا حق　　٣- پڑوسیوں کا حق

٤- استاد کا حق   ٥- بڑے کا حق

آئندہ صفحات میں ہم ان حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے تاکہ خواتین بچوں کو شروع ہی سے ان کا عادی بنائیں۔

۱- والدین کا حق:

خواتین کا سب سے بڑا اور اہم ترین فریضہ یہ ہے کہ وہ بچے کو والدین کے حقوق سمجھائیں اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، اطاعت و فرمانبرداری، اچھا برتاؤ، ان کی خدمت اور ان کا خیال رکھنے، ان کے ساتھ زور سے بات نہ کرنے اور دیگر ضروری آداب کا خیال رکھنے کا پابند کریں۔

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کے سلسلہ میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی چند احادیث بہت اہم ہیں۔ خواتین کو چاہیے کہ یہ احادیث اپنے بچوں کو بچپن سے ہی ذہن نشین کرائیں تاکہ وہ زندگی بھر ان کے مطابق عمل کریں۔

مسلم خواتین کا یہ بھی فرض ہے کہ بچوں کو سمجھائیں کہ والدین کی نافرمانی شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔

- نافرمانی میں ان کی مخالفت کرنا اور ان کے حقوق ادا نہ کرنا بھی شامل ہے۔
- غصے کے وقت بیٹے کا باپ کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھنا بھی اس میں داخل ہے۔
- نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے کہ بیٹا اپنے آپ کو باپ کے برابر سمجھے۔
- نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے کہ بیٹا والدین کے ہاتھ چومنے کو برا سمجھے یا ان کے احترام میں کھڑا نہ ہو۔
- نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے کہ بیٹا احساس برتری اور خود فریبی کا شکار ہو جائے اور وہ اپنے والد کا تعارف کرانے سے شرمائے، خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ بیٹا کسی بڑے عہدے پر فائز ہو۔

- اورسب سے بڑی نافرمانی یہ ہے کہ بیٹا والدین کی کسی بات پر ناک بھوں چڑھائے، ان کے سامنے اونچی آواز سے بولے، بے ادبی کرے یا خدانخواستہ ان کی توہین کر کے انہیں بُرا بھلا کہہ کر اپنی دنیا وآخرت خراب کرے۔

والدین کے کچھ حقوق وآداب:

-والدین کے ہر حکم کی اطاعت کرنا سوائے اس حکم کے جس میں اللہ کی نافرمانی ہو۔

- اگر وہ پکاریں تو فوراً جواب دینا
- جب وہ آئیں تو ان کے احترام کے لیے کھڑا ہوجانا
- ان سے پہلے کسی جگہ داخل نہ ہونا اوران سے آگے نہ چلنا
- ان سے نرمی کے ساتھ پیش آنا
- ان کی عزت وشہرت کوداغدار کرنے اوران کے مال کوضائع ہونے سے بچانا
- ان کا اکرام کرنا اورجس چیز کی ان کوضرورت ہوان کوپیش کرنا
- اہم امور میں ان سے مشورہ کرنا
- ان کے لیے کثرت سے دعا اوراستغفار کرنا
- اگران کا کوئی مہمان آجائے تو قریب رہنا اوران کے اشارے کا منتظر رہنا تا کہ اگر وہ کسی چیز کا حکم دیں تو اسے فوراً بجالاسکے
- ان کے کہے بغیر خود سے ایسے کام کرنا جن سے ان کا دل خوش ہوتا ہو
- ان کے سامنے زیادہ زور سے بات نہ کرنا
- جب وہ بات کررہے ہوں توان کی بات نہ کاٹنا
- ان کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلنا
- جب وہ سوئے ہوئے ہوں توان کو پریشان نہ کرنا

- اگر ان کی کوئی بات پسند نہ ہو تو اس پر ناگواری کا اظہار نہ کرنا
- ان کے سامنے بلاوجہ نہ ہنسنا
- ان سے پہلے کھانا شروع نہ کرنا
- برتن میں ان کے سامنے سے نہ کھانا
- ان کے سامنے ٹانگیں پھیلا کر نہ بیٹھنا
- اگر وہ بیٹھے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر ان کے سامنے لیٹنے سے بچنا
- ان کے رشتہ داروں اور دوستوں کا اکرام اور ان سے حسنِ سلوک کرنا، ان کی زندگی میں بھی اور ان کے مرنے کے بعد بھی۔
- ایسے شخص کے ساتھ نہ رہنا جو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کرتا ہو۔
- والدین کے لیے دعا کرنا خصوصاً ان کی وفات کے بعد، اس لیے کہ انہیں اس سے فائدہ پہنچتا ہے نیز کثرت سے اللہ تعالیٰ کی سکھائی ہوئی یہ دعا پڑھنا:

"رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً." (بنی اسرائیل:۲۴)

"یا رب! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے، آپ بھی ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجیے۔"

۲- رشتہ داروں کا حق:

جب بچہ شعور سنبھالے تو اس وقت سے رشتہ داروں کے حقوق اس کو ذہن نشین کرا دیے جائیں تاکہ ان کے ادب واحترام کی عادت بچے کی فطرت بن جائے اور جب وہ بڑا ہو تو ان کے ساتھ جو حسنِ سلوک کرنا چاہیے، وہ کر سکے۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت کرے۔ اگر ان پر کوئی مصیبت آن پڑے تو ان کے ساتھ تعاون کرے اور ان کی مدد میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے۔

والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بچوں کے سامنے قطع رحمی (رشتہ داروں سے تعلق ختم کردینے یا بدسلوکی کرنے) کے وبال اور اس پر جو برے نتائج مرتب ہوتے ہیں ان کو بیان کریں۔ اسی طرح ان کو وہ فوائد بھی بیان کرنا چاہییں جو صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے پر حاصل ہوتے ہیں۔

۳- پڑوسی کا حق:

جن حقوق کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے ان میں سے پڑوسی کا حق بھی ہے..... لیکن پڑوسی کون ہے؟ ہر وہ شخص جو چالیس گھر تک دائیں بائیں اوپر نیچے پڑوس میں رہتا ہو، یہ سب کے سب آپ کے پڑوسی ہیں، ان سب کے آپ پر کچھ حقوق ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن آپ سے پوچھا جائے گا۔

اسلام کی نظر میں پڑوسی کے حقوق کے متعلق چار بنیادی اصول ہیں:

(۱) انسان پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔

(۲) اگر کوئی شخص پڑوسی کو تکلیف پہنچانا چاہے تو اسے بچائے۔

(۳) اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔

(٤) اس کی بدمزاجی اور اکھڑپن کے بدلے میں بردباری و درگزر سے کام لے۔

پڑوسی کے حقوق کے سلسلہ میں ان اہم بنیادی اصولوں کو دو چیزوں کے بغیر بچے میں پیدا نہیں کیا جاسکتا:

۱- مناسب مواقع پر وقتاً فوقتاً بچوں کو یہ چار باتیں مختلف انداز سے سمجھانا۔

۲- پڑوسیوں کے جو بچے ہم عمر ہیں، ان کے ساتھ میل جول رکھتے وقت ان اصولوں پر عمل کروانا۔

٤- استاد کا حق:

بچے کی تربیت اس طرح کی جائے کہ وہ استاد کے احترام واکرام اور اس کے حقوق ادا کرنے کا عادی بنے، تاکہ بچے میں وہ عظیم معاشرتی ادب پیدا ہو جو اسے اپنے استاد و مرشد کے حقوق ادا کرنے کا عادی بنائے اور خصوصاً جب کہ معلّم نیک ومتقی اور اخلاق وکمالات میں ممتاز ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کے اکرام اور اساتذہ کے احترام کے سلسلہ میں جو ہدایات دی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:

۞...شاگرد کو چاہیے کہ وہ استاد کو عظمت واحترام کی نگاہ سے دیکھے اور اس کو کامل سمجھے۔ اسی صورت میں اس سے استفادہ ہوسکتا ہے۔

۞...شاگرد کو چاہیے کہ معلم واستاد کے حق کو پہچانے اور اس کے مرتبہ ومقام کو یاد رکھے۔ اساتذہ کے لیے ساری زندگی دعا کرتا رہے۔ ان کے انتقال بعد ان کی اولاد، رشتہ داروں اور ان کے دوستوں کا خیال رکھے۔ ان کی قبر پر حاضری دیا کرے۔ ان کے لیے استغفار اور ایصال ثواب کیا کرے۔ ان کی طرف سے صدقہ وخیرات کیا کرے۔ علم اور اخلاق میں ان کی پیروی کرے اور ان کے طور طریقوں کو قابلِ تقلید مثال سمجھ کر اپنائے۔

۞...طالب علم کو چاہیے کہ اپنے استاد کی سخت مزاجی کو برداشت کرے اور اس کی وجہ سے ان کی خدمت میں رہنے اور ان سے استفادہ سے محروم نہ رہے۔ استاد کی ناراضگی پر طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنی غلطی پر معذرت پیش کرے، توبہ کرے اور استاد کے غصہ کا سبب اپنے آپ ہی کو سمجھے۔ ایسی صورت میں استاد کی محبت برقرار رہے گی، اس کا دل خوش رہے گا اور طالب علم کو بھی دین ودنیا اور آخرت کے فوائد حاصل ہوں گے۔

بزرگان دین کا تجربہ ہے کہ: ”جو شخص بھی تعلیم حاصل کرنے میں صبر وتحمل سے کام نہیں لے گا وہ ساری عمر جہالت کی تاریکی میں پڑا رہے گا اور جو اس سلسلے میں صبر وتحمل سے کام

لے گا وہ دنیا و آخرت میں عزت حاصل کرے گا۔"

۞...طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنے استاد کے سامنے نہایت تواضع اور احترام سے بیٹھے۔ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ رہے اور بلا ضرورت دائیں بائیں، آگے پیچھے نہ دیکھے۔ ہر اس حرکت سے بچے جو وقار اور ادب کے خلاف ہو۔

۞...طالب علم کو چاہیے کہ استاد کے پاس اچھی ہیئت اور صاف ستھرے کپڑوں میں حاضر ہو، خصوصاً اگر درس یا بیان ہو تو اور بھی اہتمام کرنا چاہیے۔

یہ وہ اہم آداب و اخلاق ہیں جو بچے کو اپنے والدین سے حاصل کرنے چاہییں۔ والدین کو چاہیے کہ بچے کی اخلاقی و معاشرتی تربیت کو علمی و ثقافتی تعلیم پر مقدم رکھیں۔ جیسا کہ مشہور ہے: "اخلاق اور آداب کی تربیت علمی اور فنی تربیت سے زیادہ ضروری ہے۔" یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانے کے مسلمان اپنے بچوں اور شاگردوں کو تعلیم سے زیادہ ادب سکھانے اور باادب بنانے کا اہتمام کرتے تھے۔

۵- ساتھی کا حق:

اچھے ساتھی اور اچھے دوست کے انتخاب کا بچے کی تربیت اور اخلاق پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ عربی کی مشہور کہاوت ہے: "تم مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ تم کون ہو بلکہ مجھ سے یہ پوچھو کہ تم کس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو؟ اس سے تم مجھے پہچان لو گے کہ میں کون ہوں؟"

اس لیے والدین پر لازم ہے کہ بچے کے لیے اچھے ساتھیوں کا انتخاب کریں اور خصوصاً جب بچہ سمجھدار ہو جائے تو اس کے لیے اس کی عمر کے ایسے نیک ساتھی دیکھنے چاہییں جن کے ساتھ وہ اٹھے بیٹھے، کھیلے کودے، پڑھے لکھے اور ان سے ملا جلا کرے۔ جب وہ کامیاب ہوں تو انہیں تحفہ تحائف پیش کرے۔ اگر وہ ضرورت مند ہوں تو ان کی مدد کرے۔ بیمار ہوں تو عیادت کرے۔ ایسے مواقع فراہم کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بچہ فطری طور پر شریعت کے

مطابق تربیت پائے گا اور مستقبل میں وہ ایک ایسی متوازن اور فعال شخصیت بنے گا جو دوسرے انسانوں کے حقوق اس طریقے سے ادا کرے گا جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور جس کا اسلام حکم دیتا ہے۔

٦- بڑے کا حق:

بڑے سے مراد ہر وہ شخص ہے جو آپ سے عمر میں بڑا ہو، علم میں بڑا ہو، دین اور تقویٰ میں زیادہ ہو اور عزت میں آپ سے بڑھ کر ہو۔

بڑوں کے احترام کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشادات سے ہم مندرجہ ذیل خلاصہ نکالتے ہیں:

- بڑے کو اس کی حیثیت کے مطابق مرتبہ دینا
- تمام کاموں میں بڑے کو پہل کا موقع دینا
- چھوٹوں کو بڑوں کی بے ادبی سے ڈرانا
- بڑے کے استقبال کے لیے کھڑا ہونا
- بڑے کے ہاتھ چومنا

بڑوں کے حقوق کے حوالے سے یہ وہ اہم اور بنیادی امور ہیں جنہیں اسلام نے مقرر کیا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کو ان کا عادی بنائیں اور ان کی تلقین کرتے رہیں، تاکہ بچہ ابتدا ہی سے بڑوں کے احترام اور عمر رسیدہ لوگوں کے ادب واکرام کا عادی بن جائے۔

تیسری چیز - معاشرتی آداب کی پابندی:

بچے کی معاشرتی تربیت کے سلسلے میں اسلام نے جن قواعد کو مقرر کیا ہے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو شروع ہی سے معاشرتی آداب کا عادی بنایا جائے، تاکہ بچہ جب ماں کی

گود سے نکلے اور دنیاوی زندگی کی حقیقتوں کا سامنا کرے تو دوسروں کے ساتھ اس کا برتاؤ نہایت اچھا اور ہمدردانہ ہو اور معاشرے میں اس کا کردار بہترین اور مثالی ہو۔

بچے کی معاشرتی تربیت کے لیے اسے درج ذیل آداب کی تربیت دینی چاہیے:

۱- کھانے پینے کے آداب ۲- سلام کے آداب
۳- اجازت طلب کرنے کے آداب ٤- مجلس کے آداب
۵- بات چیت کے آداب ٦- مزاح کے آداب
۷- چھینک اور جمائی کے آداب

۱- کھانے پینے کے آداب:

- کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا اور کلی کرنا
- کھانے کے شروع اور آخر میں مسنون دعائیں پڑھنا
- کھانے کی جو چیز بھی سامنے آئے اس کی برائی نہ کرنا
- دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھانا
- ٹیک لگا کر نہ کھانا
- اگر کوئی بڑا موجود ہو تو اس سے پہلے کھانا شروع نہ کرنا
- نعمت کی ناقدری اور توہین نہ کرنا
- کھانے سے فارغ ہو کر میزبان کے لیے دعا کرنا

پینے کے آداب درج ذیل ہیں:

- بسم اللہ پڑھ کر پینا، آخر میں الحمد للہ پڑھنا
- تین سانس میں پینا
- بند برتن جس کے اندر نظر نہ آ رہا ہو، سے منہ لگا کر پینا مکروہ ہے

- کھانے پینے کی چیز میں پھونک نہیں مارنی چاہیے
- بیٹھ کر کھانا پینا چاہیے
- سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال منع ہے
- پیٹ کو خوب بھرنا درست نہیں

۲- سلام کے آداب:

- بچے کو سلام کے الفاظ اور مصافحے کا طریقہ سکھانا
- بچے کو اس طرح سے سلام کرنے سے روکنا جس میں غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔
- ماں باپ کو چاہیے کہ وہ بچوں کو سلام کرنے میں خود پہل کریں
- بچے کو سکھایا جائے کہ سلام کرنے میں پہل کرنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

۳- اجازت مانگنے کے آداب:

کسی کے گھر یا دفتر وغیرہ میں بغیر اجازت نہ جانا چاہیے۔ اجازت طلب کرنے کے بھی کچھ آداب ہیں جو ترتیب سے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

- پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے۔
- اجازت طلب کرتے وقت اپنا نام بتانا چاہیے۔
- اجازت تین مرتبہ تک مانگنی چاہیے۔اس کے بعد لوٹ آنا چاہیے۔
- بہت زور سے دروازہ نہیں کھٹکھٹانا چاہیے۔
- اجازت طلب کرتے وقت دروازے سے ایک طرف کو ہٹ جانا چاہیے۔
- اگر گھر والا اس وقت ملاقات نہ کرسکتا ہو تو واپس لوٹ جانا چاہیے۔

۴- مجلس کے آداب:

مجلس کے بھی کچھ آداب ہیں جو بچوں کو سکھانے چاہییں اور ماں جب بچوں کو یہ آداب سکھادے تواسے چاہیے کہ وہ دیکھتی رہے کہ بچے ان پر عمل کررہے ہیں یا نہیں؟ وہ آداب یہ ہیں:

- مجلس میں جائے تو سلام کرے۔
- میزبان جس جگہ بٹھائے اسی جگہ بیٹھ جاتے۔
- لوگوں کے ساتھ بیٹھے۔ درمیان میں جا کر نہ بیٹھے۔
- دوافراد کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔
- نئے آنے والے کو چاہیے کہ اسی جگہ بیٹھ جائے جہاں آخری آدمی بیٹھا ہوا ہو۔
- قریب میں اگر کوئی تیسرا فرد موجود ہو تو دو آدمیوں کو سرگوشیوں میں بات نہیں کرنا چاہیے۔
- اگر کوئی شخص عارضی طور پر مجلس سے اٹھ کر چلا جائے اور پھر مجلس میں واپس آجائے تو اپنی جگہ کا وہی زیادہ حقدار ہے۔ کسی اور کو وہاں نہیں بیٹھنا چاہیے۔
- مجلس سے جاتے وقت اجازت طلب کرنی چاہیے۔
- مجلس کے آخر میں فضول باتوں کے کفارہ کی دعا پڑھنی چاہیے۔ جو یہ ہے:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ."[1]

۵- بات چیت کے آداب:

خواتین کو چاہیے بچپن سے ہی اپنے بچوں کو بات چیت کے آداب بتائیں۔ بات چیت کے آداب، گفتگو کا طریقہ اور جواب دینے کے اصول ذہن نشین کرائیں تاکہ بچہ جب بڑا ہو تو وہ یہ جانتا ہو کہ لوگوں سے کس انداز سے بات کی جاتی ہے؟ اور کس طرزِ گفتگو سے

۱- المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۵٦٥

لوگوں کا دل موہ لیا جاتا ہے؟

گفتگو کے کچھ آداب ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں:

- صاف ستھری زبان میں گفتگو کرنا
- آرام آرام سے ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرنا
- لوگوں کی سمجھ بوجھ کے مطابق بات چیت کرنا
- ایسی گفتگو کرنا جو نہ بہت مختصر ہو اور نہ بہت طویل
- گفتگو کرنے والے کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر اس کی بات سننا

٦- مزاح کے آداب:

اسلام مسلمان کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ دوسروں سے خود بھی مانوس ہو اور دوسروں کو بھی اپنے سے مانوس بنائے۔ وہ خوش اخلاق، خوش طبع، خندہ پیشانی سے ملنے والا، اچھا سلوک اور بہترین برتاؤ کرنے والا ہو، تاکہ جب وہ لوگوں سے ملے جلے تو وہ اس کی طرف کھنچیں اور اس سے مانوس ہوں۔

مزاح و دل لگی کے بھی کچھ قواعد و آداب ہیں، مثلاً:

- بہت زیادہ مزاح نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی حدود سے تجاوز کرے۔
- مزاح میں کسی کو تکلیف، کسی کی بے عزتی یا توہین نہیں ہونے دینا چاہیے۔
- مزاح میں جھوٹ اور غلط بات سے بچنا چاہیے۔

٧- چھینک اور جمائی کے آداب:

- چھینکنے والے کا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہنا اور سننے والے کا جواب میں "یَرْحَمُکَ اللّٰہُ" کہنا۔
- اگر چھینکنے والا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" نہ کہے تو اس کا جواب نہ دیا جائے۔
- چھینک کے وقت منہ پر ہاتھ یا رومال رکھ لینا چاہیے اور جہاں تک ہو سکے آواز کو دبانا چاہیے۔

- تین مرتبہ چھینک آنے تک جواب دینا (اس کے بعد جواب نہ دینا چاہیے)
- غیر مسلم کو چھینک آنے پر "يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ" کہنا چاہیے۔

جمائی کے آداب درج ذیل ہیں:

- جہاں تک ہو سکے جمائی کو دبایا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اوپر والے ہونٹ کے دائیں کنارے کو نچلے دانتوں سے دبالیا جائے۔
- جمائی آتے وقت منہ پر الٹے ہاتھ کی پشت رکھ لینی چاہیے۔
- جمائی کے وقت آواز نکالنا مکروہ ہے۔

☆.....☆.....☆

یہ وہ اہم معاشرتی آداب تھے جو ایک طویل زمانے تک مسلمان معاشرے میں موجود رہے۔ جب مسلمانوں کی اپنی حکومت، اپنی بادشاہت اور اپنا تشخص تھا۔ اس وقت مسلمان حکمران یہ آداب لازم قرار دیا کرتا تھا اور وہ خود یا اس کے مقرر کردہ لوگ اس بات کی نگرانی کرتے تھے کہ کون ان پر عمل کر رہا ہے اور کون کوتاہی کر رہا ہے؟ یہ وہ دور تھا جس میں لوگ مسلمانوں کو دیکھتے تھے تو اسلام کو ان کے عادات واخلاق میں عملی شکل میں موجود پاتے تھے، اسلام ان کے طور طریقوں، حالات، لین دین اور دیگر معاملات میں نمایاں نظر آتا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ لوگ دل سے اسلامی اخلاق اور عدل وانصاف کے گرویدہ ہو جاتے تھے اور خوشی خوشی اسلام قبول کر لیتے تھے۔

یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ دو اہم باتوں کی طرف اشارہ کرتے چلیں:

الف: جن معاشرتی آداب کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے، ان کا اہتمام اسلام اور مسلمانوں کے سوا کسی مذہب نے نہیں کیا۔

ب: یہ آداب اس بات کی علامت ہیں کہ اسلام ایک ایسا عظیم الشان اور کامل دین ہے جو تمام انسانی معاشروں کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا ہے۔ وہ صرف چند عبادتوں کا نام،

دنیا سے الگ تھلگ رہنے والوں کا قانون کاغذی دین یا نام کا مذہب نہیں ہے۔

چوتھی چیز - اچھائی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا:

بچے کی کردار سازی اور معاشرتی تربیت کے اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو اس بات کی تربیت دی جائے کہ وہ گرد و پیش پر نظر رکھے اور موقع بہ موقع ضرورت کے مطابق تنبیہ و اصلاح کرتا رہے اور جن کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے یا جن کے ساتھ اس کا میل جول ہے، ان کی خیر خواہی اور اصلاح کے لیے کوشاں رہے اور جس شخص میں بگاڑ یا خرابی ہو اس کو نرمی اور خیر خواہی کے ساتھ نصیحت کرتا رہے۔ اس کو ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کہتے ہیں۔ یہ اسلام کے ان بنیادی قواعد میں سے ہے جو عوام کے دین کی حفاظت، امت اسلامیہ کے عالمی کردار کے تحفظ اور اعلیٰ اخلاق کی حفاظت کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔

امت مسلمہ کو ایسی ماؤں کی سخت ضرورت ہے جو حقیقت پسند اور فرض شناس ہوں۔ جو بچے کے ہوش سنبھالتے ہی اس میں جرأت و شجاعت اور حق گوئی کی صفت پیدا کر دیں تا کہ بچہ جب اس عمر کو پہنچ جائے جس میں نصیحت و خیر خواہی کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ عمدگی سے اس فرض کو انجام دے سکے۔ وہ اسلام کا داعی اور برائیوں کو ختم کرنے والا بن جائے۔ اس حوالے سے اسے نہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا ہو اور نہ کوئی ظالم و جابر اسے کلمۂ حق کہنے سے روک سکے۔

۷- جنسی تربیت کی ذمہ داری:

بچہ جب ان معاملات کو سمجھنے کے قابل ہو جائے جو جنس سے تعلق رکھتے ہیں اور شادی اور انسانی خواہشات سے متعلق ہیں تو بچے کو ان امور کے بارے میں بنیادی شرعی مسائل سمجھا دیے جائیں تا کہ جب وہ جوانی کی عمر کو پہنچ کر زندگی کے پوشیدہ رازوں سے واقف ہو تو اسے حلال و حرام کا علم ہو۔ وہ شہوت کے پیچھے پیچھے نہ دوڑتا پھرے اور آزادی و بے راہ

روی کا شکار نہ ہو جائے۔

اس حوالے سے جن باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے وہ یہ ہیں:

۱- سات سال سے دس سال تک کی عمر جسے ہوشیاری اور سمجھداری کا زمانہ کہا جاتا ہے، اس میں بچے کو کسی کے گھر وغیرہ جانے کی صورت میں اجازت طلب کرنے اور ادھر ادھر دیکھنے (نظر کی حفاظت کرنے) کے آداب سکھا دینے چاہییں۔

۲- دس سے چودہ سال کی عمر جسے ''قریب البلوغ'' کی عمر کہا جاتا ہے، اس میں بچے کو ان تمام چیزوں سے دور رکھنا چاہیے جو جنسی جذبات کو بھڑکانے والی ہوں۔

۳- بالغ ہونے کے بعد جو زمانہ جوانی کا کہلاتا ہے، اس میں اگر بچے کی فوری شادی نہ کر سکیں تو اسے پاکدامنی کے آداب وفوائد بتا دینے چاہییں۔ اگر اس کی شادی تیار ہو تو اسے جنسی روابط کے ضروری آداب واحکام بتا دینے چاہییں۔

۴- اور آخری بات یہ کہ بچہ جب شعور کی عمر کو پہنچ جائے تو کیا کھل کر اس سے یہ باتیں کر لینی چاہییں؟

یہاں ان چاروں مراحل کو ترتیب سے بیان کیا جائے گا تا کہ والدین کو معلوم ہو کہ ہمارے عظیم دین نے تربیت کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا اور تا کہ والدین تربیت ورہنمائی کے سلسلے میں اللہ کی طرف سے دی گئی ذمہ داری اچھی طرح سے انجام دے سکیں۔

ذیل میں ان چاروں کو ترتیب سے مرحلہ وار ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱) اجازت طلب کرنے کے آداب:

بچوں کو ان اوقات میں گھر والوں کے پاس جاتے وقت اجازت طلب کرنے کے اصول بتا دیے جائیں جن اوقات میں مرد وعورت ایسی حالت میں ہوتے ہیں جس میں وہ کسی چھوٹے بچے کو بھی سامنے آنے دینا نہیں چاہتے۔

ان آداب کو قرآن کریم نے نہایت وضاحت سے بیان فرمادیا ہے جس کے مطابق:

بچوں اور نوکروں کو تین اوقات میں اندر آنے کے لیے اجازت لینا ضروری ہے:

۱: نمازِ فجر سے پہلے، اس لیے کہ لوگ اس وقت عام طور سے سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔

۲: دوپہر کے وقت، اس لیے کہ بعض مرتبہ اس وقت بھی انسان اپنے مختصر سے لباس میں آرام کر رہا ہوتا ہے۔

۳: عشاء کی نماز کے بعد، اس لیے کہ یہ وقت بھی آرام اور سونے کا ہوتا ہے۔

بچے کو ان اوقات میں کمروں کے اندر جانے کے لیے اجازت طلب کرنے کا اس لیے پابند کیا گیا ہے کہ کہیں بچہ اچانک بڑوں کو ایسی حالت میں نہ دیکھ لے جس میں وہ بچے کے سامنے آنا پسند نہیں کرتے اور اس سے بچے کے ذہن پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔

لیکن جب بچہ بالغ ہوجائے تو ایسی صورت میں تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ اسے ان تین اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی داخل ہوتے وقت اجازت طلب کرنے کے آداب سکھائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ، فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ." (النور: ۵۹)

"اور جب تمہارے بچے بلوغ کو پہنچ جائیں، تو وہ بھی اُسی طرح اجازت لیا کریں جیسے اُن سے پہلے بالغ ہونے والے اجازت لیتے رہے ہیں۔"

(۲) بچے کو جنسی جذبات اُبھارنے والی چیزوں سے دور رکھنا:

بچوں کی تربیت کے ماہر علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ بلوغت کے قریب قریب کا زمانہ انسانی زندگی کا خطرناک ترین دور ہوتا ہے۔ اس لیے اگر والدین یہ سمجھ لیں کہ انہیں عمر کے اس حصے میں بچے کی تربیت کس طرح کرنی ہے؟ اسے آزاد اور خراب ماحول سے کس طرح دور

رکھنا ہے؟ تو پھر بچہ بہترین اخلاق، عمدہ سیرت وکردار اور شاندار اسلامی تربیت کا نمونہ بنتا ہے۔

اسلام نے جذبات بھڑکانے اور شہوانی خیالات اُبھارنے والی چیزوں سے بچوں کو دور رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ نور میں ارشاد فرماتے ہیں:

"وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ، وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ۔۔۔ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ." (النور: ۳۱)

"اور [مسلمان خواتین] اپنی اوڑھنیوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں، اور اپنی سجاوٹ اور کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے شوہروں کے، یا اپنے باپ، یا اپنے شوہروں کے باپ کے، یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے ۔۔۔ یا اُن بچوں کے جو ابھی عورتوں کے چھپے ہوئے حصوں سے آشنا نہیں ہوتے۔"

قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ جب چھوٹا ہو اور عورتوں کو دیکھنے سے جذبات میں تحریک پیدا ہونے سے بے خبر ہو تو ایسے زمانے میں عورتوں کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن جب وہ سمجھدار یا بالغ ہونے کے قریب ہو جائے یعنی نو سال کی عمر کے بعد کا زمانہ ہو تو پھر اسے عورتوں کے پاس جانے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ اس لیے کہ اس عمر میں وہ خوبصورتی اور بدصورتی میں فرق کر سکتا ہے اور اس عمر میں اگر وہ کوئی شہوت انگیز منظر دیکھ لے تو اس کے دل میں شہوانی خیالات گردش کرنے لگتے ہیں۔

امام ابوداؤد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ، وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ."[1]

۱- سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة: ٤١٨

''جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو، اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز چھوڑنے پر مارو، اور اس عمر میں ان کے بستر علیحدہ علیحدہ کردو۔''

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ والدین اس کے پابند ہیں کہ بچے جب دس سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر ے اور بچھونے الگ الگ کردیں۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ ایک ساتھ لیٹنے کی وجہ سے وہ نیند یا بیداری کی حالت ایک دوسرے کے چھپے اعضا کو دیکھ لیں جس سے ان کے جنسی جذبات بھڑکیں یا ان کے اخلاق خراب ہوں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ماں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچے کو جذبات اُبھارنے اور جنسی خواہشات بھڑکانے والی چیزوں سے دور رکھے تاکہ وہ بے حیائی کے جال میں نہ پھنسے اور گندگی کے گڑھوں میں گر کر آزادی و بدکرداری کی زندگی نہ اپنا لے۔ بچے کو جنسی جذبات بھڑکانے والی چیزوں سے دور رکھنے کے لیے دو کام کیے جائیں:

۱: داخلی نگرانی ۲: خارجی نگرانی

۱- داخلی نگرانی:

◉ ...بچہ جب سمجھدار ہو جائے تو اُسے راحت و آرام اور سونے کے اوقات میں یعنی صبح کی نماز سے پہلے، دوپہر کے وقت اور عشاء کے بعد، بڑوں کے کمرے میں بلا اجازت داخل نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ ایسے اوقات ہیں جن میں بچہ اچانک اپنے ماں باپ کو نامناسب حالت میں دیکھ کر بہت بُرا اثر لے سکتا ہے۔

◉ ...نو سال کی عمر کے بعد جو کہ بچے کے بلوغ کے قریب قریب کی عمر ہوتی ہے، اس میں اجنبی لڑکیوں کے پاس جانے اور بدنظری و بے پردگی سے روکنا چاہیے۔ اس سے بھی جنسی جذبات بھڑکتے ہیں۔

◉ ...دس سال کی عمر کے بعد بچے کو اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ ایک بستر پر نہیں

سونے دینا چاہیے۔ یہ جنسی جذبات بھڑکانے کا سبب ہے خصوصاً جب کہ ایک ہی چادر یا لحاف میں سوئیں۔

⊛... ٹیلی ویژن وغیرہ میں فلمیں، ڈرامے اور اخلاق خراب کرنے والی چیزیں دیکھنے کا موقع فراہم کرنا بچے کے جنسی جذبات کو مشتعل کر کے اسے تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ ماں کا یہ بھی فریضہ ہے کہ وہ گھر میں ٹیلی ویژن نہ آنے دے، اس لیے کہ اس کا وجود بچے سمیت سب کے اخلاق و کردار کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔

⊛... بچے کو اس بات کی مکمل آزادی دے دینا کہ وہ جو چاہے کرے، جتنی گندی تصاویر، فحش رسالے، عشقیہ ناول اور بے ہودہ کیسٹیں، سی ڈیز وغیرہ رکھنا چاہے، رکھے اور اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ ہو نہ اس کی دیکھ بھال ہو، اس سے بھی اس کے جنسی جذبات میں اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے ماں کو چاہیے کہ بچے کی پوری نگرانی کرے اور اس کی کتابوں، الماریوں وغیرہ کی جانچ پڑتال کرتی رہے تاکہ اس کی طبیعت اور اخلاق و کردار کا اندازہ رہے اور اگر اس کے سامان میں کوئی مخرب اخلاق، ناجائز اور غلط قسم کی چیز ملے تو اس کی بھرپور اصلاح کر سکے۔

⊛... بچہ جب بالغ ہونے کے قریب ہو تو اس کو یہ موقع فراہم کرنا کہ وہ اپنی رشتہ دار لڑکیوں یا پڑوسیوں سے دوستی کرتا پھرے اور دلیل یہ دی جائے کہ ان کے ساتھ پڑھتا اور تیاری کرتا ہے، یہ بھی جنسی جذبات کے بھڑکانے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لیے ماں کو چاہیے کہ اپنے بیٹے یا بیٹی کو یہ موقع کبھی نہ دے کہ وہ لڑکوں یا لڑکیوں سے تعلقات پیدا کرے چاہے وہ کسی بھی عنوان سے ہوں۔ اس لیے کہ ان تعلقات کا اخلاق و کردار پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں ہیں جو جنسی جذبات کے مشتعل کرنے، بچے کے اخلاق

خراب کرنے اور اسے آزادی و بے حیائی میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس لیے ماں کو چاہیے کہ عمدہ تربیت اور حکمت کے ذریعے بچے کو ان تمام چیزوں سے دور رکھے اور بچے کی اچھی تربیت اور اصلاح کے لیے تمام مؤثر طریقوں کو اپنائے۔

۲- خارجی نگرانی:

داخلی دیکھ بھال کی اہمیت کی طرح خارجی دیکھ بھال بھی انتہائی اہم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کل بچے کے اخلاق خراب کرنے کے بے شمار اسباب ہیں، لہذا اگر یہاں والدین کے سامنے وہ خطرناک چیزیں پیش کردی جائیں جو بچے کے جنسی جذبات اور شہوت کو ابھارتی ہیں تو اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا، تاکہ آپ کو بھی ان تمام مخرب اخلاق چیزوں اور مہلک بیماریوں کی پوری معلومات رہیں اور آپ کی بے خبری میں کہیں آپ کا بچہ ان میں مبتلا نہ ہو جائے۔

۱- ٹی وی، ڈش اور انٹرنیٹ کی تباہ کاریاں:

ان سب میں جنسی جذبات اور شہوت کو ابھارنے والی چیزیں پیش کی جاتی ہیں اور بے حیائی کے مناظر دکھائے جاتے ہیں جو بچے کے ذہن اور کردار پر انتہائی برا اثر ڈالتے ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کو ان کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھنے کے لیے بھرپور کردار ادا کریں اور اپنے گھر کے ماحول کو شریعت کے مطابق ڈھالنے کے ساتھ بچوں کو متبادل تفریح بھی فراہم کریں۔

۲- عورتوں کے شرمناک لباس کا فتنہ:

عورتوں کے بھڑکیلے اور بے ہودہ لباس قریب البلوغ لڑکوں اور جوانوں کی نظر اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ ان فتنہ سامانیوں اور عریاں لباسوں کو دیکھ کر جوان بچے صبر اور عقل کھو بیٹھتے ہیں اور جسم کو عریاں کر کے نکلنے والی عورتوں کا نگاہوں کے ذریعے تعاقب کرنے سے بچنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ وہ ان جذبات کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں جوان کے ناپختہ ذہن میں

شدت سے پیدا ہوتے ہیں؟

مسلمان عورت سے اس بات کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اسلامی آداب، اخلاق اور قانون کی حدود میں رہے۔ معاشرے کو فساد سے بچانے کا خیال رکھے۔ عزت و وقار کا روپ یعنی پردہ ونقاب اپنائے اور اسلامی لباس استعمال کر کے قریب البلوغ لڑکوں اور غیر شادی شدہ نوجوانوں پر رحم کھائے۔

٤- معاشرے میں فحش مناظر کا عذاب:

جوان آدمی یا قریب البلوغ لڑکا جب سڑکوں یا عام جگہوں پر نگاہ دوڑاتا ہے تو کیا دیکھتا ہے؟

وہ ان گندی تصویروں کو دیکھتا ہے، جنہوں نے سینماؤں، رسالوں، اخبارات، پوسٹروں، سڑکوں، گھروں اور محفلوں پر یلغار کر رکھی ہے۔

- وہ ان عورتوں کو دیکھتا ہے جو لباس پہن کر بھی بے لباس ہوتی ہیں اور بن سنور کر بے پردہ باہر نکلتی ہیں۔

- وہ دیکھتا ہے کہ طلبہ وطالبات جب اسکول کالج آتے جاتے ہیں تو آپس میں ایسے خلط ملط ہوتے ہیں کہ جانوروں کے ریوڑ کا سا منظر پیش کر رہے ہوتے ہیں اور ہم نے تو کئی بار آزاد خیال، بے حیا طلبہ کو سرِ راہ بے باک لڑکیوں سے گندہ ہنسی مذاق کرتے اور بے ہودہ آوازیں کستے دیکھا ہے۔

غیر اسلامی معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ بچہ ابھی بالغ بھی نہیں ہوا ہوتا یا بالغ ہوتے ہی جوانی کے ابتدائی ایام میں وہ یہ سب چیزیں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے، بلکہ اس سے بھی آگے تک کے مراحل دیکھ لیتا ہے۔

بلاشبہ گندے ماحول اور خراب سوسائٹی کا گمراہ کرنے اور اخلاق بگاڑنے میں بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔

۵- بری صحبت کے نقصانات:

ماں باپ کو چاہیے بچے کے دوستوں پر کڑی نظر رکھیں اور اسے بری صحبت سے بچائیں، کیونکہ بچے کو بگاڑنے والی چیزوں میں سب سے زیادہ خطرناک چیز برے ساتھی اور بری صحبت ہے۔ خصوصاً اگر لڑکا بے وقوف سا ہو اور اس کا ایمان وعقیدہ کمزور ہو، اعصاب واخلاق مضبوط نہ ہوں، تو وہ گندے دوستوں اور آوارہ مزاج لڑکوں کی صحبت سے بہت جلد متاثر ہو کر ان سے گندی عادتیں اور بُرے اخلاق سیکھ لیتا ہے، اور تیزی سے ان کے راستے پر چلنے لگ جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ ان کی طرح بدتمیزی اور بداخلاقی اس کی فطرت بن جاتی ہے۔ پھر اس کو راہِ راست پر لانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق دوست کے انتخاب میں احتیاط اور دیکھ بھال بہت ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلْمَرْءُ علی دِیْنِ خلیلہ، فَلْیَنْظُرْ أحدُکُمْ مَنْ یُخالِلْ."[1]

"انسان اپنے دوست کے طور طریقے اختیار کرتا ہے، اس لیے تمہیں دیکھ لینا چاہیے کہ کس سے دوستی کر رہے ہو؟"

٦- عورتوں اور مردوں کے میل جول کا فساد:

لڑکے اور لڑکیاں جب شعور کی عمر کو پہنچتے ہیں اور بالغ ہونے کے قریب ہوتے ہیں تو ان کے جنسِ مخالف کے ساتھ میل جول کا عادات واخلاق، ذہن وصحت اور جسم واعصاب پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔

آج کل مرد وعورت کے باہمی اختلاط کا خطرناک طریقہ رواج اسکولوں، کالجوں، دفتروں اور کاروباری اداروں میں اس بنیاد پر جڑ پکڑتا جا رہا ہے کہ دونوں جنسوں کا آپس

۱- مسند أحمد بن حنبل، باب مسند أبي هريرة رضي الله عنه: ۷٦۸۵

میں اختلاط طبیعت کو نکھار بخشتا ہے اور چھپی ہوئی شہوت کا رخ پھیر دیتا ہے۔ اس جھوٹی دلیل کی بنا پر مرد وعورت کا آزادانہ میل جول ایک عام چیز بن گئی ہے۔

اس سے قبل ''عقلی تربیت کی ذمہ داری'' میں ہم اس من گھڑت وسوسے کی دلائل کے ساتھ بھرپور تردید پیش کر چکے ہیں اور ہر وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ دونوں جنسوں کے درمیان اختلاط چھپے ہوئے جذبات کو مہذب بناتا ہے، شہوت کو قابو میں لاتا ہے اور مرد وعورت کا میل ملاقات ایک فطری اور مانوس چیز بن جاتی ہے، اس کے اس گمراہ کن نظریے کی تردید پہلے آچکی ہے۔ آپ اس کو ملاحظہ کیجیے۔ وہاں اس بے ہودہ اور سطحی دلیل کی تردید کے لیے جو بحث کی ہے، وہ پڑھ لیجیے۔ ان شاء اللہ پوری تشفی ہو جائے گی۔

محترم خواتین! بچوں میں اخلاقی بگاڑ پیدا کرنے اور جنسی جذبات بھڑکانے کے یہ اسباب ہیں اور درحقیقت یہ نہایت تباہ کن اسباب ہیں۔ اس لیے آپ کو چاہیے کہ بچے کی دیکھ بھال کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری پوری طرح ادا کریں، چاہے یہ ذمہ داری خارجی نگرانی کی ہو یا داخلی دیکھ بھال کی۔

لیکن یہاں یہ سوچنا چاہیے کہ کیا یہ دیکھ بھال اور نگرانی ہی کافی ہے یا کچھ اور ایسے طریقے بھی ہیں جنہیں بچوں کی اصلاح کے لیے والدین کو اختیار کرنا چاہیے؟

بچے کے اخلاق درست کرنے کے طریقے:

شریعت کی رُو سے تین طریقے ایسے ہیں کہ اگر والدین نے ان کو اپنالیا تو بچہ اخلاقی طور پر سنبھل جائے گا اور جنسی طور پر اپنے اوپر کنٹرول کرے گا۔ تب وہ اپنی پاکبازی میں فرشتے کی طرح، اخلاق وکردار میں سچے مجاہد کی طرح اور روحانیت وتقوی میں صالحین کی طرح بن جائے گا۔ وہ تینوں طریقے بالترتیب یہ ہیں:

۱- ذہن سازی ۲- ڈرانا اور متنبہ کرنا ۳- اصلاحی ربط وتعلق

۱- ذہن سازی:

اس بات میں دو رائے نہیں ہو سکتیں کہ اگر شروع ہی سے بچے کو یہ ذہن نشین کرادیا جائے کہ یہ روشن خیالی اور آزادی مزاج جو اسلامی معاشروں میں بھی ہر جگہ پھیل گئی ہے، یہودی، صلیبی اور استعماری سازشوں کا نتیجہ ہے، تو جب بچہ بڑا ہوگا تو اس میں اتنی سمجھ اور شعور پیدا ہو چکا ہوگا جو اسے شہوات ولذات کے سیلاب میں بہنے سے روکنے کے علاوہ اور بہت سے فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ بن جائے گا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے دشمن عیسائیوں اور یہودیوں کے پاس ہمارے بچوں کو خراب کرنے کے بہت سے ذرائع ہیں جن میں ٹیلیویژن، سینما، ڈش، انٹرنیٹ، رسالے، اخبارات، ریڈیو، بے ہودہ لباس، گندی تصاویر کی اشاعت، بے حیائی کے کھلم کھلا اور پوشیدہ مراکز اور اس جیسی دوسری چیزیں شامل ہیں۔ "عقلی تربیت کی ذمہ داری" کے تحت ہم ان سازشوں کے بارے میں پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں۔ آپ ان دونوں عنوانات کو دیکھ لیجیے۔ ان شاء اللہ آپ کی مکمل تشفی ہو جائے گی۔

۲- ڈرانا اور تنبیہ کرنا:

اگر سرپرست حضرات اپنی تربیتی نصیحتوں میں اس طریقے کو اختیار کرلیں تو بچے کو حرام سے روکنے اور گناہوں سے باز رکھنے کے لیے یہ طریقہ سب سے کامیاب ترین ذریعہ ثابت ہوگا۔ اس لیے کہ یہ بچے کے سامنے ان نقصانات کی حقیقی صورت پیش کردے گا جو شہوات کے سیلاب میں بہنے اور آزادی و بے راہ روی کے جال میں پھنسنے کا لازمی نتیجہ ہوتے ہیں۔

ذیل میں ہم ان نقصانات کو پیش کر رہے ہیں جو مرد و عورت کے ناجائز اختلاط اور نامناسب تعلقات کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں، تاکہ صورتِ حال کھل کر سامنے آجائے اور آپ بچوں کا ذہن بنانے اور انہیں ہوشیار و متنبہ کرنے کا فرض ادا کرسکیں اور بچہ ناجائز و

حرام چیزوں اور دنیا وآخرت تباہ کرنے والی عادتوں سے بچ جائے۔

یہ نقصانات تین قسم کے ہیں:

الف: طبی نقصانات ب: نفسیاتی واخلاقی نقصانات

ج: دینی اور اخروی نقصانات

الف: طبی نقصانات:

انسان کو سب سے زیادہ طبی نقصان جنسی ہوس میں مبتلا رہنے سے ہوتا ہے، چنانچہ آپ اس مرض کے مریض کو ہر وقت شہوانی خیالات، بوسہ سازی، لپٹنا چمٹنا، اور عورتوں کے اعضاء وچہرے، آنکھوں، گردن، ہونٹوں، پستانوں، وغیرہ کے خیالات میں غرق دیکھیں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ ہر چیز سے الگ تھلگ ہوگا۔ اس میں کسی کام کا شوق نہیں رہے گا۔ سوجھ بوجھ ختم ہو جائے گی۔ بھولنے کا مرض بڑھ جائے گا۔ آپ کو وہ بے وقوف اور غائب دماغ معلوم ہوگا یا غمگین اور مصیبت زدہ نظر آئے گا۔ اس مرض کی وجہ سے جسم کمزور، حافظہ تباہ، صحت برباد اور دل میں ہر وقت بے چینی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

ب: نفسیاتی واخلاقی نقصانات:

مرد وعورت کے ناجائز اختلاط سے لوگوں پر درج ذیل بُرے اخلاقی اثرات پڑتے ہیں:

۞ ...نوجوان ہر وقت شہوت اور جنسی خیالات میں پڑے رہتے ہیں اور شراب، چرس اور افیم وغیرہ کے نشے میں دھت رہتے ہیں۔

۞ ...معاشرہ جسمانی، اخلاقی، نفسیاتی اور عقلی طور پر بیمار ہو جاتا ہے۔

۞ ...قتل، اغوا اور آبروریزی کے واقعات عام ہو جاتے ہیں۔

۞ ...چرس، افیون، حشیش وغیرہ منشیات پھیلانے والوں کی کثرت ہو جاتی ہے۔

۞ ...بے حیائی، بے حجابی اور عریانی پر مشتمل محفلیں کھلم کھلا ہوتی ہیں جن میں شریک افراد

بغیر کسی شرم وحیا کے اخلاق اور انسانیت کے ہر لباس سے یکسر عاری ہو جاتے ہیں۔

◉ ...فاحشہ عورتوں کی ایسی بڑی تعداد وجود میں آتی ہے جو بدکاری کو پیٹ پالنے کے لیے اختیار کرتی ہیں۔

◉ ...فحش گانے، جذبات برانگیختہ کرنے والی موسیقی اور گناہ آلود ہیجان خیز فلمیں اور ڈرامے عام ہو جاتے ہیں۔

◉ ...جنس و جنسیات پر مشتمل کتابیں، ننگے اور فحش رسالے، بے حیائی اور رقص وسرود کے مراکز گلی گلی کھل جاتے ہیں۔

◉ ...ان پیپی نما نوجوانوں کی جو مادر پدر آزاد ہیں اور حیوانوں جیسی زندگی گزارتے ہیں، تعداد بڑھ جاتی ہے۔

◉ ...ان لامذہب لوگوں کی فوج پیدا ہو جاتی ہے جو نشہ میں دھت، شراب وشباب اور ہر قسم کے گناہ میں مستغرق رہتے ہیں۔

◉ ...ایسے نام نہاد روشن خیال لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو ہر قسم کی شرافت واخلاق کے منکر، ہر بے حیائی کے کام کو جائز قرار دینے والے، خواہشات اور شہوت کے پیچھے چلنے والے ہوتے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے نقصانات ہیں جو اس آزادی و بے حیائی کی وجہ سے جنم لیتے ہیں۔

مغرب میں جنسی آزادی اور بے راہ روی کا جو مرض عام تھا، اب وہ اسلامی ممالک میں بھی سرایت کر گیا ہے اور افسوس ہے کہ اب ہم یہ سنتے ہیں کہ بے حیائی کے مراکز، جوئے کے اڈے، بیہودہ فلمیں، ڈرامے، شراب ومنشیات کے مراکز اور رقص وعریانی کے اڈے اسلامی معاشروں میں بھی کثرت سے موجود ہیں۔ اس سے بھی زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ اکثر

اسلامی ممالک میں یہ سب کچھ حکام کے سامنے ہو رہا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

ج: دینی اور اخروی نقصانات:

اور سب سے آخری بات یہ ہے کہ ایسا نوجوان جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے نہ بچے اور شہوت وفتنہ میں پڑنے سے اپنے آپ کو نہ روکے تو وہ ایسی چار چیزوں کا شکار ہو جاتا ہے جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت دل سوزی سے بیان فرمایا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِيَّاكُمْ وَالزِّنَا! فَاِنَّ فِيْهِ اَرْبَعَ خِصَالٍ: يُذْهِبُ بَهَاءَ الْوَجْهِ، وَيَقْطَعُ الرِّزْقَ، وَيُسْخِطُ الرَّحْمٰنَ، وَيُسَبِّبُ الْخُلُوْدَ فِي النَّارِ." [1]

"تم زنا سے بچو، اس لیے کہ اس میں چار باتیں پائی جاتی ہیں: چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے، رزق رک جاتا ہے، اللہ ناراض ہو جاتا ہے، اور یہ گناہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہنے کا ذریعہ بنتا ہے۔"

اور اس کا اخروی نقصان یہ بھی ہے کہ زانی جب زنا کرتا ہے تو اس دوران وہ ایمان کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔ چنانچہ امام بخاری و مسلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ..." [2]

"زانی جس وقت زنا کر رہا ہوتا ہے اس وقت وہ (کامل) مؤمن نہیں ہوتا۔"

اور اس کا آخرت کے اعتبار سے ایک اور نقصان یہ ہے کہ زنا کرنے والا اگر اسی گناہ پر اڑا رہے، توبہ نہ کرے اور اسی حالت میں مر جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے روز اس کو

۱- المعجم الأوسط للطبراني، باب الميم من اسمه محمد: ۷۲۹۶

۲- صحيح البخاري، كتاب المظالم، باب النهبى بغير إذن صاحبه: ۲۲۹۵

دگنا عذاب دے گا۔ سورۂ فرقان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ، وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَلَا يَزْنُوْنَ، وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا. يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا." (الفرقان: ٦٨، ٦٩)

"اور جو اللہ کے ساتھ کسی بھی معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس جان کو اللہ نے حرمت بخشی ہے اسے ناحق قتل نہیں کرتے، اور نہ وہ زنا کرتے ہیں...... اور جو شخص بھی یہ کام کرے گا، اُسے اپنے گناہ کے وبال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھا بڑھا کر دُگنا کر دیا جائے گا، اور وہ ذلیل ہو کر اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔"

اس بے حیائی کے کام کی وجہ سے یہ خطرناک اور بڑے نقصانات ہوتے ہیں جو صحت کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں اور اخلاق کو بھی، جسم کے لیے بھی ضرر رساں ہیں اور عقل کے لیے بھی، خاندان اور معاشرے کو بھی برباد کرتے ہیں اور معیشت و اقتصادیات کو بھی۔

لہٰذا اگر بچے کو بچپن ہی سے ان نقصانات سے ڈرایا جائے اور یہ خطرناک نتائج اسے سمجھا دیے جائیں تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ اپنے کردار میں پاکبازی اور پاکدامنی پیدا کرے گا اور گناہوں سے بچے گا۔ اسلام کے بتائے ہوئے طریقے پر چلے گا اور اپنی فطری خواہش اسلامی طریقے کے مطابق صرف اور صرف نکاح سے پوری کرے گا تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک پر عمل کر سکے:

"يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ، فَلْيَتَزَوَّجْ."[1]

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص شادی کے اخراجات برداشت کر سکتا

---

١ - صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: من استطاع منكم الباءة، فليتزوج: ٤٦٧٧

ہو، اسے چاہیے کہ شادی کر لے۔''

۳- اصلاحی تعلق:

یہ یقینی بات ہے کہ اگر شروع سے ہی بچے کا اصلاحی شخصیت یا اصلاحی حلقوں سے تعلق مضبوط ہو اور روحانی، فکری، تاریخی اور اصلاحی اعتبار سے اس کو غذا ملتی رہے اور اس حالت میں وہ جوانی کی عمر کو پہنچ جائے تو بلا شک وشبہ ایسے بچے میں ایمان وتقویٰ کی کیفیات پائی جائیں گی اور عقیدے کی ایسی قوت اس کے پاس ہوگی جس کی جہ سے نہ صرف وہ اپنی خواہشات پر قابو پالے گا بلکہ صراطِ مستقیم پر بھی قائم رہے گا۔

اس لیے والدین پر لازم ہے کہ وہ بچے کا رابطہ دین سے مضبوط کریں۔ کسی مرشد و بزرگ سے اصلاحی تعلق قائم کروائیں اور اسے اچھی صحبت فراہم کریں۔ اسے مسجد، خانقاہ، اصلاحی مجالس اور بزرگوں کے بیانات میں لے جاتے رہا کریں۔ دعوت وتبلیغ اور جہاد کی دعوت دینے والے حضرات کے ساتھ اس کا جوڑ رکھیں۔ اسے قرآن کریم کی تلاوت، ذکر، مراقبہ اور اصلاحی کتب کے مطالعے کی عادت ڈالیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سلفِ صالحین اور بزرگوں کی تاریخ وسیرت سے اس کا تعلق قائم رکھیں۔

اے اللہ! تمام ماؤں کو اس بات کی توفیق عطا فرما کہ وہ بچے کی تربیت کے لیے اسلامی طریقے اپنائیں، تاکہ اس روز آپ کے سامنے اپنی ذمہ داری سے بری ہوسکیں جس روز نہ مال و دولت فائدہ پہنچائے گا نہ اولاد، اور تاکہ وہ اپنے بچوں کو مسلمان معاشرے میں اسلام کو پوری طرح سے نافذ کرتے ہوئے، قرآن کریم کے اصول وقواعد پر عمل کرتے ہوتے ہوئے اور اللہ کے راستے میں دعوت دیتے، جہاد کرتے ہوئے دیکھ لیں اور اپنی نسلوں کو عزت کی بلندیوں پر دیکھ کر خوش اور مطمئن ہوں۔

محترم خواتین!

کیا آپ نے اپنی اس عظیم اور اہم ذمہ داری کو سمجھ لیا ہے جو آپ کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے؟

کیا آپ اس بات کو سمجھ گئی ہیں کہ ایمانی، اخلاقی، جسمانی، عقلی اور نفسیاتی تربیت ہی ایسی بنیاد ہے جس پر آپ کو پوری توجہ دینا چاہیے؟

اگر آپ یہ سب کچھ سمجھ گئی ہیں تو آپ کو چاہیے کہ تربیت کے حوالے سے اپنی ذمہ داری کو نبھائیے، اس میں کسی قسم کی سستی نہ کیجیے تاکہ آپ اپنے دل کی کلیوں اور جگر کے ٹکڑوں کو پاکیزگی میں فرشتوں کی طرح، عزم میں صحابہ کی طرح، بہادری میں شیروں کی طرح اور چمکنے میں چاند کی طرح دیکھ لیں۔

جتنی آپ محنت کریں گی، وقت لگائیں گی اور اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے جدوجہد کریں گی، اتنا ہی آپ قوم کی بھلائی اور اپنی اولاد کے فائدہ کے لیے کام کر رہی ہوں گی۔

اے میری ماؤ بہنو! کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوگا؟ اور بچوں کی بہترین تربیت کس طرح ممکن ہوگی؟

آخری دو باتیں:

یہ سب کچھ دو چیزوں کے ذریعے ممکن ہوگا:

١ - توجہ اور نگرانی کو سخت کیا جائے۔ ٢ - فارغ وقت کو کام میں لایا جائے۔

☆...... دیکھ بھال اور نگرانی سے بچے کی ایمانی تربیت ہوگی۔ اخلاق درست ہوں گے۔ جسم صحت مند و توانا ہوگا اور بچہ نفسیاتی اعتبار سے کامل و مکمل ہوگا۔

دیکھ بھال اور نگرانی سے بچہ بری صحبت اور بدتمیز ساتھیوں سے بچ جائے گا۔

دیکھ بھال کے طفیل بچہ تمام ان چیزوں سے بچ جائے گا جو اسے خراب بنا دیتی ہیں۔ چنانچہ وہ ٹیلی ویژن پر گندی فلموں، جرم کی حوصلہ افزائی کرنے والی کارروائیوں اور فحش مناظر دیکھنے

سے محفوظ رہے گا اور ان رسالوں یا ناولوں کے پڑھنے سے بچ جائے گا جو جذبات انگیز، ہیجان خیز اور فحش ہوتے ہیں۔

دیکھ بھال کی وجہ سے بچہ گمراہ عقائد اور غلط نظریات رکھنے والے لوگوں سے محفوظ رہے گا اور عقیدہ وفکر، کردار واخلاق کے لحاظ سے اسلام کے ساتھ اس کی دلی محبت پیدا ہو جائے گی۔

☆...... رہا فارغ وقت سے فائدہ اٹھانا تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب والد گھر آئے اور اپنے بیوی بچوں کے پاس بیٹھے تو فراغت کے ان اوقات میں اسے اس بات کی پوری کوشش کرنی چاہیے کہ بچوں کو عملی طور پر تیار کرنے اور اخلاقی اعتبار سے رہنمائی کرنے میں اپنی پوری توجہ اور صلاحیت لگا دے۔

ایسے ماں باپ کتنے اچھے ہوتے ہیں جو شام بچوں کے ساتھ گزارتے ہیں اور اپنے جگر گوشوں کی تعلیم وتربیت کے لیے انہیں وقت دیتے ہیں۔ اللہ کے یہاں اس وقت ان کو کتنا اجر وثواب ملتا ہوگا جب وہ اپنے بچوں کے پاس ان کا سبق سننے کے لیے بیٹھتے ہیں، ان کو گھر کے لیے دیے ہوئے کام میں سے کسی چیز کو سمجھانے کے لیے وقت خرچ کرتے ہیں، ذہن سازی کے لیے انہیں کوئی قصہ سناتے ہیں، عمدہ اخلاق کی طرف متوجہ کرتے ہیں یا دل لگی کی کوئی بات یا تفریح طبع کے لیے کوئی پہیلی یا قصہ سنا کر بچوں کو خوش کر کے ان میں چستی اور نشاط پیدا کرتے ہیں۔

بچے کو صحیح طریقے سے زندگی گزارنے کے لیے تیار کرنے، اس کو بہترین معاشرے کی تعمیر کے لیے مضبوط اینٹ بنانے اور نیک صالح مومن معاشرہ تیار کرنے کے لیے مثالی تربیت کا درحقیقت یہی طریقہ ہے۔

ماں باپ بچے پر اس وقت کتنا ظلم کرتے ہیں جب وہ اپنے فارغ اوقات کو اپنے دوستوں کے ساتھ لایعنی باتوں میں یا ہوٹلوں میں مجلسیں جمانے، فضول تقریبات میں

شرکت کرنے یا بے ہودہ قسم کے ڈرامے، فلمیں دیکھنے میں ضائع کردیتے ہیں۔

اس ساری دل سوزی کا خلاصہ یہ ہوا کہ ماں باپ کو چاہیے تربیت کے سلسلہ میں اسلام نے جو طریقے مقرر کیے ہیں پہلے انہیں آپ خود اپنائیں، اس کے بعد بچوں کو ان کی تلقین کریں تاکہ آپ ان کے لیے بہترین نمونہ بن سکیں۔ اگر آپ یہ کڑوا گھونٹ پی لیں گے تو آپ اپنے بچوں کو یقیناً اس قابل بنادیں گے کہ وہ ایمان بھرے دلوں، پاکیزہ روحوں اور طاقتور وصحت مند جسموں کے ساتھ سخت سے سخت ذمہ داری کے بوجھ کو اٹھا سکیں۔

اس لیے براہِ کرم اے محترم خواتین! اپنی کوششوں میں کمی نہ چھوڑیے اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قدم اٹھایئے۔ اللہ آپ کی مدد کرے گا اور آئندہ آنے والی نسلیں آپ کی محنت سے فائدہ اُٹھائیں گی اور اللہ تعالیٰ جل شانہ قیامت کے دن آپ کو اُمت کی تربیت کا پورا پورا اجروثواب عطا فرمائیں گے۔

بچے کی تربیت میں مؤثر وسائل

محترم خواتین کے سامنے بچوں کی تربیت کے سلسلے میں ماؤں پر عائد ہونے والی جو بڑی بڑی ذمہ داریاں ذکر کی جاچکی ہیں، وہ ایمانی ہوں یا اخلاقی، عقلی ہوں یا جسمانی، نفسیاتی ہوں یا معاشرتی، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بچے کی شخصیت سازی کے حوالے سے عظیم ترین ذمہ داریاں ہیں اور مستقبل میں جب والدین اپنی ان کوششوں کے نتائج دیکھیں گے اور اپنے لگائے ہوئے باغ کا پھل دیکھیں گے تو وہ اس وقت ان شاء اللہ بہت خوش اور مطمئن ہوں گے۔

لیکن کیا ماں کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ وہ ان فرائض کو ادا کر کے یہ سمجھ لے کہ اس نے اپنی ذمہ داری پوری کردی اور اپنی پوری صلاحیت لگادی؟ یا یہ کہ اس کو مزید وسائل بھی اختیار کرنے چاہییں اور ہمیشہ اعلیٰ اور معیاری ترین کی تلاش میں رہنا چاہیے؟

بلاشبہ انصاف پسند اور سمجھدار ماں ہمیشہ بہتر سے بہتر کی ٹوہ میں لگی رہے گی اور تربیت سے متعلق ایسے قواعد وضوابط تلاش کرتی رہے گی جو عقیدہ واخلاق کے لحاظ سے بچے کی تربیت میں مؤثر حیثیت رکھتے ہوں اور جن سے بچے کی نفسیاتی، معاشرتی اور عملی تربیت ہوسکے۔

تربیت کے مفید وسائل اور بچے کی شخصیت سازی اور اس کو بہترین فرد بنانے کے مؤثر اصول پانچ ہیں:

۱- اچھے نمونے کے ذریعے تربیت
۲- اچھی عادتوں کے ذریعے تربیت
۳- وعظ ونصیحت کے ذریعے تربیت
۴- دیکھ بھال کے ذریعے تربیت
۵- سزا کے ذریعے تربیت

(۱) اچھے نمونے کے ذریعے تربیت:

اچھا اور قابل تقلید نمونہ بچے کی اخلاقی، نفسیاتی اور معاشرتی شخصیت سازی کے نہایت مؤثر ذرائع میں سے ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے کی نظر میں اس کا سرپرست ایک عظیم نمونہ ہوا کرتا ہے۔ بچہ چال چلن میں اپنے آئیڈیل کی پیروی کرتا ہے اور شعوری وغیر شعوری طور پر اس کی نقل اتارتا ہے، بلکہ اس کے شعور میں سرپرست کا کردار اور طور طریقے نقش ہو جاتے ہیں، چاہے اسے پتا چلے یا نہ چلے۔

چنانچہ اگر ماں سچی، امانت دار، با اخلاق، شریف و بہادر اور پاکدامن ہے تو بچہ بھی سچائی، امانت، اخلاق، شرافت، بہادری اور پاکدامنی سیکھے گا اور اگر ماں جھوٹی، بددیانت، آزاد خیال، بخیل اور بزدل ہے تو بچہ بھی جھوٹ، خیانت، آزاد خیالی، بزدلی اور بخل کی عادت اپنائے گا۔

بچے میں خیر کی کتنی زبردست صلاحیت کیوں نہ ہو اور اس کی فطرت چاہے کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو، تب بھی خیر کی باتوں اور تربیت کے اصولوں پر وہ اس وقت تک عمل نہیں کرے گا جب تک ماں کو ان چیزوں پر عمل کرتا ہوا نہ دیکھے۔ ماں کے لیے یہ نہایت آسان ہے کہ بچے کو کوئی اچھی بات سمجھا دے لیکن یہ نہایت ہی مشکل ہے کہ بچہ اس طریقے کو اپنائے جب تک کہ وہ اپنے تربیت کرنے والے اور ماں کو اس چیز پر عمل کرتے ہوئے نہ دیکھ لے۔

(۲) اچھی عادتوں کے ذریعے تربیت:

اسلام کے طے شدہ اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ بچہ فطرۃً ہی خالص توحید اور ایمان باللہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی ابتدائی عمر اور بچپن ہی سے اسے توحید خالص، نبوی اخلاق اور شریعت کے شاندار آداب کا عادی بنانا چاہیے۔ اگر بچے کو دو چیزیں مل جائیں: ایک شاندار اسلامی تربیت اور دوسرا نیک و اچھا ماحول، تو بلاشبہ بچہ شروع ہی سے ذاتِ باری پر مضبوط ایمان رکھے گا اور اسلامی اخلاق سے آراستہ ہو کر سیرت و کردار کی عمدہ مثال قائم کرے گا۔

(۳) وعظ ونصیحت کے ذریعے تربیت:

بچے کو دنیا کی حقیقت سمجھانے، اسے اچھے کاموں میں لگانے اور عمدہ اخلاق سے آراستہ کرنے میں وعظ ونصیحت کا بڑا عمل دخل ہے۔

قرآن کریم ان آیات سے پُر ہے جو وعظ ونصیحت کو تربیت کی بنیاد، افراد کی اصلاح اور قوموں کی ہدایت کا راستہ بتاتی ہیں۔ جو شخص بھی قرآن کریم کا مطالعہ کرے گا اسے وعظ و نصیحت کا اسلوب قرآن کی بہت سی آیات میں ملے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کا اہتمام کرکے اُمت کو یہ سبق دیا ہے کہ وہ وعظ ونصیحت سے کام لے اور ہر مسلمان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ جس جگہ بھی ہو اور جس معاشرے میں رہتا ہو، ہر جگہ داعی الی اللہ بن کر رہے تاکہ وہاں کے باشندے اس کی رہنمائی اور وعظ و نصیحت سے اثر قبول کریں اور وہ دعوت وتبلیغ کے ذریعے لوگوں کو گمراہی اور جہنم کی آگ سے بچانے کی ذمہ داری پوری کرسکے۔

لیکن یہاں ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ماں اگر اپنی باتوں کو عملی جامہ نہیں پہنائے گی اور جس چیز کی دوسروں کو نصیحت کررہی ہے اس پر خود عمل نہیں کرے گی تو کوئی بچہ بھی اس کی نصیحت سے متاثر نہیں ہوگا بلکہ وہ اپنوں کی تنقید اور غیروں کے مذاق کا نشانہ بن جائے گی۔

جو بات دل سے نہ نکلے وہ دل تک ہرگز نہیں پہنچتی بلکہ جس وعظ ونصیحت میں روحانیت کا اثر نہ ہو وہ دلوں پر کبھی اثر نہیں کرتی۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا: ''کیا وجہ ہے کہ جب آپ بات کرتے ہیں تو لوگوں کے آنسو بہنے لگتے ہیں مگر جب آپ کے علاوہ کوئی دوسرا بات کرتا ہے تو لوگوں کی آنکھیں گیلی تک نہیں ہوتیں؟'' بزرگ نے جواب دیا: ''اے میرے بیٹے! مصیبت پر رونے والی عورت، اُجرت پر رونے والی عورت کی طرح نہیں ہوتی۔''

مطلب یہ کہ وہ داعی جو اسلام کا درد رکھنے والا ہو اور جس کے دل کی گہرائیوں میں سامعین کی

اصلاح کی فکر ہو، وہ پیشہ ور واعظ اور ہنسانے اور خوش کرنے والے مقرر کی طرح نہیں ہو سکتا۔

(۴) دیکھ بھال کے ذریعے تربیت:

دیکھ بھال کے ذریعے تربیت سے مراد یہ ہے کہ بچے پر نظر رکھی جائے۔ اس کے عقیدے اور اخلاق کی نگرانی ہو اور اس پر کنٹرول رکھا جائے۔ اس کی جسمانی تربیت اور تعلیمی ترقی کے بارے میں مسلسل تحقیق کرتے رہنا چاہیے۔

اسلام نے والدین اور سرپرستوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی دیکھ بھال اور اپنے جگر گوشوں پر نظر رکھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔

ہمارے معلّمِ اول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی دیکھ بھال، ان کے حالات کی جانچ پڑتال، کوتاہی کرنے والے کو ڈرانے اور اچھے کام کرنے والے کو شاباش دینے؛ نیز ان میں سے فقرا و مساکین پر شفقت، چھوٹوں کو تربیت اور غیر تعلیم یافتہ ساتھیوں کو تعلیم دینے میں اپنی امت کے لیے بہترین نمونہ چھوڑ گئے ہیں۔ ہم اس پر عمل کر کے بہترین معاشرہ تیار کر سکتے ہیں۔ ذیل میں ہم دیکھ بھال کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔

۞ ... بچے کے ایمانی پہلو کی دیکھ بھال یہ ہے کہ:

ماں ان چیزوں پر نظر رکھے جو بچے کے افکار و عقائد کو متاثر کرتی ہیں، خصوصاً ان حضرات پر جو بچے کی تعلیم کے ذمہ دار ہیں، چاہے مدرسہ و اسکول میں ہوں یا اس کے باہر۔ پھر اگر وہ بچے کو اچھی حالت میں دیکھے تو اللہ کا شکر ادا کرے اور اگر صورتِ حال اس طرح نہ ہو تو توحید کے بنیادی عقائد اور ایمان کی بنیادی باتوں کو بچے میں راسخ کرنے کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری پوری کرے تاکہ بچہ غیر اسلامی تعلیمات اور غیر شرعی نظریات و افکار سے بچ سکے۔

ماں کو اس پر بھی نظر رکھنی چاہیے کہ بچہ کونسی کتابیں اور رسالے مطالعہ کرتا ہے؟ اگر وہ یہ محسوس کرے کہ اس کے مطالعہ میں ایسی کتابیں رہتی ہیں جن میں گمراہ کن نظریات پائے

جاتے ہیں تو اسے چاہیے کہ بچے کو ان سے دور رکھے اور اسے اچھی طرح سمجھا دے کہ یہ اور اس جیسی دوسری کتابیں اس کے ایمان کو خراب کر دیں گی۔

ماں کو یہ بھی دیکھتے رہنا چاہیے کہ بچہ کس قسم کے ساتھیوں اور دوستوں سے ملتا جلتا اور اٹھتا بیٹھتا ہے؟ اگر وہ یہ دیکھے کہ بچے کے ساتھی اور دوست غلط نظریات وخیالات کے مالک اور گمراہ وبدعقیدہ ہیں تو ماں کو چاہیے کہ ایسے لوگوں سے بچے کا میل جول بند کرادے اور اس کے لیے اچھے ساتھی اور نیک دوست مہیا کرے، جن کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے اس کی اصلاح ہو، دین میں پختگی پیدا ہو اور اسے دنیا وآخرت کی کامیابی وسرخروئی نصیب ہو۔

ماں کو اس پر بھی نظر رکھنی چاہیے کہ بیٹے کا کن جماعتوں اور کن پارٹیوں سے تعلق ہے؟ اگر وہ یہ دیکھے کہ وہ پارٹی اپنے اصول ونظریات کے اعتبار سے گمراہ ہے تو ماں کو اس سے روکنے میں نہایت سمجھداری سے کام لینا چاہیے۔ اسے چاہیے کہ بیٹے کی خوب نگرانی رکھے اور اسے مطمئن کرنے اور صحیح راستے پر رکھنے کی کوشش اس وقت تک جاری رکھے جب تک اسے حق کی طرف واپس آکر صراطِ مستقیم پر چلتا ہوا نہ دیکھ لے۔

۞ ...بچے کے اخلاقی پہلو کی نگرانی یہ ہے کہ:

ماں بچے میں سچ بولنے کی عادت پر نظر رکھے۔ اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ وعدہ کرنے یا بات چیت میں جھوٹ سے کام لیتا ہے تو اسے چاہیے کہ بچہ جیسے ہی پہلا جھوٹ بولے اسی وقت اس کی اصلاح کرے اور اس کے سامنے جھوٹ اور جھوٹوں کی خوب اچھی طرح سے مذمت کرے اور اس انداز میں جھوٹ کی برائی بیان کرے کہ بچہ یہ گندی حرکت دوبارہ نہ کرے۔

اسی طرح ماں کو بچے میں امانت داری کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ چوری کر رہا ہے (چاہے معمولی سی چیز کی چوری ہی کیوں نہ ہو، مثلاً اپنے بہن، بھائی کے چند روپے یا کسی ساتھی ہی کا قلم چوری کر لینا) تو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ فوراً اس طرف توجہ

کرے۔ اس مرض کا علاج کرے اور بچے کو یہ کہے یہ قطعاً ناجائز وحرام اور سخت گناہ ہے۔ ایسے موقع پر ماں کو چاہیے کہ وہ بچے کے دل میں اللہ کے حاضر وناظر ہونے کا یقین اور اس کا خوف پیدا کردے، تاکہ وہ اس حرکت سے باز رہے اور اس کے اخلاق درست ہوجائیں۔

ماں کو چاہیے کہ بچے میں زبان کی حفاظت کی عادت کا بھی خیال رکھے۔ اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ گالی دیتا ہے اور اس کے منہ سے گندے الفاظ نکلتے ہیں تو اس کو حکمت ودانائی سے اس عادت کا علاج کرنا چاہیے اور ان اسباب پر غور کرنا چاہیے جو بچے کی زبان گندی کرنے کا ذریعہ بنے ہیں اور پھر نہایت پیارے انداز سے بچے کے سامنے بااخلاق بچے کے اوصاف اور باادب انسان کی خصوصیات بیان کرے، تاکہ وہ اچھے اخلاق اور اچھی زبان اپنالے۔ بچے کی زبان درست رکھنے کے لیے ماں کو اس بات کا سب سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے کہ بچے کو برے ساتھیوں سے دور رکھے اس لیے کہ بچہ انہی کی عادتوں سے متاثر ہوتا ہے۔

ماں کو بچے کے نفسیاتی رجحانات کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ لہٰذا اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ مغربی فیشن کی اندھی تقلید کرتا ہے، موسیقی اور فحش گانے سننے کا شوقین ہے، قابلِ اعتراض جگہوں پر جاتا ہے، نامحرم عورتوں سے ملتا ہے اور فحش مناظر کے لیے ٹیلی ویژن دیکھتا ہے، فحش رسالے پڑھتا ہے، جنسی تصویریں اور عشقیہ کہانیاں جمع کرتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس کی بے راہ روی اور بداخلاقی کا خوش اسلوبی اور حکمت سے علاج کرے۔ لہٰذا کبھی نرمی اختیار کرے اور کبھی سختی سے کام لے۔ کبھی ڈرانے دھمکانے سے اور کبھی لالچ وترغیب سے بچے کو گندگی کی اس دلدل سے نکالنے کی کوشش کرے اور اس کی اصلاح کے لیے ہر طریقہ اختیار کرے، تاکہ اپنے بچے کو نیک صالح اور اچھے لوگوں جیسا بنا سکے۔

ایسی ماں کتنی سمجھدار اور بچے پر نظر رکھنے والی ہوتی ہے جو بچے کی بے خبری میں اچانک، اطلاع دیے بغیر اس کے کمرے میں یہ دیکھنے چلی جاتی ہے کہ وہ کیا پڑھتا اور کیا لکھتا ہے؟

اور یہ کہ اچانک اس کے پاس جانے پر اس کے سامنے کیا منظر آتا ہے؟

دیکھ بھال کی عادت بچے کی عادتوں اور پوشیدہ رازوں کو جاننے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس سے بچے کے وہ راز معلوم ہوجاتے ہیں جن کو وہ چھپا کر رکھتا ہے اور بچے کے اخلاق وکردار کی اصلی اور حقیقی صورت سامنے آجاتی ہے۔

اس تمام تر کاوش کے بعد ماں اس لائق ہوجائے گی کہ مناسب طریقے سے بچے میں موجود بگاڑ کا علاج کر سکے اور وہ اپنی اس جدوجہد کے نتیجے میں ایسے حل تک پہنچ جائے گی جو بچے کی اصلاح کا ذریعہ بنے گا اور اس کی وجہ سے وہ گندگی کی دلدل سے بچ جائے گا اور متوازن شخصیت کا مالک، ہدایت یافتہ انسان بن جائے گا۔

۞...بچے کے علمی پہلو کی دیکھ بھال یہ ہے کہ:

ماں بچے کے علم حاصل کرنے کی رفتار پر نظر رکھے، چاہے یہ تعلیم بچے کے حق میں فرض عین ہو یا فرض کفایہ۔

لہٰذا ماں کو چاہیے کہ یہ دیکھتی رہے کہ کیا بچے نے وہ علم حاصل کرلیا ہے جو اس کے لیے فرض عین ہے؟ کیا اس نے قرآن کریم کی تلاوت کا طریقہ سیکھ لیا ہے؟ اور کیا اس نے اپنے اوپر فرض عبادات کا طریقہ اور مسائل سیکھ لیے ہیں؟ کیا اس نے حلال وحرام کام اور چیزیں جان لی ہیں؟ کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور غزوات (جنگوں) کا مطالعہ کرلیا ہے؟ اور کیا اس نے دین ودنیا سے متعلق امور اور وہ اسلامی آداب سیکھ لیے ہیں جن کا سیکھنا ضروری ہے؟

۞...بچے کی جسمانی دیکھ بھال یہ ہے کہ:

والدین پر شرعاً لازم ہے کہ بچوں کے ضروری لوازمات مثلاً اچھی غذا، صاف ستھرے مکان اور مناسب لباس کا خیال رکھیں تاکہ بچوں کو کوئی بیماری لاحق نہ ہو اور ان کے جسم کمزور نہ ہوجائیں۔

والدین کو چاہیے کہ بچوں کے کھانے پینے اور سونے میں حفظانِ صحت کے ان اصولوں

کا خیال رکھیں جن کا اسلام نے حکم دیا ہے۔

کھانے کے سلسلے میں ماں کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ بچے کو بدہضمی سے بچائے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ضرورت سے زیادہ کھانے سے روکے اور کھانا ہضم ہونے سے پہلے دوبارہ کھانے سے منع کرے۔

پینے کے سلسلہ میں ماں کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اسے دو یا تین سانس میں پینے کی تعلیم دے۔ برتن میں سانس لینے سے منع کرے اور کھڑے ہو کر پینے سے روکے۔

سوتے وقت بچے کو دائیں کروٹ پر لیٹنے کا حکم دے اور کھانا کھا کر فوراً سونے سے منع کرے۔

ماں کو بچے کی صحت کا خیال رکھنا چاہیے اور حفاظتی تدابیر اختیار کرنی چاہییں۔ مثلاً: پھل اور سبزیوں کو دھوئے بغیر استعمال کرنے سے منع کرے۔ کھانے سے پہلے اور بعد دونوں ہاتھ دھونے اور کلی کرنے کا حکم دے۔ کھانے میں پھونک مارنے سے منع کرے اور اسی جیسی صحت سے متعلق دوسری مفید باتیں بچے کو بتانی چاہییں جو اسلام نے سکھائی ہیں۔

ماں بچے کو ورزش کا عادی بننے اور تیراکی، شہسواری، نشانہ بازی اور کراٹے سیکھنے کی تلقین کرے۔ سادگی اختیار کرنے، مردانہ زندگی اپنانے اور حقیقت پسند آدمی بننے کی تربیت دے۔ عیش وعشرت میں پڑنے اور ناز ونعمت کا عادی نہ ہونے دے، تاکہ بچہ پختہ ارادے، مضبوط وتندرست جسم اور کچھ کر گزرنے والا انسان بنے۔

ماں کو چاہیے کہ وہ بچے کو سگریٹ اور اس جیسی دیگر منشیات سے بچائے کیونکہ یہ چیزیں دل کی بیماریوں، پھوڑے پھنسیوں، جگر کی خرابی، پٹھوں اور رگوں کے کھچاؤ اور اس کے علاوہ دوسری خطرناک بیماریوں کا ذریعہ بن کر جسم کو تباہ اور صحت کو برباد کر دیتی ہیں۔

اور جب خدانخواستہ بچے میں ان میں سے کسی بیماری کی کوئی علامت ظاہر ہو تو اس کے علاج کے لیے ماں کو فوراً ان امراض کے ماہر سے رجوع کرنا چاہیے۔ اس طرح بچہ مزید

نقصان سے بچ جائے گا اور اس مرض سے بھی چھٹکارا حاصل کرلے گا۔

۞...بچے کے نفسیاتی پہلو کی دیکھ بھال یہ ہے کہ:

۞... ماں بچے کو شرمیلے پن کی عادت سے بچائے لہٰذا اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ یکسوئی، تنہائی اور ہم عمر بچوں سے علیحدہ رہنے کو پسند کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ بچے میں حوصلہ اور جرأت پیدا کرے۔ اسے لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی تلقین کرے اور اس میں فکری پختگی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

۞...اسی طرح بچے کو ڈرنے اور گھبرانے کی عادت سے بچائے، لہٰذا اگر وہ یہ محسوس کرے کہ اگر یہ محسوس ہو کہ بچے میں بزدلی اور مشکلات سے بھاگنے کی عادت ہے تو اسے چاہیے کہ بچے میں خود اعتمادی پیدا کرے۔ اللہ پر بھروسے کی عادت ڈلوائے اور شجاعت و جرأت کا پہلو اجاگر کرے تاکہ وہ دنیاوی زندگی اور اس کی مشکلات کا ہنسی خوشی خندہ پیشانی سے مقابلہ کرسکے۔

ماں کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچے کو سائے، اندھیرے، جن بھوت، چڑیل اور عجیب و غریب مخلوق سے نہ ڈرائے، تاکہ بچہ بزدل اور ڈرپوک نہ بن جائے۔

۞...اسی طرح بچے میں احساسِ کمتری کی بیماری پر بھی نظر رکھے۔ اگر اسے یہ محسوس ہو کہ بچے میں اس کا کچھ اثر ہے تو نہایت حکمت اور خوش اسلوبی سے اس کا علاج کرے، مثلاً:

اگر احساسِ کمتری کا سبب تحقیر و توہین ہو تو ماں کو چاہیے کہ بچے کو اچھے الفاظ سے مخاطب کرے اور پیار سے پکارے۔

اور اگر احساسِ کمتری کا سبب ضرورت سے زیادہ نازنخرے اٹھانا ہو تو ماں کو بچے ساتھ سزا و پیار اور نرمی گرمی دونوں سے کام لینا چاہیے۔

اور اگر اس کی وجہ یتیمی ہو، تو یتیم کے سرپرستوں کو چاہیے کہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور اسے محبت و پیار کا احساس دلائیں۔

اور اگر اس کا سبب فقر وغربت ہو تو ماں کو چاہیے کہ بچے میں صبر وبرداشت اور اپنے خدا پر اعتماد کی روح پیدا کرے، تا کہ بچہ اپنا راستہ خود ہموار کرے اور وہ کام کر سکے جو نامور لوگوں نے کیے ہیں۔

اور اگر اس احساس کا سبب حسد ہو تو ماں کو اس بیماری کا علاج بچے اور اس کے بہن بھائیوں میں برابری کر کے اور ان اسباب کو دور کر کے کرنا چاہیے جو حسد کا ذریعہ بنتے ہیں۔

۞ ... بچے میں غصے کی عادت پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ اگر ماں یہ دیکھے کہ بچہ معمولی سی بات پر ناراض ہو جاتا ہے تو اسے غصے کی عادت کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مثلاً:

اگر غصے کا سبب بیماری ہو تو اس کا علاج کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

اور اگر غصے کا سبب بھوک ہو تو بچے کو مناسب وقت پر غذا دینی چاہیے۔

اور اگر اس کا سبب بچے کو بلا وجہ ڈانٹنا، جھڑکنا ہو تو ماں کو چاہیے کہ معتدل رویہ اپنائے اور پیار بھری زبان استعمال کرے۔

اور اگر غصہ زیادہ ناز نخرے اٹھانے اور ناز ونعمت میں پرورش کی وجہ سے ہو تو ماں کو چاہیے کہ اس کے ساتھ عام بچوں کا سا معاملہ کرے اور اسے سادگی کا عادی بنائے۔

اور اگر اس کا سبب مذاق اڑانا ہو تو ماں کو چاہیے کہ بچے کو ایسی چیزوں سے دور رکھے جو اس کے جذبات کو مجروح کرنے والی ہوں۔

اسی طرح ماؤں پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ غصے کو ٹھنڈا کرنے میں اسلام کے بیان کردہ قواعد وضوابط کو خود بھی اپنائیں اور اپنے بچوں کو بھی ان کی تعلیم دیں، تا کہ وہ غصے میں آپے سے باہر نہ ہوں۔

۞ ... **بچے کی معاشرتی زندگی پر نظر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ:**

ماں بچے میں یہ بات نوٹ کرتی رہے کہ وہ دوسرے کے حقوق ادا کر رہا ہے یا نہیں؟

اگر وہ یہ محسوس کرے کہ بچہ اپنے یا اپنی والدہ یا اپنے بہن بھائیوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں، استادوں یا بڑوں کے حق میں کوئی کوتاہی کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ بچے کے سامنے اس کوتاہی کا انجام اور اس حرکت کے نتائج بیان کرے تاکہ وہ اس سے باز آ جائے۔

ماں کو چاہیے کہ وہ اس پر نظر رکھے کہ بچہ مسنون آداب پر عمل کرتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ کھانے پینے کے آداب، یا سلام کے طریقے، یا گفتگو کے آداب یا اس جیسے دوسرے معاشرتی آداب میں کوتاہی کر رہا ہے، تو ماں کو اپنی پوری کوشش اور زور اس بات پر صرف کرنا چاہیے کہ بچے کو اسلامی آداب آ جائیں اور وہ بہترین عادات کا مالک ہو جائے۔

ماں کو اس پر بھی نظر رکھنی چاہیے کہ بچہ اچھے احساسات و جذبات رکھتا ہے یا نہیں؟ لہٰذا اگر وہ یہ دیکھے کہ بچے میں انانیت اور تکبر پایا جاتا ہے تو اسے ایثار کا سبق دے؛ اگر اسے بغض وحسد میں مبتلا دیکھے تو اس میں محبت اور صاف دلی کے بیج بونے کی کوشش کرے؛ اور اگر یہ دیکھے کہ وہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام نہیں سمجھتا تو اسے اللہ کا خوف اور تقویٰ کا حکم دے۔ اور اگر یہ دیکھے کہ بچے کو کسی ناپسندیدہ چیز یا بیماری وغیرہ سے تکلیف پہنچی ہے تو اس کے دل میں اللہ کے فیصلے اور تقدیر پر راضی رہنے کا عقیدہ پکا کر دے۔

۞ ...روحانی پہلو سے بچے کی دیکھ بھال کا مطلب یہ ہے کہ:

ماں بچے میں اللہ تعالیٰ کا دھیان پائے جانے پر نظر رکھے اور اس کو ہمیشہ یہ بتاتی رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، اس کی باتیں سن رہا ہے، اس کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے بلکہ وہ تو دل میں چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے۔

ماں کو خشوع و خضوع، تقویٰ اور اللہ رب العالمین کے سامنے عبودیت و بندگی کے پہلو پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ بچے کے سامنے اللہ کی بڑائی بیان کی جائے اور اس انداز میں بیان کی جائے کہ بچے کے سامنے سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہ رہے کہ

وہ اللہ کی عظمت کے سامنے جھک جائے اور تقویٰ اختیار کرے۔

بچے میں خشوع وخضوع اور تقویٰ کی حقیقت کو پیدا کرنے والی چیز یہ ہے کہ اسے سمجھداری کی عمر ہی سے نماز میں خشوع وخضوع اور قرآن کریم کی تلاوت سننے پر متاثر ہونے اور رونے یا رونے والی شکل بنانے کا عادی بنایا جائے۔ اگر ان صفات پر وہ اپنے آپ کو ڈھال لے اور ان پر عمل شروع کردے تو بلا شبہ وہ ان اللہ والوں میں سے بن جائے گا جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یاد رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں، ان کو نہ کوئی خوف ہوگا، نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقوای اختیار کیے رہے۔'' (یونس: ٦٢-٦٣)

(۵) سزا کے ذریعے تربیت:

آج کل اس بارے میں بہت افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔ بعض لوگ ہر سزا کو جائز سمجھتے ہیں اور بعض سرے سے کسی قسم کی سزا کے قائل ہی نہیں ہیں، چاہے بچہ کچھ کرتا پھرے۔ اس لیے یہاں ماں کے سامنے وہ معتدل اور متوازن طریقہ پیش کیا جاتا ہے جسے دینِ اسلام نے بچوں کو سزا دینے کے سلسلے میں اختیار کیا ہے:

۱- اصل یہ ہے کہ بچے کے ساتھ نرمی اور پیار کا برتاؤ کیا جائے:

۞ ...امام بخاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''نرمی اختیار کرو اور سختی اور بدزبانی سے بچو۔''[1]

۞ ...اور ایک روایت میں ہے کہ ''سکھاؤ...... لیکن سختی نہ کرو۔''[2]

۞ ...اور امام بخاری حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

۱- صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب لم یکن النبی فاحشًا ولا متفحشا: ۵۵۷۰
۲- مسند أحمد حنبل، باب بدایة مسند عبداللّٰه بن عباس رضی اللّٰه عنه: ۲۰۲۹

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت فرمایا:
''آسانی پیدا کرنا، سختی نہ کرنا اور لوگوں کو تعلیم تو دینا مگر نفرت مت دلانا۔''[1]

۲- پیار محبت سے کام نہ چلے تو سزا دینے میں بچے کی طبیعت اور مزاج کا خیال رکھا جائے۔
چونکہ بچے ذہانت و سمجھ داری میں ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتے ہیں، ان کے مزاج بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوا کرتے ہیں، چنانچہ کچھ بچے ٹھنڈے اور صلح پسند ہوتے ہیں، کچھ معتدل مزاج کے ہوتے ہیں اور کچھ سخت اور اکھڑ مزاج کے مالک ہوا کرتے ہیں۔ یہ سب چیزیں موروثی بھی ہوتی ہیں اور ماحول و معاشرے کے اثرات اور تربیت و پرورش کے نتیجے میں بھی ہوتی ہیں۔

لہٰذا: کچھ بچوں کی اصلاح و تنبیہ کے لیے ان کی طرف صرف ترچھی اور تیز نگاہ سے دیکھنا بھی کافی ہوتا ہے، جبکہ کچھ کو سختی اور ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی ماں کو نصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ میں ناکامی کے بعد مار پٹائی کے استعمال کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔
مسلمان علمائے تربیت کے یہاں سخت ضرورت کے بغیر سزا دینا درست نہیں ہے، لیکن ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ماں کو سمجھانے بجھانے، ڈانٹ ڈپٹ اور دیگر ذرائع اختیار کرنے کے بعد بالکل آخر میں مجبوری کے وقت سزا دینی چاہیے تاکہ بچے کی اصلاح ہو سکے اور اس کی اخلاقی و نفسیاتی تربیت ممکن ہو۔ ہمیشہ اور ہر وقت نرمی اور محبت ہی کام آتی تو سزا کی اجازت شریعت میں بالکل بھی نہ ہوتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ بچے کو مناسب سزا دی جا سکتی ہے اور یہ نظریہ کہ ''بچوں کو جسمانی سزا بالکل نہیں دینی چاہیے۔'' قطعاً غلط ہے، لیکن ماں کو سزا دینے میں نہایت حکمت سے کام لینا چاہیے اور ایسی سزا دینی چاہیے جو بچے کی سمجھ اور مزاج کے مطابق ہو اور ساتھ ہی اس کو چاہیے

۱- صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسرا...:٥٦٥٩

کہ جسمانی سزا کو بالکل آخر میں رکھے اور سخت ضرورت کے موقع پر اس سے کام لے۔

۳- سزا دیتے وقت معمولی سزا سے سخت سزا کی طرف آہستہ آہستہ جانا۔

ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ ماں بچے کو جو سزا دینا چاہے اسے بالکل آخری مرحلہ میں اختیار کرے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بچے کی اصلاح اور اسے سزا دینے کے چند مراحل ہیں جنہیں ماں کو مار پیٹ سے پہلے اختیار کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ ان سے کام چل جائے، بچے کی اصلاح ہو جائے اور وہ ایک اچھا انسان بن جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے بگاڑ کی اصلاح اور بغیر سزا کے ان کی اخلاقی ونفسیاتی تربیت کے لیے نہایت مفید طریقے مقرر فرماتے ہیں، تاکہ والدین ان کو اختیار کرکے بچے کی اصلاح وتربیت کامیابی سے کریں اور اسے نیک صالح مومن بنالیں۔ سزا سے پہلے اصلاح کے جو طریقے معلمِ اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائے ہیں، یہ ہیں:

۱- صحیح بات بتانے کے ذریعے غلطی کی اصلاح کرنا:

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں چھوٹا سا بچہ تھا۔ کھانے کے برتن میں میرا ہاتھ اِدھر اُدھر گھوما کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

”بچے! اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو۔ اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔“[1]

۲- غلطی کی جانب اشارۃً متوجہ کرنا:

امام بخاری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت فضل بن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر سوار تھے۔

۱- صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين: ٤٩٥٧

قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئیں تو حضرت فضل رضی اللہ عنہ ان کی طرف دیکھنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے کو دوسری طرف پھیر دیا۔[1]

اس واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کی غلطی کی اصلاح اس طرح کی کہ دیکھنے والے کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔ یہ اشارۃً تنبیہ ہے اور عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے۔

۳- ڈانٹ کر غلطی پر تنبیہ کرنا:

بخاری شریف میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو میں نے برا بھلا کہتے ہوئے یہ کہہ دیا: ''اے کالی عورت کے بیٹے!'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوذر! کیا تم نے اس کی ماں کو بُرا بھلا کہا ہے؟ تم میں جاہلیت کا اثر پایا جاتا ہے، یہ تمہارے بھائی اور مددگار ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے، لہٰذا جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی ہو تو اسے چاہیے کہ جو خود کھاتا ہے وہ اسے کھلائے اور جو خود پہنتا ہے وہ اسے پہنائے اور ان کو ایسے کام پر مجبور نہ کرو جو ان کی طاقت سے باہر ہو اور اگر ایسا کرنا ہی پڑ جائے تو ان کی مدد کرو۔''[2]

دیکھا آپ نے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس غلطی کا کس طرح علاج فرمایا کہ جب انہوں نے ان صاحب کو کالے پن سے عار دلایا تو آپ نے ان کو تنبیہ کی اور ڈانٹا۔ پھر موقع کی مناسبت سے انہیں سمجھایا اور ان کی تربیت فرمائی۔

٤- قطع تعلق کے ذریعہ غلطی پر تنبیہ کرنا:

وقتی طور پر بات چیت نہ کرنے اور ناراضی کا اظہار کرنے سے بھی تربیت کی جا سکتی ہے۔

۱- صحيح البخاري، كتاب الحج، باب وجوب الحج وفضله:١٤١٧

۲- صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب المعاصي من أمر الجاهلية:٢٩

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے ایک رشتہ دار نے کنکری ماری۔ انہوں نے ان کو اس سے منع کیا اور ان سے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کنکری مارنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس سے نہ تو شکار کو قتل کیا جا سکتا ہے اور نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے، ہاں اس سے آنکھ پھوٹ سکتی ہے اور دانت ٹوٹ سکتا ہے۔''

ان صاحب نے پھر کنکری پھینک ماری تو حضرت عبداللہ نے ان سے فرمایا: ''میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا رہا ہوں اور تم پھر بھی کنکر پھینکے جا رہے ہو۔ میں تم سے کبھی بھی بات نہیں کروں گا۔''[1]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک میں جانے سے رہ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں کو ان سے بات کرنے سے منع فرما دیا اور پچاس دن تک یہ بائیکاٹ جاری رہا۔ یہاں تک کہ ان کی اور ان کے ذریعے دوسروں کی بھی اصلاح ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی توبہ کی قبولیت کو نازل فرمایا۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ مقاطعہ (بائیکاٹ) اصلاح اور تربیت کا شرعی اور مفید ذریعہ ہے۔

۵- مار پیٹ کر غلطی پر تنبیہ کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر ان کی پٹائی کرو اور ان کے بستروں کو الگ الگ کر دو۔''

اور سورۂ نساء میں ارشادِ ربانی ہے:

''اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو (پہلے) انہیں سمجھاؤ، اور (اگر اس سے

۱- صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الخذف البندقة:۵۰۵۷

۲- صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالك:٤٠٦٦

کام نہ چلے تو) انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو، (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) انہیں مار سکتے ہو۔ پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کارروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔'' (النساء:٣٤)

دیکھ لیجیے کہ مار پیٹ کے ذریعے سزا دینا ایک ایسی چیز ہے جسے اسلام نے برقرار رکھا ہے، لیکن اس کا مرحلہ بالکل آخر میں آتا ہے۔ اس سے پہلے وعظ و نصیحت اور پھر بائیکاٹ سے کام لیا جائے گا۔

لیکن اگر ماں یہ دیکھے کہ سمجھانے بجھانے اور نرمی و پیار سے بچے کی غلطی کی اصلاح نہیں ہو رہی تو پھر اسے آہستہ آہستہ سختی کی طرف قدم بڑھانا چاہیے، لہٰذا اب ڈانٹ ڈپٹ سے کام لے...... اور اگر اس سے بھی مقصد حاصل نہ ہو تو پھر ہلکی پھلکی سی مار پیٹ کا نمبر آتا ہے، لیکن اگر یہ بھی کارگر نہ ہو تو پھر سخت مار پیٹ سے کام لینا چاہیے اور یہ سزا گھر والوں یا بچے کے ساتھیوں کے سامنے بھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ اس کی ضرورت محسوس ہو اور اس میں کوئی فائدہ نظر آئے۔

پھر اگر ماں یہ محسوس کرے کہ سزا دینے کے بعد بچے کی عادت و اخلاق درست ہو گئے ہیں تو وہ بچے کے ساتھ خوش طبعی اور نرمی سے پیش آئے اور بچے کو یہ جتا دے کہ اس نے اسے جو سزا دی ہے، اس سے اس کا مقصد اس کی بھلائی اور دنیا و آخرت میں اس کی کامیابی تھی۔

بچہ جب یہ محسوس کرے گا کہ ماں سزا دینے کے بعد اس کے ساتھ شفقت و محبت اور نرمی کر رہی ہے اور اس نے جو سزا دی ہے اس سے اس کا مقصد اس کی اصلاح و تربیت اور اسی کا فائدہ تھا، تو ایسی صورت میں یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ بچہ نفسیاتی طور پر الجھن کا شکار ہو یا اخلاقی طور پر بگڑ جائے یا سزا کے ردِعمل میں اور زیادہ بگڑ کر برائیوں اور گمراہیوں میں پڑ جائے، بلکہ وہ اس ہمدردی اور خیر خواہی کا احساس کرے گا، نیک لوگوں کا طریقہ اختیار کرے گا اور ماں سے

پہلے کی طرح محبت کرنے لگ جائے گا۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسلام نے مار پیٹ کی شکل میں سزا کی جو اجازت دی ہے، اسے ایک دائرے میں محدود کر دیا ہے اور اس کے لیے کچھ شرائط مقرر کر دی ہیں تا کہ مار پیٹ اصلاح کے بجائے انتقام اور فائدے کے بجائے بگاڑ کا ذریعہ نہ بنے۔ مار پیٹ کے لیے جو شرائط ہیں، انہیں ہم ترتیب وار بیان کرتے ہیں:

۱- مار پیٹ اس وقت تک نہیں ہونی چاہیے جب تک تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ کے تمام طریقے آزما نہ لیے جائیں۔

۲- ماں کو چاہیے کہ ایسی حالت میں ہرگز نہ مارے جب وہ سخت غصے میں ہوتا کہ کہیں ضرورت سے زیادہ سزا نہ دے بیٹھے۔

۳- ایسی جگہ نہ مارے جس سے سخت نقصان کا اندیشہ ہو، جیسے: سر، چہرہ، سینہ اور پیٹ۔

٤- شروع میں مار سخت اور تکلیف دہ نہیں ہونی چاہیے بلکہ ہلکی پھلکی معمولی چھڑی سے ہاتھوں پر مارنا چاہیے اور اگر بچہ چھوٹا ہو تو دو تین چھڑیوں سے زیادہ نہیں مارنا چاہیے، ہاں جب بچہ بڑا ہو اور سرپرست یہ سمجھے کہ دو تین ڈنڈیوں کے مارنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تو دس تک مار سکتا ہے۔

۵- اگر بچے سے پہلی مرتبہ غلطی ہوئی ہے تو اسے توبہ کا موقع دینا چاہیے اور اس کی معافی قبول کرتے ہوئے اس بات کا موقع دینا چاہیے کہ وہ ظاہری طور پر کسی کو اپنا سفارشی اور ضمانتی بنالائے اور سزا سے بچ جائے۔ ایسی صورت میں اس سے عہد لے لینا چاہیے، تا کہ وہ دوبارہ غلطی نہ کرے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ اسے فوری مارا پیٹا جائے یا اس کے جرم کی لوگوں کے سامنے تشہیر کی جائے۔

٦- ماں بچے کو خود مارے۔ یہ ذمہ داری بچے کے کسی بھائی یا ساتھی کے سپرد نہ کرے

تاکہ بھائیوں یا ساتھیوں میں لڑائی جھگڑا نہ ہو اور نفرت و انتقام کی آگ نہ بھڑکے۔

۷- بچہ جب بلوغ کی عمر کو پہنچ جائے اور ماں یہ محسوس کرے کہ تنبیہ کے لیے دس چھڑیاں مارنا کافی نہیں تو وہ اس پر اضافہ بھی کرسکتی ہے، تکلیف دہ مار بھی لگا سکتی ہے اور بار بار بھی مار سکتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ یہ محسوس کرلے کہ بچہ بات ماننے لگ گیا ہے اور اب بالکل ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔

ان ہدایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے سزا دینے کے حوالے سے بہت تفصیل سے احکام دیے ہیں۔ سزا نفسیاتی ہو یا جسمانی، لیکن شریعت نے اس کی نہ بے حد وحساب اجازت دی ہے نہ مکمل پابندی لگائی ہے۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ اگر وہ اپنے بچوں کی مثالی تربیت کرکے معاشرے کی اصلاح چاہتے ہیں تو ان حدود سے باہر نہ نکلیں اور ان سے غفلت نہ برتیں۔

اوپر جو اصول بیان کیے گئے یہ بچے کی اصلاح و تربیت کے اہم ترین اسباب ہیں اور ان کے استعمال کرنے اور ان میں سے مناسب ترین کے اختیار کرنے سے ہی والدین کی حکمت و دانائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی حکمت و بصیرت عطا کریں جس کے ذریعے ہم خود بھی بہترین انسان بن جائیں اور اپنی اولاد کو بھی بہترین انسان بنا سکیں۔ آمین

تربیت سے متعلق چند ضروری تجاویز

یہاں خواتین کے سامنے تربیت سے متعلق کچھ ضروری تجاویز پیش کی جارہی ہیں۔ یہ تجاویز کچھ اس طرح ہیں:

۱- بچے کی فطری صلاحیتوں کا خیال رکھنا
۲- کھیل کود اور تفریح کے مواقع فراہم کرنا
۳- گھر، مسجد، مدرسہ اور اسکول میں ربط وتعاون پیدا کرنا
٤- بچے کے ساتھ مضبوط رابطہ رکھنا
۵- چوبیس گھنٹے کا نظام مقرر کر کے اس کے مطابق چلنا
٦- بچے کے لیے علم وتہذیب سیکھنے کے وسائل مہیا کرنا
۷- بچے میں مطالعے کا شوق پیدا کرنا
۸- بچے کو اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے عائد ہونے والی ذمہ داریاں محسوس کرنے کا عادی بنانا
۹- بچے میں جہاد کی روح پیدا کرنا
۱۰- بچے کو اچھے اور عمدہ روزگار کا شوق دلانا

اب مذکورہ بالا تجاویز میں سے ہر ایک کا تفصیلی تذکرہ کیا جائے گا۔

(۱) بچے کی فطری صلاحیتوں کا خیال رکھنا:

والدین کو جن اہم امور کا خوب خیال رکھنا چاہیے اور ان پر پوری توجہ دینی

چاہیے ان میں یہ بھی ہے کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ بچے کا طبعی رجحان کس شعبے کی طرف ہے؟ کس چیز میں اس کا ذہن زیادہ چلتا ہے؟ اور وہ زندگی کی کن آرزؤوں اور تمناؤں کو پورا کرنا چاہتا ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے مزاج، ذہانت، طاقت اور رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، لہٰذا سمجھ دار والدین وہ ہیں جو بچے کے لیے وہ شعبہ چنیں جو اس کے مزاج کے موافق ہو اور جو کام اور ماحول اس کی طبیعت کے مناسب ہو اس کو وہی فراہم کریں۔

لہٰذا بچہ اگر ذہین قسم کا ہو اور اسے پڑھائی جاری رکھنے اور تعلیم مکمل کرنے کا شوق ہو تو والدین کو چاہیے کہ اس کے لیے ایسے اسباب مہیا کردیں جن سے وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکے۔

اور بچہ اگر ذہانت و سمجھداری کے اعتبار سے درمیانی قسم کا ہو اور اس کی طبیعت کسی قسم کے ہنر، کام یا کاروبار وغیرہ سیکھنے کی طرف مائل ہو تو والدین کو چاہیے کہ اس کے لیے ایسی سہولتیں مہیا کردیں جن کے ذریعہ وہ اپنی تمنا پوری کرسکے۔

اور اگر بچہ کمزور ذہن والا اور ناسمجھ ہو تو والدین کو چاہیے کہ اسے کسی ایسے کام میں لگادیں جو اس کی سمجھ، اہلیت اور مزاج کے مطابق ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

"اِعْمَلُوْا! فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ." [1]

"کوشش کرتے رہو، اس لیے کہ ہر شخص کو اس چیز کی توفیق ملتی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔"

اس لیے والدین کو چاہیے کہ بچے کی نفسیات پہچانیں اور اس کی ذہنی صلاحیت کا اندازہ کرنے اور جس علم و ہنر میں اس کا دل لگتا اور ذہن چلتا ہو اس کے پہچاننے میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔

والدین کو چاہیے کہ وہ بچے اور اس کی ان خواہشات کے درمیان رکاوٹ نہ بنیں جو وہ

۱- صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب فسنیسرہ للعسری: ٤٥٦٨

دنیا کی زندگی میں حاصل کرنا چاہتا ہے بشرطیکہ وہ خواہشات ایسی ہوں جن میں بچے کا فائدہ ہو اور وہ ان کو حاصل کر کے اُمت کا کارآمد فرد بن سکتا ہو۔

اگر والدین بچے اور اس کی جائز آرزوؤں کے درمیان رکاوٹ بن جائیں گے تو بچہ ذہنی اور نفسیاتی طور پر متاثر ہوگا بلکہ ایسے رویے سے تو بسا اوقات باپ اور بیٹے میں ٹکراؤ اور جھگڑا پیدا ہوجاتا ہے اور انجام یہ ہوتا ہے کہ دونوں کے درمیان تعلقات منقطع ہوجاتے ہیں، نافرمانی اور بغاوت شروع ہوجاتی ہے اور اس کا سبب وہ باپ ہوتا ہے جو موقع محل کو نہیں سمجھتا اور نتائج پر نظر نہیں رکھتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''رَحِمَ اللّٰهُ وَالِدًا أَعَانَ وَلَدَهُ عَلٰى بِرِّهٖ.''[1]

''اللہ تعالیٰ ایسے والد پر اپنی رحمت نازل کرے جو نیک کام میں اپنے بیٹے کی مدد کرے۔''

(۲) بچے کو کھیل کود اور تفریح کا موقع دینا:

اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ اس نے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ انسان بہرحال انسان ہیں۔ ان کے کچھ فطری شوق، نفسیاتی خواہشات اور میلانات ہوتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے ان پر یہ فرض نہیں کیا کہ وہ ذکر اللہ کے علاوہ کوئی بات ہی نہ کریں۔ ہر وقت غور و فکر میں مصروف ہوں اور صرف عبادت ہی کرتے رہیں..... بلکہ دینِ اسلام نے فطرت انسانی کے تقاضوں، خوشی اور مسرت، کھیل کود، دل لگی و مزاح، ہر ایک کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ یہ چیزیں ان حدود کے دائرے میں ہوں جو اللہ نے مقرر کی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کے ساتھ دل لگی اور ان کے ساتھ شفقت و نرمی کو دیکھتے ہوئے تربیتِ اسلامی کے ماہرین نے یہ تاکید کی ہے کہ بچے کو اسباق اور کام کاج سے فارغ ہونے کے بعد کھیل کود اور سیر و تفریح کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱- کنز العمال، باب حرف النون: ۴۵۴۱۷

امام غزالی ''احیاء العلوم'' میں لکھتے ہیں:

''بچے کو مدرسے سے واپس آنے کے بعد ایسے اچھے کھیل کود کی اجازت دے دینی چاہیے جس کے ذریعے پڑھائی کی تھکن اتر جائے۔ بچے کو کھیل سے روکنا اور اس کو ہمیشہ تعلیم میں مشغول رہنے پر مجبور کرنا بچے کے دل کو مردہ، ذہانت کو متاثر اور زندگی کو بے مزہ کر دیتا ہے اور پھر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ تعلیم سے ہی چھٹکارا پانے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔''

لیکن سرپرست کو چاہیے کہ بچوں کے کھیل میں دو اہم امور کا خیال رکھے:

۱- بچہ کھیل کود میں اتنا مشغول نہ ہو کہ چُور چُور ہو جائے اس لیے کہ اس سے ذہن کو نقصان پہنچتا ہے اور جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''نہ نقصان پہنچاؤ، نہ نقصان اٹھاؤ۔''[1]

۲- یہ کھیل کود ایسے اوقات میں نہ ہو جو پڑھائی یا ضروری کاموں کے لیے مخصوص ہوں۔ اس لیے کہ اس سے وقت ضائع ہوتا ہے اور بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''اِحْرَصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُکَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ، وَلَا تَعْجَزْ.''[2]

''ایسے کاموں میں لگو جو تمہیں فائدہ پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور عاجز و بے بس نہ بنو۔''

(۳) گھر، مسجد، مدرسہ اور اسکول میں ربط و تعاون پیدا کرنا:

بچے کی علمی، روحانی اور جسمانی شخصیت سازی کے مؤثر عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ گھر، مدرسہ و اسکول اور مسجد میں مضبوط ربط اور تعاون پیدا کیا جائے۔

۱- موطا مالك، باب القضاء في المرفق: ۱۲۳٤

۲- صحيح مسلم، كتاب القدر، باب في الأمر بالقوة والاستعانة وترك العجز: ٤٨١٦

۞... یہ بات ظاہر ہے کہ گھر والوں کی ذمہ داری بچے کی جسمانی تربیت کے حوالے سے سب سے پہلے نمبر پر ہے۔

۞... یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ دینِ اسلام میں مسجد کا کردار روحانی تربیت کے حوالے سے سب سے اہم ہے۔

۞... اور وہ امور جن میں کسی بھی دو آدمیوں کا اختلاف نہیں ہوگا ان میں سے یہ بھی ہے کہ مدرسے کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ بچے کی علمی تربیت ہو۔

ہم جب یہ کہتے ہیں کہ گھر اور مسجد و مدرسہ میں باہمی تعاون ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بچے کی شخصیت کامل و مکمل ہوگئی ہے اور وہ روحانی، جسمانی، عقلی اور نفسیاتی طور پر مکمل ہو چکا ہے بلکہ وہ اپنی قوم کی ترقی اور دین کی سربلندی کے لیے کارآمد فرد بن گیا ہے، لیکن یہ باہمی تعاون و تعلق اس وقت تک مکمل طور پر کارآمد نہیں ہوسکتا جب تک دو بنیادی شرطیں نہ پائی جائیں:

۱- مدرسہ، اسکول اور گھر کی رہنمائی اور تربیت میں تضاد و اختلاف نہ ہو۔

۲- اس ربط و تعاون کا مقصد اسلامی شخصیت کی تعمیر میں توازن و کمال پیدا کرنا ہو۔

(٤) بچے کے ساتھ مضبوط رابطہ رکھنا:

تربیت کے ماہر علمائے کرام کے یہاں تربیت کے متفقہ اصولوں میں سے بچے اور والدین کے درمیان رابطہ و تعلق کا مضبوط ہونا بھی ہے تاکہ تربیتی اثرات اچھے طریقے سے پڑ سکیں اور خوب عمدگی سے علمی، نفسیاتی اور اخلاقی تربیت ہو سکے۔

اگر والدین اور بچے یا طالب علم اور استاد کے درمیان دوری یا نفرت ہوگی تو ایسی صورت میں نہ بچہ کچھ حاصل کر سکے گا اور نہ اس کی تربیت ہو سکے گی۔ اس لیے والدین پر لازم ہے کہ وہ ایسا رویہ اپنائیں جس سے بچے کے ساتھ ان کا تعلق مضبوط ہو، آپس میں تعاون کی فضا قائم ہو اور بچے ان کی شفقت و محبت محسوس کریں۔

۞...ان رویوں میں سے ایک یہ ہے کہ بچے سے مسکراہٹ کے ساتھ ملا جائے۔

۞...بچہ اگر اچھا کام کرے یا پڑھائی میں اچھی کارکردگی دکھائے تو انعام دے کر اس کی ہمت افزائی کرنی چاہیے۔

۞...بچے کو یہ احساس دلایا جائے کہ اس کا خصوصی خیال رکھا جارہا ہے اور اس سے محبت وشفقت برتی جارہی ہے۔

۞...بچے کے ساتھ حسنِ اخلاق اور نرمی سے پیش آنا چاہیے۔

۞...بچے کی جائز خواہش پوری کی جائے تاکہ وہ احساس محرومی یا احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔

۞...کبھی کبھی بچے کے ساتھ خوب گھل مل جائیں، اس سے ہنسی مذاق کریں اور اس کے ساتھ بچہ بن جائیں۔

اگر آپ چاہیں کہ آپ کا بچہ آپ کی بات مانے اور آپ کی نصیحت اور باتوں کو کان لگا کر سنے تو آپ کو چاہیے کہ آپ اسلام کی ان ہدایات پر عمل کریں جو اس نے بچے کو خود سے مانوس کرنے کے لیے دی ہیں لہٰذا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں اور جو طریقہ آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اختیار کیا تھا آپ بھی اسے اپنا لیں۔ اگر آپ نے ایسا کرلیا تو آپ نے تربیت کا صحیح اور بہترین طریقہ اختیار کرلیا۔ پھر آپ اپنے بچے کے دل کے مالک ہوجائیں گے اور آپ کی محبت اس کے دل میں سرایت کرجائے گی۔ وہ آپ کا گرویدہ ہوجائے گا اور آپ کی ہر نصیحت کو قبول کرے گا اور آپ کی کوششیں نتیجہ خیز ثابت ہوں گی۔

(۵) چوبیس گھنٹے کا نظام مقرر کرکے اس کے مطابق چلنا:

چوبیس گھنٹے کا نظم الاوقات (شیڈول) مقرر کرکے بچے کو اس کے مطابق چلانا چاہیے تاکہ وہ اس کا عادی بن جائے، اس پر عمل کرتا رہے اور مستقبل میں اس کو اپنے لیے ایک مانوس چیز سمجھے۔

اس نظام کی تفصیلات اسلامی ہدایات کے مطابق آپ کے سامنے پیش کی جارہی ہیں، تاکہ آپ اس کے مطابق عمل کرسکیں:

الف: صبح کے وقت ماں کو درج ذیل نظام اپنانا چاہیے:

۞...یہ کتنی اچھی بات ہوگی کہ جب آپ خود اور آپ کا بچہ نیند سے بیدار ہو تو اللہ کا نام لے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ یہ مسنون دعا پڑھی جائے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَا تَنَا، وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ." [1]

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے موت کے بعد ہمیں زندگی بخشی اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

۞...پھر آپ کو چاہیے کہ آپ اسے بیت الخلا میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعائیں اور استنجا کے آداب سکھائیں۔

۞...اس کو یہ سکھائیں کہ جب وہ بیت الخلا سے نکلے تو پانی یا صابن سے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے۔

۞...پھر اس کو وضو کرنا سکھائیں۔

۞...آپ اس کو یہ بتائیں کہ رات کو کچھ نہ کچھ نفل نماز پڑھ لیا کرے:

اس لیے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص رات کو اٹھ جائے تو اسے نماز کی ابتدا دو ہلکی پھلکی رکعتوں سے کرنی چاہیے۔" [2]

پھر بچی کو گھر میں نماز پڑھوایئے اور بچے کو یہ بتایئے کہ وہ فجر کی نماز مسجد جا کر پڑھا کرے:

۞...اسے اذان کے بعد کی دعا سکھائیں۔

١- صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب مايقول إذا نام:٥٨٣٧

٢- سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب افتتاح صلاة الليل بركعتين: ١١٢٨

۞ ...بچے کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد تسبیحات پڑھنا اور دعا کرنا سکھائیں۔

۞ ...پھر اس کو صبح کے وقت پڑھے جانے والے ذکر بتایئے۔

۞ ...پھر اس کے ساتھ ہلکی پھلکی ورزش کیجیے۔

۞ ...پھر بچہ اگر طالب علم ہو تو اس کو وہ اسباق یاد کرانا چاہیے جو اس کے ذمہ لگائے گئے ہیں اور جو کچھ اس نے مطالعہ کیا ہے اسے دہرایا جائے۔

اگر ماں خود بچے کی تعلیم واصلاح اور رہنمائی کے لیے وقت نہ دے سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ دوسرے اساتذہ یا بڑے بچوں سے یہ کام لے لے۔

۞ ...پھر اس کو اشراق وچاشت کی نماز کے متعلق بتائیں۔

۞ ...پھر اس کو ناشتہ کے آداب بتائیں۔

۞ ...اس کو یہ بتائیں کہ وہ کپڑے پہننے میں پہلے دائیں سے ابتدا کرے اور اتارتے وقت پہلے بائیں سے اتارے۔

۞ ...آپ اس کو گھر سے نکلنے کی دعا سکھائیں۔

۞ ...آپ اس کو یہ بتائیں کہ وہ خطرہ کی جگہ پر احتیاط سے چلے۔ اس طرح کہ گاڑیوں سے دور رہے اور سڑک کے بیچ میں چلنے سے بچے۔

۞ ...اس کو یہ سمجھائیں کہ زمین پر کوئی ایسی چیز نہ پھینکے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے، مثلاً ایسی چیزیں جن سے انسان کے پھسلنے کا خطرہ ہو۔

۞ ...اسے یہ بھی تعلیم دیں کہ وہ راستے سے ایسی چیزیں ہٹا دیا کرے جو چلنے والوں کو نقصان پہنچانے والی ہوں مثلاً: کانٹے، پتھر اور دیگر تکلیف پہنچانے والی چیزیں۔

۞ ...اس کو راستے میں چلنے اور سلام کرنے کے آداب سکھائیں۔

ب: اور شام کو سرپرست اور والدین یہ ترتیب اختیار کریں:

...کوشش کیجیے کہ بچوں کی مغرب وعشاء کی نماز مسجد میں اور بچیوں کی گھر میں ادا ہو۔

... جماعت کی نماز سے فارغ ہوکر اپنے بچوں کے ساتھ مسنون دعائیں اور وظائف پڑھیں۔ کوشش کریں کہ یہ دعائیں اوراذ کار اپنے بچوں کو سکھانے سے پہلے خود ان کا ورد پابندی سے کریں۔

...کوشش کریں کہ بچے گھر کے لیے دیا گیا کام صحیح طریقے سے پورا کریں۔ اچھی طرح سے اسباق یاد کریں اور خوب محنت سے ہر مضمون حل کریں۔ ان کو ہمیشہ یہ نصیحت کریں کہ اپنا کام عمدگی سے کریں اور اپنی تعلیم کو شاندار طریقے سے پورا کریں تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ درج ذیل فرمان مبارک پورا ہو جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اِذَا عَمِلَ اَحَدُکُمْ عَمَلاً اَنْ یُّتْقِنَہٗ." [1]

"اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص کوئی کام کرے تو اسے خوب اچھی طرح سے کرے۔"

...خاندان اور گھر کی فضا کو خوشگوار بنانے کی کوشش کیجیے جس کا طریقہ یہ ہے کہ:

- بچوں میں بامقصد علمی ومعلوماتی مقابلے کرائیں جن کا مقصد ذہن کی تیزی، بلند ہمتی، علم کا شوق، معلومات میں اضافہ اور گھر کی فضا میں خوشی کی لہر دوڑانا ہو۔
- بچوں کو کام کی باتیں، اچھے اچھے لطیفے اور مزے دار کہانیاں سنائیں۔
- بچوں سے ورزش، کھیل کود، علم وادب اور ایسے تاریخی واقعات پر گفتگو کریں جن کا مقصد اخلاقی پختگی اور فکری ذہن سازی ہو۔

١- شعب الإیمان، للبیهقي، باب إن الله تعالى یحب......: ٥٠٨١

اس سے قبل آپ پڑھ چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کس طرح مزاح فرماتے تھے؟ بچوں سے کس طرح دل لگی کرتے تھے؟ اور آپ نے با مقصد کھیل کو کس طرح جائز رکھا ہے؟ اس لیے آپ بھی نبی رحمت و ہدایت کی اقتدا کریں تا کہ آپ بھی گھر میں خوشگوار فضا پیدا کریں اور اپنے بچوں کے دل میں خوشی کی لہر دوڑا دیں۔

◈...آپ یہ کوشش کیجیے کہ گھر کے سب افراد رات کو جلدی سو جایا کریں۔ رات کو دیر سے سونا صحت کے لیے مضر ہے، اعصاب کو نقصان پہنچاتا ہے، صبح سویرے کی برکتوں کا قاتل اور فجر کی نماز چھوٹ جانے کا ذریعہ ہے۔ جلدی سونا اور جلدی اٹھنا دین داری کی علامت، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور تعلیم ہے۔

◈...کوشش کیجیے کہ بچے سونے سے قبل مسنون دعا پڑھ کر سوئیں۔ سوتے وقت تہجد اور فجر کی نماز کے لیے اٹھنے کی نیت کریں۔

آپ نے مشاہدہ کرلیا کہ دن اور رات کے اس تربیتی نظام نے ذکر، عبادت، اسلامی آداب کے ساتھ تفریح اور کھیل کو دسب پہلوؤں کو جمع کیا ہے۔

روزانہ کے نظام میں کچھ وقت اس کے لیے بھی مخصوص کریں جس میں آپ بچوں سے یہ دریافت کریں کہ وہ کیا پڑھ اور سیکھ رہے ہیں؟ پھر اگر آپ دیکھیں کہ وہ اسلامی عقیدے، آداب اور اخلاق سے مختلف تعلیم و تربیت پا رہے ہیں تو آپ کو چاہیے کہ ان کے افکار وخیالات کی اصلاح کریں، انہیں برے اور گمراہ اساتذہ سے بچائیں اور جو لوگ اسلام کے خلاف زہر اُگل کر بچوں کو گمراہی کے جال میں پھانس رہے ہیں، ان سے اپنے بچوں کو بچانے کے لیے مناسب کارروائی کریں۔

آپ ہمیشہ اپنے بچوں کو اخوت و محبت اور تعاون و ایثار جیسی چیزوں کی تلقین کرتے

رہیں تاکہ جب وہ بڑے ہوں تو آپس میں محبت اور ہمدردی ان کی عادت بن جائے اور وہ والدین کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک خوشی خوشی کرنے لگیں۔

آپ کو جب بھی موقع ملے ان کو تفریح کے لیے کسی باغ میں یا سمندر کے کنارے لے جائیں تاکہ ان کے جسم چاق و چوبند اور ذہن ہلکے پھلکے رہیں اور ورزش، تیراکی، گھڑسواری، نشانہ بازی اور کھیل کود کا اگر ان کو موقع نہیں ملا تو اس کی تلافی ہو جائے۔

(٦) علم و تہذیب سیکھنے کے وسائل مہیا کرنا:

والدین پر یہ فریضہ بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ بچوں کے لیے علمی، ادبی اور تہذیبی وسائل فراہم کریں تاکہ بچہ پختہ عقل کا مالک اور علم و دانش کے لحاظ سے کامل و مکمل شخصیت بنے۔

یہ وسائل مندرجہ ذیل ہیں:

بچوں کے لیے ایک الگ کتب خانہ فراہم کرنا:

اس کتب خانے میں مندرجہ ذیل کتابیں ہوں:

- گھر کے ہر فرد کے لیے ایک خوبصورت، واضح الفاظ اور اعراب والا قرآن کریم۔
- ایسی مختصر تفسیر جو شعور کی عمر تک پہنچ جانے والے بچوں کے ذہن کے مطابق ہو۔

مثلاً: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا ''آسان ترجمۂ قرآن''۔ تشریحات کے ساتھ مثلاً تفسیرِ عثمانی اور تسہیل البیان از مولانا محمد اسلم شیخوپوری۔

- قرآن کریم کی ایسی تفسیر جو بڑی عمر کے بچوں کے ذہن کے مطابق ہو۔
- احادیث کی ایسی کتابیں جو بچوں کی عمر کے مطابق ہوں۔
- فقہ اور خصوصاً عبادات سے متعلق ایسی کتابیں جو بچوں کی سمجھ کے مطابق ہوں۔
- اسلامی عقائد سے متعلق ایسی کتابیں جو قصہ کہانی یا سوال جواب کے انداز میں بچوں کو بات سمجھا دیں۔

- سیرتِ نبویہ اور اسلامی تاریخ سے متعلق ایسی کتابیں جن میں پیار بھرے انداز اور آسان سی زبان میں قلم اٹھایا گیا ہو۔

- ایسی فکر انگیز کتابیں جو بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق ہوں اور ان میں یہ بتایا گیا ہو کہ اسلام ایک جامع و مکمل دین اور پوری زندگی پر محیط نظام ہے اور ان اعتراضات وشبہات کا جواب دیا گیا ہو جو اسلام کے دشمن اسلام کے خلاف اٹھاتے ہیں۔

- علمی، تاریخی، ادبی اور معلوماتی کتابیں جو بچوں کی سمجھ کے مطابق ہوں۔

معیاری جرائد و رسائل کا خریدار بننا:

- اس رسالے کی درج ذیل خصوصیات ہونی چاہییں:

- وہ اسلامی نکتۂ نظر سے مستند اور علمی اعتبار سے معیاری ہو۔

- اس کی تحریروں سے گمراہی نہ جھلکتی ہو۔

- وہ ایسے موضوعات پر مضامین چھاپتا ہو جو معاشرے کے مختلف طبقوں کی دینی ضروریات پورے کرتے ہوں۔

- اس میں ایسی تصویریں شائع نہ ہوتی ہوں جو اخلاق و شرافت کے منافی ہوں۔

- اس میں ایسے مضامین نہ چھپتے ہوں جن میں اسلام کے خلاف ذہن سازی کی گئی ہو۔

(۷) بچوں میں مطالعے کا شوق پیدا کرنا:

مطالعے کا شوق ایسی چیز ہے جو انسان کی زندگی بنا دیتی ہے۔ بچوں میں مطالعے کا شوق پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں معیاری اور مفید کتابیں لا کر دی جائیں پھر ان میں مختلف مقابلے کروائے جائیں۔ کچھ مقابلے جلدی پڑھنے (یعنی تیز رفتار مطالعے) سے متعلق ہوں اور کچھ مقررہ وقت میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں کتابوں کے مطالعہ سے، پھر ان کا امتحان بھی لیا جائے اور مقابلہ بھی کروایا جائے۔ جو بچہ پوزیشن حاصل

کرے، اس کی ہمت افزائی ہو اور پڑھائی کا شوق دلانے کے لیے اسے خصوصی انعامات دیے جائیں۔ اچھے کام اور عمدہ اخلاق پر بچے کی ہمت افزائی ہی وہ طریقہ ہے جس پر اسلامی تربیت کے ماہرین زور دیتے ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ ''احیاء العلوم'' میں لکھتے ہیں:

''بچہ جب کوئی کارنامہ انجام دے یا عمدہ اخلاق کا مظاہرہ کرے تو مناسب یہ ہے کہ اس پر اس کو شاباش بھی دی جائے اور ایسا انعام بھی دیا جائے جس سے وہ خوش ہو جائے بلکہ اچھے اخلاق اور اچھے کاموں پر اس کی حوصلہ افزائی کے لیے لوگوں کے سامنے اس کی مناسب حد تک تعریف بھی کر دینی چاہیے۔''

(۸) بچے کو اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے ذمہ داریاں محسوس کرانا:

بچے کو مندرجہ ذیل حقائق سمجھانے کی کوشش ہمیشہ جاری رکھنی چاہیے:

آج کل کے مسلمان اگر اپنے آباؤ اجداد کے اس طریقے کو اپنا لیں جو انہوں نے اسلام کو مضبوطی سے تھام کر اختیار کیا تھا اور قربانی و جہاد، صبر و تحمل، ثابت قدمی و جوانمردی کے سلسلہ میں پہلے زمانے کے مسلمانوں کے نقش قدم پر چلیں تو ان شاء اللہ ہمارے ہاتھوں بھی اسلام کو عزت نصیب ہوگی۔ ہم اسلامی خلافت دوبارہ قائم کر لیں گے۔ اللہ کی مدد و تائید سے کھوئی ہوئی عزت و عظمت دوبارہ حاصل کر لیں گے اور پھر سے وہ بہترین امت بن جائیں گے جو لوگوں کے فائدہ کے لیے بھیجی گئی ہے۔ اس لیے اس امت کو اللہ کے حکم کے مطابق اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہونا چاہیے تاکہ یہ دنیا کے سامنے اپنے عظیم آباء واجداد کے اخلاق اور بہادر مجاہدین کے عزم کے ساتھ میدان میں آئے، جنگ بدر، قادسیہ، یرموک اور حنین کی فتوحات کو دہرا کر اسلام کے پیغام اور قرآن کریم کے نظام کو دنیا بھر میں عام کرے۔

(۹) بچے کے دل میں جہاد کی روح اور شوق پیدا کرنا:

وہ اہم امور جن کا والدین کو بہت اہتمام کرنا چاہیے، ان میں سے بچے کے دل میں جہاد کی روح پیدا کرنا اور اس کی طبیعت میں عزم وصبر کے احساسات پیدا کرنا بھی ہے اور خاص کر ہمارے اس دور میں جس میں اسلامی ممالک سے نہ صرف یہ کہ اسلامی نظام ختم ہو گیا ہے بلکہ اسلامی ممالک میں حکومتوں کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آ گئی ہے جن کا اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہے کہ وہ اسلام کے دشمنوں کی سازشوں کو کامیاب بنائیں، چاہے یہ منصوبے کمیونسٹوں کے ہوں یا سوشلسٹوں کے، یہودیوں کے ہوں یا عیسائیوں کے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ خلافتِ اسلامیہ ختم کر دی گئی ہے۔ مادیت پرستی، آزادی، بے راہ روی اور گمراہ کن عقائد نے اسلامی روایات کو اکھاڑ پھینکا ہے اور اسلامی ممالک ہر شخص کے لیے تر لقمہ اور آسان ہدف بن گئے ہیں۔

اس لیے والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو صبر وہمت کی تلقین کریں اور ان کے دلوں میں جہاد کی روح پیدا کر دیں تاکہ وہ اپنی جدوجہد اور جہاد کے ذریعے اسلام کی عزت اور مسلمانوں کی عظمت دوبارہ واپس لے سکیں۔ جہاد کی روح بچوں کے دل میں پیدا کرنے اور اس کا مفہوم ان کے ذہن میں راسخ کرنے کے وہ طریقے کیا ہیں جنہیں والدین کو اختیار کرنا چاہیے؟

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتیں مفید ہوں گی:

۱۔ بچے کو ہمیشہ یہ احساس دلاتے رہنا کہ اسلامی شان وشوکت اور عظمت اس وقت تک دوبارہ نہیں مل سکتی جب تک جہاد اور قتال کے ذریعے اسے حاصل کرنے کی محنت نہ ہو۔

۲۔ بچے کو یہ باور کرانا کہ جہاد فی سبیل اللہ کی مختلف قسمیں ہیں:

۞...مالی جہاد:

جس کا طریقہ یہ ہے کہ دین کی ترقی اور سربلندی کے لیے مال خرچ کیا جائے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بے دریغ مال خرچ کیا اور کوئی چیز بچا کر نہیں رکھی۔

۞...تبلیغی جہاد:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان اور قلم سے اسلام کی تبلیغ کی جائے اور کافروں، منافقوں، بے دین و بد دین لوگوں کے اعتراضات کا جواب دے کر ثابت کر دیا جائے کہ اسلام برحق دین ہے۔

۞...تعلیمی جہاد:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسلامی معاشروں کو علمی، تہذیبی اور فکری اعتبار سے تیار کرنے کی پوری کوشش کی جائے اور دنیا کی زندگی اور انسان سے متعلق اسلام کا صحیح تصور پیش کیا جائے۔

۞...سیاسی جہاد:

اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق اسلامی حکومت (جسے ''خلافت'' کہتے ہیں) قائم کرنے کی پوری کوشش کی جائے تاکہ اس دنیا میں حاکمیت صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی ہو۔

۞...عسکری جہاد:

ہر مسلمان قتال فی سبیل اللہ کے لیے خود کو تیار کرے اور ایسی قوتوں کے مقابلے میں اپنی پوری جدوجہد صرف کرے جو اللہ جل شانہٗ کے کسی حکم کے سامنے یا دین کی دعوت و پیغام کے سامنے رکاوٹ ہوں، چاہے اس قسم کے ضدی لوگ دارالاسلام میں ہوں، یا دارالکفر میں۔

۳- صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بچوں کے بہادری کے کارنامے اپنے بچوں کے

سامنے ہمیشہ بیان کرتے رہنا، تاکہ وہ ان کی پیروی کریں اور ان کے طرز و طریقے کے مطابق چلیں۔

٤- بچے کو سورۂ انفال، سورۂ توبہ، سورۂ احزاب یاد کرانا نیز جہاد کے متعلق قرآن کریم کی دوسری آیات، ان کا شان نزول، ان کی تفسیر اور بہادری کے وہ کارنامے بیان کرنا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنگ بدر، خندق اور حنین وغیرہ میں انجام دیے تھے۔ یہ ایسے واقعات ہیں جو بچے کے شعور کی تربیت کریں گے اور اس کو ایسا جری، اور آگے کی طرف بڑھنے والا انسان بنادیں گے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے سلسلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہیں کرے گا اور اللہ کے راستے میں شہادت کی اسی طرح تمنا کرے گا جس طرح کی تمنا اس کے آباء واجداد کیا کرتے تھے۔

٥- بچے میں قضاء وقدر پر ایمان راسخ کرنا تاکہ اس کو جو مصیبت پہنچے وہ یہ یقین کامل رکھے کہ وہ اس سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو چیز اس کو نہ مل سکی وہ اسے کبھی حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔ اگر ساری امت بھی مل کر اس کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہے تب بھی اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتی ہے جتنا اللہ نے اس کے لیے لکھ رکھا ہے اور اگر سب کے سب لوگ مل کر اس کو نقصان پہنچانا چاہیں تو اس کو صرف اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ نے اس کے لیے لکھ رکھا ہے۔ جب کسی چیز کا مقررہ وقت آجائے گا تو وہ نہ ایک گھڑی آگے ہوگا نہ پیچھے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی زندگی دینے اور لینے والے، عزت و ذلت دینے والے، نفع ونقصان پہنچانے والے ہیں۔ انہی کی قدرت میں ہر چیز ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔

محترم والدین! بچے میں جہاد کی روح پیدا کرنے کے طریقے بیان کردیے گئے۔ آپ ان کو اختیار کریں تاکہ جب آپ کے بچے جوانی کی عمر کو پہنچیں اور جہاد کی آواز لگے تو وہ جہاد

کے میدان میں بہادری و بے باکی سے مجاہد بن کر نکلیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔

(۱۰) بچے کو اچھے روزگار کا شوق دلانا:

اس سے مراد یہ ہے کہ بچے کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ترغیب دی جائے اور اس مقصد کے لیے اس سے تعاون اور اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

مناسب یہ ہے کہ ہم بچوں کی دو الگ الگ قسموں کے درمیان تعلیم و روزگار کے حوالے سے فرق کریں:

۱- وہ بچے جو تعلیم میں اچھی کارکردگی دکھاتے ہیں، ایسے بچے عام طور سے ذہین اور ہوشیار ہوتے ہیں۔ ایسے بچے اگر اپنی تعلیم کو آخری منزل تک پہنچانا چاہتے ہوں تو ان کو اعلی تعلیم کے مواقع فراہم کرنا چاہیے۔

۲- وہ بچے جو تعلیم کے میدان میں پیچھے ہیں، یہ بچے عام طور سے ذہانت میں درمیانے درجے کے ہوتے ہیں یا کمزور ذہن کے ہوتے ہیں اس لیے ایسے بچوں کو دین و دنیا کی ضروری تعلیم دینے کے بعد یہ ضروری ہے کہ جب ان کا استاد یا والدان کی کمزوری کو محسوس کرلے تو فوراً انہیں کام کاج اور صنعت وحرفت کی طرف متوجہ کرے۔ ایسے حالات میں یہ بات غلط ہوتی ہے کہ سرپرست ان کی تعلیم کو جاری رکھے جب کہ اسے پتا ہو کہ وہ کمزور ذہن کا ہے، تعلیم جاری نہیں رکھ سکتا اور اسے زبردستی تعلیم دلوانے سے فائدہ کے بجائے نقصان ہوگا۔

بچوں میں بگاڑ کے اسباب اور ان کا علاج

چند اسباب ایسے ہیں جو بچوں میں بگاڑ پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں اور ان کے اخلاق کو خراب کرکے ان کو تباہی کے کنارے پہنچا دیتے ہیں۔ ہم ذیل میں ان اسباب پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے اور یہ بتائیں گے کہ ان کا کامیاب وصحیح علاج کیا ہے۔

(۱) غربت:

جب بچے کو اپنے گھر میں ضرورت کے مطابق روٹی کپڑا نہ ملے اور نہ اس کو اتنے پیسے ملیں گے جن سے وہ چھوٹی موٹی چیزیں خرید لیا کرے اور جب وہ اپنے اردگرد نظر دوڑائے تو اسے سوائے فقر وفاقہ، محرومی اور نامرادی کے کچھ نظر نہ آئے تو اس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ وہ گھر چھوڑ کر باہر نکلے گا تاکہ چھوٹے موٹے شوق پورے کرسکے، یہی وہ موقع ہوتا ہے جس سے مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے عناصر فائدہ اُٹھا کر ایسے بچوں کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ پھر وہ معاشرے میں مجرم بن کر ابھرتا ہے اور انسانی جانوں، عزت وآبرو اور مال ودولت کے لیے خطرہ بن جاتا ہے۔

اسلام نے غربت کے علاج اور ہر انسان کے لیے عزت وآبرو کی زندگی گذارنے کے مواقع فراہم کرنے کے لیے ایسے قوانین بنائے ہیں جن سے ہر ہر فرد کو روٹی، کپڑا اور مکان بقدر ضرورت مل جائے، اور ایسا نظام مقرر کیا ہے جس سے فقر وفاقہ کا خاتمہ ہوجائے۔ چنانچہ اسلام نے ہر شہری کے لیے کام کاج کے یکساں مواقع فراہم کیے، معذور افراد کے

لیے بیت المال سے ماہوار وظیفہ مقرر کیا اور ایسے قوانین بنائے جن کے ذریعے ایسے شخص کی امداد ہو جو خاندان کا کفیل ہو اور یتیموں، بیواؤں اور بوڑھوں کی ایسے طریقہ سے دیکھ بھال ہو سکے جس سے ان کی عزت نفس بھی محفوظ رہے اور زندگی بھی پر سکون و خوشحال گزرتی رہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ کئی اور طریقے بھی ہیں جو اگر واقعی وجود میں آ جائیں تو معاشرے سے مجرمانہ ذہنیت اور بدکردار افراد پیدا کرنے والے اسباب کا خاتمہ ہو جائے اور محرومی وغربت کی بنیادیں ختم ہو جائیں۔

(۲) ماں باپ کے درمیان لڑائی جھگڑا اور اختلاف:

جب بچہ گھر میں آنکھیں کھولتا ہے اور اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بڑوں میں لڑائی جھگڑا دیکھتا ہے تو وہ گھر کی اس ناگوار فضا سے دور ہونا چاہتا ہے تاکہ اپنے من پسند دوستوں کے ساتھ اپنا وقت گزارے اور فراغت کے اوقات ان کے ساتھ بسر کرے۔ یہ دوست اگر گندے اخلاق والے، گھٹیا قسم کے لوگ ہوتے ہیں تو یہ بچہ بھی ان کے ساتھ خراب ہوتا چلا جاتا ہے، بری عادتیں اور گندے اخلاق اختیار کر لیتا ہے اور رفتہ رفتہ مجرم بن جاتا ہے۔

اسلام نے جس طرح نکاح کے خواہشمند مرد کے لیے بیوی کے انتخاب کے حوالے سے صحیح راستہ متعین کیا، اسی طرح لڑکی کے سرپرستوں کی شوہر کے انتخاب میں رہنمائی فرمائی، جس کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ میاں بیوی میں الفت ومحبت، ایک دوسرے کے ساتھ مفاہمت اور باہمی تعاون کی فضا پیدا ہو، جس کا نتیجہ یہ نکلے کہ میاں بیوی ان ازدواجی پریشانیوں اور لڑائی جھگڑوں سے بچ جائیں جو گھریلو زندگی کو ناخوشگوار بنا دیتے ہیں۔

(۳) طلاق اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا فقر وفاقہ:

جب میاں بیوی میں طلاق ہو جاتی ہے تو شوہر کو دوسری بیوی اور بیوی کو دوسرا شوہر تو مل جاتا ہے لیکن بچوں کو دوسرا باپ یا ماں کبھی نہیں ملتے۔ وہ بے سہارا رہ جاتے ہیں اور اچھی

تربیت نہ ملنے کی وجہ سے ان کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہیے کہ بچوں پر رحم کھائیں اور حتی الامکان طلاق کی نوبت نہ آنے دیں۔ اگر بالفرض ناگزیر حالات میں طلاق ہو جاتی ہے تو دونوں مل کر بچوں کے لیے ایسا انتظام کریں کہ ان کی زندگی تباہ نہ ہو۔

اور اگر شوہر غریب ہو اور نان نفقہ دینے پر قادر نہ ہو تو پھر حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کے خرچ کا بندوبست کرے، اور بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہو وہ اس وقت تک مہیا کرتی رہے جب تک وہ بچے جوان ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہو جائیں۔

(٤) بچوں اور قریب البلوغ لڑکوں کا فارغ اور بے کار وقت گزارنا:

ایسی فراغت اور بیکاری جس میں کوئی کام یا مصروفیت نہ ہو، بچے اور قریب البلوغ لڑکوں کو خراب کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ بچہ شروع سے ہی کھیل کود کا شوقین ہوتا ہے، لاپرواہی کی جانب مائل اور آزادی و تفریح کا دلدادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ ہر وقت متحرک رہتا ہے۔ کبھی اپنے ہم عمروں کے ساتھ تفریح اور بھاگ دوڑ میں، کبھی مختلف کھیلوں کے مقابلے میں، اس لیے تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ بچوں کے اس رجحان سے فائدہ اٹھائیں اور بالغ ہونے کے قریب کے زمانہ میں ان کا خصوصی خیال رکھیں، تاکہ ان کے فارغ وقت کو ایسے کاموں میں لگا سکیں جو ان کے جسم کو مضبوط، اعضا کو طاقت ور اور بدن کو چست و صحت مند بنانے والے ہوں۔

لہٰذا اگر ان کے لیے کھیل کود کے میدان، ورزش کے لیے مناسب جگہیں، تیرنے کے لیے تالاب اور جسمانی تفریح کی جگہیں نہیں بنائی گئیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ گندے ساتھیوں اور بد اخلاق اور بد قماش لوگوں کے ساتھ ملیں جلیں گے اور پھر ان میں بھی ان جیسی عادتیں اور خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔

لہٰذا والدین، سرپرستوں اور حکومت کے لیے یہ ضروری ہے کہ بچوں کے لیے کھیل کے میدان، تقریر و مباحثہ کے لیے ہال، کتب خانے، مارشل آرٹ، نشانہ بازی اور گھڑسواری سیکھنے کے مواقع اور تیرنے کے لیے صاف ستھرے تالاب مہیا کریں۔ لیکن ان سب چیزوں میں اس بات کا دھیان رہنا چاہیے کہ یہ چیزیں اسلامی احکام کے مطابق ہوں۔

(۵) بری صحبت اور برے دوست:

بچوں کو بگاڑنے اور خراب کرنے کا سب سے بڑا سبب بُری صحبت اور بُرے ساتھی ہوتے ہیں۔ خاص طور پر اگر بچہ سیدھا سادھا اور کمزور ذہن والا ہو تو گندی مجلسوں اور بدتمیز بچوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے جلد متاثر ہو کر ان کی گندی عادات اور برے اخلاق اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور پھر اس کو راہِ راست پر لانا مشکل ہو جاتا ہے۔

اسلام نے اپنی اعلیٰ تعلیمات کے ذریعے والدین کی توجہ اس طرف دلائی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی مکمل نگرانی رکھیں، خاص کر جب وہ بلوغت کی عمر کے قریب پہنچ جائیں تاکہ ان کو معلوم ہو کہ بچے کس کے ساتھ رہتے ہیں؟ کس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں؟ کہاں صبح و شام گزارتے ہیں؟ اور کن کن جگہوں پر ان کا آنا جانا رہتا ہے؟

(٦) بچے کے ساتھ والدین کا نامناسب برتاؤ:

والدین اگر بچے کے ساتھ ہمیشہ سخت و ترش رویہ اختیار کریں گے، ہمیشہ مار پیٹ اور ڈانٹ ڈپٹ کر اس کو ادب سکھائیں گے اور ہمیشہ اس کی تحقیر و تذلیل کی جاتی رہے گی تو اس کا ردِ عمل اس کی عادات و اخلاق میں ظاہر ہوگا۔ اس کے رویّے اور مزاج میں خوف و ڈر کی جھلک نمایاں ہوگی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نوبت خودکشی یا والدین کے ساتھ لڑائی جھگڑے اور قتل و قتال تک پہنچ جائے، یا وہ گھر سے اس لیے بھاگ جائے کہ اس ظالمانہ سختی اور مار پیٹ کی اذیت سے بچ جائے۔ لہٰذا اسلام ماں باپ کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ بلند اخلاق،

نرم مزاجی، شفقت اور رحم دلی کا مظاہرہ کریں، تاکہ اولاد کی صحیح تربیت ہو سکے۔ ان میں جرأت اور خود اعتمادی پیدا ہو اور وہ یہ محسوس کریں کہ وہ قابلِ احترام شخصیت اور عزت و حیثیت کے مالک ہیں۔

(۷) بچوں کا جنس اور جرائم پر مشتمل فلمیں دیکھنا:

بچوں کے خراب ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ جو ان کو بد کرداری اور بد اخلاقی کا عادی بناتا ہے اور مجرمانہ زندگی کی طرف لے جانے کا سبب بنتا ہے، وہ ہے ٹیلی ویژن اور ڈش پر حیا سوز مناظر پر مشتمل فلمیں اور گندے مناظر، اسی طرح وہ رسالے اور کتابیں جو جنسی واقعات اور شہوت انگیز قصوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان سب کا مقصد، شہوت کو بھڑکانا اور جرم پر آمادہ کرنا ہوتا ہے۔ ان سے تو بڑوں کے اخلاق بھی خراب ہو جاتے ہیں، بچے تو پھر بچے ہوتے ہیں۔

لہٰذا والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو جنسی مناظر، مار دھاڑ اور مجرموں کو ہیرو بنا کر پیش کرنے والی فلمیں دیکھنے سے روکیں، اور اسی طرح ان کو گندے رسالوں، عشق و محبت سے بھرے ہوئے ناولوں اور کفر و الحاد سے بھری ہوئی کتابیں خریدنے اور پڑھنے سے باز رکھیں۔

(۸) بچوں کی تربیت سے کنارہ کشی:

والدین کا بچہ کی تربیت سے لاتعلق ہونا اور ان کی تربیت کی طرف توجہ نہ دینا بھی بچوں کو خراب کرنے اور ان کے اخلاق کے بگڑنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

باپ کی طرح ماں بھی تربیت کی ذمہ دار اور نگران ہے، بلکہ ماں کی ذمہ داری زیادہ اہم اور ضرورت نازک ہے۔ اس لیے کہ ماں ولادت سے جوان ہونے تک بچے کے ساتھ رہتی ہے اور اس وقت تک اس کی پرورش کرتی رہتی ہے جب تک وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر

معاشرے کا ذمہ دار شخص نہ بن جائے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذمہ دار کی حیثیت سے ماں کا مستقل تذکرہ کیا ہے۔ فرمایا:

"وَالْأُمُّ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا، وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا."[1]

"ماں اپنے شوہر کے گھر کی رکھوالی ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

اگر ماں بچوں کی تربیت کے حوالے سے اپنے فرائض میں کوتاہی کرے گی اور اپنی سہیلیوں، مہمانوں اور ادھر ادھر آنے جانے میں لگی رہے گی اور باپ بچوں کی تربیت اور دیکھ بھال کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرے گا اور اپنا فارغ وقت گھومنے پھرنے، دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگانے اور چائے وسگریٹ میں ضائع کردے گا تو پھر بچوں کی تربیت یتیموں کی طرح ہوگی۔ وہ آوارہ بچوں کی طرح گھومیں پھریں گے اور اپنا مستقبل تباہ کرڈالیں گے۔

(۹) یتیم ہونا:

نوعمر یتیم بچہ اگر اپنے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرنے والا اور رحم کرنے والا دل نہ پائے اور اپنے بڑوں کی جانب سے اسے ہمدردانہ برتاؤ نہ ملے اور اس کی دیکھ بھال نہ ہو تو اس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ یہ یتیم بچہ آہستہ آہستہ مجرمانہ زندگی کی جانب بڑھتا رہے گا۔

اسلام نے یتیم کی دیکھ بھال کرنے والوں اور رشتہ داروں کو یہ حکم دیا ہے کہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور اس کی کفالت کی ذمہ داری اچھے طریقے سے پوری کریں تاکہ وہ اچھی تربیت حاصل کرے، اس میں اچھے اخلاق پیدا ہوں اور وہ معاشرے کا باکمال فرد بنے۔

۱- صحيح البخاري، كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرى و المدن: ٨٤٤

بچے کے بگڑنے اور خراب ہونے کے یہ اہم بنیادی اسباب ہیں۔ اگر والدین نے ان اسباب کا خاتمہ نہ کیا اور اسلام نے اصلاح وتربیت کے لیے جو مفید اور مؤثر علاج مقرر کیا ہے اسے اختیار نہ کیا تو بچوں کی تربیت نہ ہوسکے گی اور وہ بداخلاق و بدتمیزی کے عادی ہوجائیں گے۔ پھر انہیں راہِ راست پر لانا اور حق بات سمجھانا نہایت مشکل ہوجائے گا۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ اولاد کی تربیت اور ان کو مہذب وشائستہ بنانے کے لیے اسلام کے بتائے ہوئے طریقوں کو اپنائیں تاکہ ان کی اولاد اللہ کا حکم بجالانے میں فرشتوں کی طرح بن جائے اور اخلاق وعمل میں دوسروں کے لیے بہترین نمونہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کچھ بھی مشکل نہیں ہے بشرطیکہ ہم اپنی محنت اور کوشش میں کمی نہ چھوڑیں اور اللہ کے دربار سے اپنی اولاد کے حق میں خیر کے فیصلے کروانے کے لیے دل سوزی کے ساتھ دعا کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اور ہمارے زیرِ تربیت افراد کی ظاہری وباطنی اصلاح فرمائے۔ ہماری اولاد، شاگردوں اور متعلقین کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور ہم سب کو دنیا وآخرت کی ظاہری وباطنی ترقی وکامیابی نصیب فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن.